فاطمہ زہراؑ
اسلام کی مثالی خاتون
مؤلف
آیۃ اللہ ابراہیم امینی
مترجم
حجۃ الاسلام اختر عباس

اہداء

اسلام کی نمونہ مستورات کے لئے

اور

ایران کی شہید پرور خواتین کے لئے

ایک ہدیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مؤسسہ انصاریان للطباعۃ والنشر

شارع شہدا ۔ قم ۔ ایران

نام کتاب ________ فاطمہ زہراؑ (اسلام کی مثالی خاتون)

مولف ________ ابراہیم امینی

مترجم ________ اختر عباس

کتابت ________ صغیر حسن خاں ہندی

ناشر ________ انصاریان پبلشر، خیابان صفائیہ جنب بازار امیر المومنینؑ قم ۔ اسلامی جمہوریہ ایران

تعداد ________ ۳۰۰۰

تاریخ اشاعت ________ جون سنہ ۱۹۹۱ء

اشاعت ________ بار دوم

قیمت ________

فہرست

فون | انتشارات انصاریان خیابان صفائیہ قم ایران | [illegible]

انتساب

پروردگارا تیرے سوا شہید کے حقیقی مرتبے سے کوئی واقف نہیں کہ انہوں نے اپنی ہستی کو تیری راہ میں قربان کر دیا، ان کا انسانیت پر ـــــ عظیم احسان ہے کہ جس کا صحیح عوض تو ہی دے سکتا ہے۔

خداوندا اگر اس معمولی کوشش کا تیرے نزدیک کوئی ثواب ہو تو میں اسے اسلام کے پاکیزہ شہداء اور بالاخص ایران کے انقلاب اسلامی کے شہداء اور انقلاب کے عظیم رہبر حضرت آیت اللہ اعظمیٰ نائب امام زمان آقا خمینی کے ایثار گر رفقاء کو ـــ ہدیہ کرتا ہوں اور یہ معمولی ہدیہ پیش کرتے ہوئے امیدوار ہوں کہ وہ پروردگار کے سامنے نگاہ لطف کریں گے بعذرت خواہ۔

ـ مؤلف ـ

مترجم کی تمنا بھی وہی ہے جو کہ مؤلف کی ہے۔

ـ مترجم ـ

پیش لفظ

جن لوگوں کو تاریخ سے لگاؤ رہا ہے اور جنہوں نے اپنی عمر کا کچھ حصہ مردوں اور مشہور عورتوں کے حالات زندگی کے مطالعہ میں صرف کیا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اس میں ان کے مختلف اغراض ہوں۔

بعض لوگوں کی تاریخی کتابوں کے مطالعے سے غرض وقت کا کاٹنا ہوتا ہے اور وہ فراغت کا وقت تاریخی کتابوں کے مطالعے میں صرف کرتے ہیں وہ تاریخ اس غرض سے پڑھتے ہیں کہ وقت گزاری کے ساتھ تعجب آور اور جاذب نظر کہانیاں یاد کر لیں اور پھر انہیں دوستوں کی محفل میں آب و تاب سے بیان کریں لیکن

ایک گروہ کی غرض تاریخ کے مطالعے سے اس سے بالاتر اور قیمتی ہوا کرتی ہے۔ وہ بزرگوں کے حالات کا اس غرض سے مطالعہ کرتے ہیں کہ اس سے زندگی کا درس حاصل کریں، وہ تاریخ میں ان کی عظمت اور کامیابی کا راز معلوم کرتے ہیں تاکہ ان کے اعمال اور افعال کو اپنی زندگی کے لئے مشعل راہ قرار دیں اسی طرح قوموں کی اور افراد کی شکست اور انحطاط کے عوامل و اسباب معلوم کرتے ہیں تاکہ خود ان میں گرفتار نہ ہوں اور اپنے معاشرے کو اس سے محفوظ رکھیں، اسی طرح جو عظیم پیغمبروں کے مفصل حالات اور آئمہ اطہارؑ اور دوسرے دینی افراد کی زندگی کا مطالعہ کرتے ہیں دو قسم کے ہوتے ہیں۔

ایک گروہ کا مقصد سوائے وقت گزاری اور مشغول رہنے کے اور کچھ نہیں ہوتا وہ پیغمبروں اور اماموں کے مناقب اس لئے پڑھتے ہیں کہ تعجب آور قصے حفظ کریں اور

ان کا مجالس میں تذکرہ کریں اور ساتھ ساتھ وقت بھی کٹتا جائے وہ عجیب و غریب واقعات کے پڑھنے سے لذت اندوز ہوتے ہیں اور تذکرۂ اہل بیت کے مراثی اور فضائل کے سننے کے ثواب پر ہی قناعت کرتے ہیں۔

لیکن دوسرا گروہ ایک ایسے انسانوں کا ہے جو اللہ تعالیٰ کی برگزیدہ ہستیوں کے حالات کا مطالعہ اس غرض کے لئے کرتے ہیں تاکہ ان کی عظمت اور محبوبیت کے راز کو معلوم کریں اور ان کی زندگی اور روش کے راستے جو درحقیقت دین کا صراط مستقیم ہے حاصل کریں اور ان کے اعمال اور کردار سے زندگی کا درس حاصل کریں۔

افسوس اس بات پر ہے کہ اکثر لوگ جو آئمہ علیہم السلام کی تاریخ کی طرف رجوع کرتے ہیں وہ پہلی قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔

غالباً پیغمبروں اور آئمہ اطہار کے مناقب کی کتابیں تعجب خیز بلکہ بسا اوقات مبالغہ آمیز واقعات سے مملو پائی جاتی ہیں۔ لیکن ان کی اجتماعی اور سیاسی اور اخلاقی زندگی کو اور ان کی رفتار اور کردار اور گفتار کو بطور اختصار بیان کر دیا جاتا ہے، ہر ایک مسلمان نے پیغمبر اور ہر ایک امام کی کئی اور تعجب انگیز داستانیں تو یاد کر رکھی ہوں گی لیکن ان کی اجتماعی زندگی اور ان کے انفرادی اعمال و کردار اور ان کا ظالموں اور اسلام دشمن حکومت کے برتاؤ سے مطلع تک نہ ہوں گے۔

اس کتاب کے لکھنے کی وجہ یہ ہے کہ حضرت زہرا علیہا السلام کی زندگی کے دوسرے پہلو کی تحقیق کی جائے اور اسے مورد تجزیہ اور تحلیل قرار دیا جائے اسی وجہ سے اگر بعض مناقب یا قصے یہاں ذکر نہیں کئے گئے تو اس پر اعتراض نہ کیا جائے، کیوں کہ اصلی غرض یہ ہے کہ آنحضرت کی شخصیت کو زندگی اور اخلاق اور رفتار کے لحاظ سے واضح کیا جائے۔

افسوس ہوتا ہے کہ اس بزرگوار کی زندگی اس قدر مبہم رکھی گئی ہے کہ جس کا ذکر

اسلام کے ابتدائی مدارک میں بہت کم ملتا ہے ۔ آپ کی زندگی کو ابہام میں رکھنے کی کئی ایک وجوہ ہیں ۔

پہلی وجہ : آپ کی زندگی مختصر تھی اور اٹھارہ سال سے متجاوز نہ تھی آپ کی آدھی زندگی بلوغ سے پہلے کی بہت زیادہ مورد توجہ قرار نہیں پائی ، بلوغ سے موت تک کا فاصلہ بہت زیادہ نہ تھا ۔

دوسری وجہ : چونکہ آپ کا تعلق صنف نازک سے تھا اور آپ کی اکثر زندگی گھر کی چار دیواری کے اندر بیتی تھی لہذا بہت تھوڑے لوگ تھے جو آپ کی داخلی زندگی کے صحیح طور پر واقف تھے ۔

تیسری وجہ : اس زمانے کے لوگوں کے افکار اتنے بلند نہ تھے کہ وہ پیغبر اسلام کی دختر جو اسلام کی مثالی خاتون تھی کی قدر و قیمت کے اتنے قائل ہوتے کہ ان کی زندگی کے جزئیات کو محفوظ کر لینے کو اہمیت دیتے ۔

بہر حال گرچہ آپ کی زندگی کے جزئیات کو کامل طور پر اور آپ کے رفتار و کردار پر جو اسلام کی خاتون کا نمونہ تھے مکمل طور پر محفوظ نہیں کیا گیا لیکن ہم نے اس مقدار پر جو اس وقت تاریخ میں موجود ہیں ان سے آپ کی شخصیت کا تجزیہ کر کے بیان کیا ہے ۔ اسی لئے بعض اوقات مجبور ہو کر بعض معمولی تاریخ نویسوں کے حوالے اور نقل پر اکتفا کر کے نتیجہ اخذ کیا ہے اور اسے مورد تجزیہ اور تحلیل قرار دیا ہے ۔

مثالی خاتون

اسلام نے عورتوں کے حقوق اور ترقی کے لئے خاص احکام اور قوانین وضع کئے ہیں ایک دستور ہے کہ جس سے اسلام کی شائستہ خاتون اور اس کی اسلامی تربیت کے آثار اور نتائج کو دیکھا جا سکتا ہے یہ ہے کہ صدر اسلام کی ان خاتون کی زندگی کو کامل طور پر معلوم کیا جائے کہ جن کی تربیت وحی کے مالک نے کی ہو اور ان کی زندگی کے

تمام جزئیات کا دقیق نظر سے مطالعہ کیا جائے ۔

حضرت زہرا ؑ تمام اسلامی خواتین میں درجہ اول پر فائز ہیں کیونکہ صرف یہی وہ ایک خاتون ہیں کہ جن کا باپ معصوم ہے اور شوہر معصوم اور خود بھی معصوم ہیں آپ کی زندگی اور تربیت کا ماحول عصمت و طہارت کا ماحول تھا ، آپ کا عہد طفلی اس ذات کے زیر سایہ گزرا جس کی تربیت بلا واسطہ پروردگار عالم نے کی تھی ۔

امور خانہ داری اور بچوں کی پرورش کا زمانہ اسلام کی دوسری عظیم شخصیت یعنی علی بن ابی طالب علیہ السلام کے گھر میں گزارا اسی زمانے میں آپ نے دو معصوم امام حسن اور امام حسین علیہم السلام کی تربیت فرمائی اور دو جرأت مند و شیر دل اور فداکار بیٹیاں جناب زینب اور جناب ام کلثوم کو اسلامی معاشرہ کے سپرد کیا ۔ ایسے گھر میں واضح طور سے احکام اسلامی اور تہذیب اسلامی کے رواج کا مشاہدہ کیا جا سکتا ہے اور اس میں اسلام کی پاکیزہ اور مثالی خاتون کو تلاش کیا جا سکتا ہے ۔

ہماری روش :

لکھنے والے کئی قسم کے ہوتے ہیں ۔

ایک گروہ ہے کہ جو ان مطالب کو معتبر اور پر ارزش شمار کرتا ہے جو اہلسنت کی کتابوں اور مدارک میں موجود ہوں اور ان مطالب کو کہ جو صرف شیعوں کی کتابوں میں پائے جاتے ہوں نقل کرنے سے بالکل پرہیز کرتا ہے بلکہ ان کو بری نگاہ سے دیکھتا ہے ۔

ایک گروہ وہ ہے جو صرف ان مطالب کو صحیح اور معتبر قرار دیتا ہے جو شیعوں کی کتابوں میں موجود ہوں اور ان مطالب کے نقل کرنے سے گریز کرتا ہے جو صرف اہل سنت کی کتابوں میں پائے جاتے ہوں ۔

لیکن ہماری نگاہ میں دونوں افراط اور تفریط میں مبتلا ہیں ۔ بہت سے حقائق کو

نظر انداز کر جاتے ہیں، چونکہ وہ صرف اہلسنت کی کتابوں میں پائے جاتے ہیں، ایسے حقائق بھی پیدا کئے جاسکتے ہیں جو شیعوں کی کتابوں میں موجود نہیں ہوتے اور شیعوں کی کتابوں میں ایسے حقائق بھی معلوم کئے جاسکتے ہیں جو اہلسنت کی کتابوں میں موجود نہیں ہوتے۔ شیعوں نے بھی کتابیں لکھی ہیں اور بہت سے مطالب کو آئمہ طاہرینؑ اور پیغمبرؐ کے اہل بیتؑ سے چونکہ یہی حضرات علم کے لئے مرجع بتلائے گئے ہیں، نقل کیا ہے۔

زمانہ کے لحاظ سے شیعہ مولف سنّی مؤلفین سے مقدم ہیں یہ انصاف سے دور نظر آتا ہے کہ بعض سنّی مؤلفین، شیعوں کی کتابوں اور مدارک سے قطع نظر کرتے ہوئے ان مطالب کے نقل سے گریز کریں جو سنّی کتابوں اور ماخذ میں نہ پائے جاتے ہوں یہ حضرات حد سے زیادہ اہلسنت کی کتابوں کے متعلق حسن ظن رکھتے ہیں۔ یہ خیال کرتے ہیں کہ ان کتابوں کے تمام لکھنے والے حقیقت کے عاشق اور ہر قسم کے تعصب سے خالی اور مبرا تھے، اور انہوں نے تمام حقائق اور واقعات کو لکھ ہی دیا ہے، جب ان کتابوں میں کوئی مطلب نہ پایا جاتا ہو تو وہ لازماً مطلب بے بنیاد ہوگا حالانکہ ایسی سوچ صحیح نہیں ہے کیونکہ جو شخص بھی غیر جانبدار ہو کر اہلسنت کی کتابوں اور مدارک کا دقت سے مطالعہ کرے بلکہ ایک ہی کتاب کی متعدد طباعت دیکھ لے تو اس کا یہ حسن ظن اور خوشبینی بے بنیاد نظر آئے گا۔ اور اس طرح نظر نہیں آئے گا کہ تمام لکھنے والے تعصب اور خود غرضی سے خالی تھے۔

بنا برایں، ہم نے اس کتاب میں اہل سنت کی کتابوں سے بھی استفادہ کیا ہے اور شیعوں کی کتابوں اور مدارک سے بھی، بعض ایسے مطالب کہ جن کے نقل کرنے سے سنی مؤلفین نے احتراز کیا ہے یا بطور اجمال اور اشارہ کے نقل کیا ہے ہم نے انہیں شیعوں کی کتابوں اور مدارک سے نقل کیا ہے

ابراہیم امینی

حصہ اوّل

ولادت سے ازدواج تک

ہر انسان کی شخصیت ایک حد تک اس کے خاندان اور اپنے ماں، باپ کے اخلاق اور جس ماحول میں وہ نشو و نما پاتا ہے اس سے اس کی زندگی وابستہ ہوا کرتی ہے، ماں، باپ ہی ہوتے ہیں کہ جو کسی انسان کی شخصیت کی داغ بیل ڈالتے ہیں اور اسے اپنے روحی قالب اور اخلاق میں ڈھال کر معاشرہ کے سپرد کرتے ہیں کہ در حقیقت کہا جا سکتا ہے کہ ہر ایک فرزند اپنے ماں باپ کے اسوہ کا پورا آئینہ دار ہوتا ہے۔

جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے باپ کی تعریف و توصیف وضاحت اور تشریح کی محتاج نہیں ہے کیونکہ پیغمبر اسلامؐ کا فوق العادہ شخصیت کا مالک ہونا اور آپ کی عظمت روحی اور پسندیدہ اخلاق اور بلند ہمت اور فداکاری کسی مسلمان فرد پر بلکہ کسی بھی با اطلاع انسان پر مخفی نہیں ہے آپ کی عظمت کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ خداوند عالم نے آپ کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے کہ اے محمدؐ آپ تو خلق عظیم کے مالک ہیں۔

اگر ہم یہاں پیغمبر اسلامؐ کی تعریف اور توصیف اور اخلاق کا ذکر کرنا شروع کر دیں تو اصل مطلب سے دور ہٹ جائیں گے۔

فاطمہؑ کی ماں

آپ کی والدہ ماجدہ جناب خدیجہ بنت خویلد تھیں جناب خدیجہ

۔ قریش کے ایک شریف اور معزز خاندان میں پیدا ہوئی اور اسی ماحول میں پرورش پائی۔ آپ کے خاندان کے سارے افراد دانشمند اور اہل علم تھے اور وہ خانہ کعبہ کی حمایت کرنے والوں میں شمار ہوتے تھے۔

جس زمانے میں یمن کے بادشاہ تبع نامی نے حجر اسود کو خانہ کعبہ سے اکھاڑ کر یمن لے جانے کا ارادہ کیا تھا تو جناب خدیجہ کے والد ہی تھے جو ان کے دفاع کے لئے کھڑے ہوئے تھے اور آپ کی فداکاری اور مبارزہ کے نتیجے میں تبع نے اپنے ارادے کو ترک کر دیا اور حجر اسود سے متعرض نہ ہوا۔[۱]

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب خدیجہ کے خاندان والے صاحب فکر، گہری سوچ کے مالک اور جناب ابراہیم علیہ السّلام کے دین کے گرویدہ تھے۔

خدیجہ کی تجارت

گرچہ تاریخ نے جناب خدیجہ کی زندگی کے جزئیات محفوظ نہیں کئے لیکن جو کچھ بعض تاریخوں سے ملتا ہے اس سے آپ کی شخصیت واضح ہو جاتی ہے۔

ملتا ہے کہ جناب خدیجہ نے جوانی کی ابتدا میں عتیق بن عامر نامی شخص سے شادی کی لیکن تھوڑے ہی عرصہ کے بعد عتیق فوت ہو گیا اور جناب خدیجہ کے لئے بہت زیادہ مال و دولت چھوڑ گیا۔ آپ نے ایک مدت تک شوہر نہیں کیا لیکن بنی تمیم کے ایک بڑے آدمی ہند بن بنا سے آپ نے بعد میں شادی کر لی، لیکن یہ ہند بھی جوانی کے عالم میں فوت ہو گیا اور جناب خدیجہ کے لئے کافی ثروت چھوڑ گیا۔

ایک ایسی بات کہ جس سے جناب خدیجہ کی بزرگی اور بلند ہمتی اور آزادی اور

---

[۱] الروض الانف ۔ ج ۱ ۔ ص ۲۱۳ ۔

استقلال نفس کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے وہ یہ ہے کہ جناب خدیجہ کو پہلے شوہر اور دوسرے شوہر سے جو بے پناہ دولت ملی تھی اسے آپ نے یوں ہی روک نہیں رکھا تھا اور نہ ہی اسے ربا، اور سود پر اٹھا دیا تھا کہ جو اس زمانے میں مروج اور عام کاروبار شمار ہوتا تھا بلکہ آپ نے اسے تجارت میں لگا دیا اور اس کے لئے آپ نے دیانت دار افراد کو ملازم رکھا اور ان کے ذریعہ سے تجارت کرنی شروع کر دی۔ آپ نے جائز تجارت کے ذریعے بہت زیادہ دولت کمائی، لکھا ہے کہ ہزاروں اونٹ آپ کے نوکروں کے ہاتھوں میں تھے کہ جن سے وہ مصر، شام، حبشہ میں تجارت کرتے تھے[1]

ابن ہشام لکھتے ہیں کہ جناب خدیجہ ایک شریف اور مالدار عورت تھیں وہ ایسی سرمایہ دار تھیں کہ جو تجارت کیا کرتی تھیں، بہت سے افراد ان کے یہاں ملازمت کرتے تھے، جو آپ کے لئے تجارت کیا کرتے تھے[2]

یہ واضح رہے کہ اتنے بڑے کاروبار کو چلانا اور وہ بھی اس زمانے میں اور بالخصوص جزیرۃ العرب میں کوئی معمولی کام نہ تھا اور وہ بھی ایک عورت کے لئے اور اس زمانے میں جب کہ عورتیں تمام اجتماعی حقوق سے محروم تھیں اور بہت سنگدل مرد اپنی بے گناہ لڑکیوں کو زندہ دفن کر دیتے تھے، لامحالہ یہ بزرگوار عورت ایک غیر عادی ذہن اور شخصیت اور استقلال نفسانی کی مالک ہونی چاہیئے کہ جس کے پاس کافی معلومات ہوں گے تاکہ وہ اتنی بڑی وسیع و عریض تجارت کو چلا سکے۔

---

[1] بحار الانوار۔ ج ۱۶۔ ص ۲۲۔

[2] سیرۃ ابن ہشام۔ ج ۱۔ ص ۱۹۹۔

مستقل مزاج عورت

جناب خدیجہ کی روشن زندگی کا برجستہ نکتہ آپ کا جناب رسول خداؐ سے ازدواج کا قصہ ہے، جب آپ کے پہلے اور دوسرے شوہر وفات پا گئے تو آپ میں ایک مستقل مزاجی اور مخصوص قسم کی آزادی پیدا ہو گئی، آپ عاقل ترین اور رشید ترین مردوں سے جو تجارت میں ماہر تھے شادی کرنے پر بھی حاضر نہیں ہوتی تھیں حالانکہ آپ سے شادی کرنے کے خواہشمندوں میں خاندانی لحاظ سے نجیب اور بہت زیادہ سرمایہ دار ہوتے تھے اور اس بات پر تیار رہتے کہ آپ کے لئے بہت زیادہ گراں مہر ادا کر کے بھی شادی کر لیں لیکن آپ بہت سختی سے شادی کی مخالفت کیا کرتی تھیں۔ لیکن دلچسپ و جاذب نظر نکتہ یہ ہے کہ یہی خدیجہ جو اشراف عرب اور سرمایہ داروں سے شادی کرنے پر تیار نہ ہوتی تھیں، کمال شوق اور فراخ دلی سے جناب محمدؐ کے ساتھ جو یتیم اور تہی دست تھے شادی کر لیتی ہیں۔

جناب خدیجہ ان عورتوں میں سے نہ تھی کہ جس کا چاہنے والا کوئی نہ ہو بلکہ تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے خواستگار بڑی شخصیت کے مالک اور معزز لوگ تھے بلکہ بادشاہ اور سرمایہ دار آپ کے پاس شادی کرنے کی خواہش لے کر آتے اور آپ ان سے شادی کرنے پر راضی نہ ہوتی تھیں، لیکن پیغمبر علیہ السلام کے ساتھ ازدواج کرنے پر نہ فقط راضی ہوئیں بلکہ خود انہوں نے بہت زیادہ اصرار اور علاقہ مندی سے اس کی پیش کش کی اور حق مہر کو بھی اپنے مال سے ہی قرار دیا جب کہ یہی چیز آپ کے لئے استہزاء اور سرزنش کا باعث بھی بنی۔

جب کہ دیکھا یہ جاتا ہے کہ عورتیں اکثر مال اور زندگی کی آرائش اور تجملات سے بہت

زیادہ دلچسپی رکھتی ہیں اور ان کی انتہائی خواہش ہوتی ہے کہ مال دار اور آبرومند شوہر انہیں نصیب ہو تاکہ اس کے گھر میں آرام اور عیش اور نوش کی زندگی بسر کریں تو یہ چیز واضح ہو جاتی ہے کہ جناب خدیجہ شادی کرنے میں کوئی اعلیٰ فکر اور سوچ رکھتی تھیں اور کسی غیر معمولی برجستہ شوہر کے انتظار میں تھیں، معلوم ہوتا ہے کہ جناب خدیجہ مال دار شوہر نہیں چاہتی تھیں بلکہ وہ کسی روحانی لحاظ سے برجستہ شخصیت کی تلاش میں تھیں کہ جو اس جہاں کو بدبختی اور جہالت کے گرداب سے نجات دینے والا ہو۔

تاریخ ہمیں بتلاتی ہے کہ جناب خدیجہ نے بعض دانشمندوں سے سن رکھا تھا کہ جناب محمدؐ پیغمبر آخر الزمان ہوں گے اور آپ کو اس مطلب سے عقیدت بھی ہو چکی تھی جب آپ نے جناب محمدؐ کو اپنی تجارت کا امین منتخب کیا اور شاید ایسا بھی امتحان لینے کے لئے کیا ہو تاکہ دانشمندوں کی پیش گوئی کو اس ذریعے سے آزما سکیں تو اپنے غلام میسرہ کو تجارت کے سفر کا ناظر قرار دیا اور اس غلام نے آکر اس سفر کے دوران جناب محمدؐ کے واقعات اور حوادث عجیبہ کو جناب خدیجہ کے سامنے نقل کیا تب اس نجیب اور شریف عورت نے اپنی مطلوب وگمشدہ شخصیت اور متاع کو پالیا تھا اسی لئے جناب خدیجہ نے خود آنحضورؐ کے سامنے اظہار کر دیا کہ اے محمدؐ میں نے تجھے شریف اور امین اور خوش خلق اور سچا پایا ہے میری خواہش ہے کہ میں آپ سے شادی کر دوں۔

جناب محمدؐ نے اس واقعہ کا ذکر اپنے چچاؤں سے کیا وہ خواستگاری کی غرض سے جناب خدیجہ کے چچا کے پاس گئے اور اپنے مقصد کا ایک خطبے کے درمیان اظہار کیا جناب خدیجہ کے چچا ایک دانشمند انسان تھے چاہتے تھے کہ اس کا جواب دیں لیکن اچھی طرح بات نہ کر سکے تو خود جناب خدیجہ فرط شوق سے فصیح زبان سے

گویا ہوئیں اور کہا اے چچا گرچہ آپ گفتگو کرنے میں مجھ سے سزاوار تر ہیں لیکن آپ مجھ سے زیادہ صاحب اختیار نہیں ہیں اس کے بعد کہنے لگیں:

اے محمدؐ میں اپنی تزویج آپ سے کر رہی ہوں اور اپنا حق مہر میں نے اپنے مال میں قرار دیا ہے آپ اپنے چچا سے کہہ دیں کہ عروسی کے ولیمہ کے لئے اونٹ ذبح کریں۱ه

تاریخ کہتی ہے کہ جناب خدیجہ نے اپنے چچازاد بھائی ورقہ ابن نوفل کو واسطہ قرار دیا تاکہ وہ آپ کی شادی جناب محمدؐ سے کرا دیں۔ جب ورقہ نے جناب خدیجہ کو یہ بشارت سنائی کہ میں نے جناب محمدؐ اور ان کے رشتہ داروں کو آپ سے شادی کرنے پر راضی کر لیا ہے تو جناب خدیجہ نے اس کی اس بہت بڑی خدمت پر اسے ایک خلعت عطا کیا کہ جس کی قیمت پانچ سو اشرفی تھی۔

جب جناب محمدؐ آپ کے گھر سے باہر نکلنے لگے تو جناب خدیجہ نے عرض کی کہ میرا گھر آپ کا گھر ہے اور میں آپ کی کنیز ہوں، آپ جس وقت چاہیں اس گھر میں تشریف لائیں۲ه

پیغمبر علیہ السلام کے لئے یہ شادی بہت اہمیت کی حامل تھی کیونکہ ایک طرف تو آپ خود فقیر اور خالی ہاتھ تھے، اسی وجہ سے اور دوسری بعض وجوہ سے آپ پچیس سال کی عمر تک شادی نہ کر سکے تھے، اور دوسری طرف آپ کے پاس کوئی گھر نہ تھا اور تنہا تھے اور تنہائی کا آپ کو احساس ہوا کرتا تھا، اس مبارک شادی سے آپ کا فقر دور ہو گیا اور آپ کو ایک بہترین مشیر و غمگسار بھی مل گیا۔

۱ه تذکرۃ الخواص۔ ص ۳۰۲۔ بحار الانوار۔ ج ۱۶۔ ص ۱۲۔

۲ه بحار الانوار۔ ج ۱۶۔ ص ۶۵۔

فداکار عورت

جی ہاں جناب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور جناب خدیجہ نے باصفا اور گرم زندگی کی بنیاد ڈالی۔

پہلی عورت جو جناب رسول خداؐ پر ایمان لائیں جناب خدیجہ تھیں، اس باعظمت خاتون نے اپنے تمام مال اور بے حساب ثروت کو بغیر کسی قید اور شرط کے جناب رسول خداؐ کے اختیار میں دے دیا، جناب خدیجہ ان کوتاہ فکر عورتوں میں سے نہ تھیں جو معمولی مال اور استقلال کے دیکھنے سے اپنے شوہر کی پرواہ نہیں کرتیں اور اپنے مال کو شوہر پر خرچ کرنے سے دریغ کرتی ہیں۔ جناب خدیجہ پیغمبر علیہ السلام کے عالی مقصد سے باخبر تھیں اور آپ سے عقیدت بھی رکھتی تھیں لہذا اپنے تمام مال کو آنحضرتؐ کے اختیار میں دے دیا اور کہا کہ آپ جس طرح مصلحت دیکھیں اس کو خدا کے دین کی ترویج اور اشاعت میں خرچ کریں۔

ھشام نے لکھا ہے کہ جناب رسول خداؐ کو جناب خدیجہ سے بہت زیادہ محبت تھی اور آپ ان کا احترام کرتے تھے اور اپنے کاموں میں ان سے مشورہ لیتے تھے وہ اور رشید اور روشن فکر خاتون آپ کے لئے ایک اچھا وزیر اور مشیر تھیں پہلی عورت جو آپ پر ایمان لائیں جناب خدیجہ تھیں، جب تک آپ زندہ رہیں جناب رسول خداؐ نے دوسری شادی نہیں کی[1]

جناب رسول خداؐ فرمایا کرتے تھے کہ جناب خدیجہ اس امت کی عورتوں میں سے بہترین عورت ہیں[2]

---

[1] [2] تذکرۃ الخواص سبط ابن جوزی ۔ چھاپ نجف ۱۳۸۳ھ ۔ ص ۳۰۲ ۔

جناب عائشہ فرماتی ہیں کہ جناب پیغمبر علیہ السلام جناب خدیجہ کا اتنی اچھائی سے ذکر کرتے تھے کہ ایک دن میں نے عرض کر ہی دیا کہ یا رسول اللہؐ خدیجہ ایک بوڑھی عورت تھیں اللہ تعالی نے اس سے بہتر آپ کو عطا کی ہے۔ پیغمبر اسلامؐ غضبناک ہوئے اور فرمایا خدا کی قسم اللہ نے اس سے بہتر مجھے عطا نہیں کی، خدیجہ اس وقت ایمان لائیں جب دوسرے کفر پر تھے، اس نے میری اس وقت تصدیق کی جب دوسرے میری تکذیب کرتے تھے اس نے بلاعوض اپنا مال میرے اختیار میں دے دیا جب کہ دوسرے مجھے محروم رکھتے تھے، خدا نے میری نسل اس سے چلائی ـــــ جناب عائشہ کہتی ہیں کہ میں نے مصمم ارادہ کر لیا کہ اس کے بعد خدیجہ کی کوئی برائی نہیں کروں گی[1]

روایات میں وارد ہوا ہے کہ جب جبرئیل پیغمبرؐ پر نازل ہوتے تھے تو عرض کرتے تھے کہ خدا کا پیغام جناب خدیجہ کو پہنچا دیجئے اور ان سے کہہ دیجئے کہ بہت خوبصورت قصر بہشت میں تمہارے لئے بنایا گیا ہے[2]

اسلام کا پہلا خانوادہ

اسلام میں پہلا گھر اور کنبہ کہ جس کی بنیاد پڑی وہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور خدیجہ کا گھر تھا، اس گھر کا خانوادہ تین افراد پر مشتمل تھا۔ جناب رسول خداؐ، جناب خدیجہ اور حضرت علی علیہم السلام، یہ گھر انقلاب اسلامی کہ جو عالمی انقلاب کا مرکز تھا اس پر بہت زیادہ ذمہ داری عاید ہوتی تھی اس کے وظائف بہت زیادہ سخت تھے کیونکہ اسے کفر اور بت پرستی سے نبرد آزما ہونا تھا۔

---

[1] تذکرۃ الخواص ۔ ص ۳۰۳ ۔

[2] تذکرۃ الخواص ۔ ص ۳۰۲ ۔

توحید کے دین کو دنیا میں پھیلانا تھا، تمام عالم میں ایک گھر کے سوا اور کوئی اسلامی گھر موجود نہ تھا، لیکن توحید کی پہلی چھاؤنی کے فداکار سپاہیوں کا مصمم یہ ارادہ تھا کہ دنیا (والوں) کے دلوں کو فتح کر کے ان پر عقیدۂ توحید کا پرچم لہرائیں گے ۔ یہ طاقتور چھاؤنی ہر قسم سے لیس اور مسلح تھی، جناب رسول خداؐ ان کے سردار تھے کہ جن کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے محمدؐ تو خلق عظیم کا مالک ہے[۳۱]

آپ جناب خدیجہ کو بہت چاہتے تھے اور ان کا احترام کرتے تھے، یہاں تک کہ ان کی سہیلیوں کو معزز سمجھتے تھے ۔

انس کہتے ہیں کہ جب کبھی آپؐ کے لئے ھدیہ لایا جاتا تھا تو آپؐ فرماتے کہ اسے فلاں عورت کے گھر لے جاؤ کیونکہ وہ جناب خدیجہ کی سہیلی تھیں[۳۲]

اس گھر کی داخلی مدبر اور سردار جناب خدیجہ تھیں وہ جناب رسول خداؐ کے مقصد اور مقدس ہدف پر پورا ایمان رکھتی تھیں اور اس مقدس ہدف تک پہنچنے کے لئے کسی بھی کوشش اور فداکاری سے دریغ نہیں کرتی تھیں ۔ اپنی تمام دولت کو جناب رسول خداؐ کے اختیار میں دے رکھا تھا اور عرض کیا تھا کہ یہ گھر اور اس کا تمام مال آپ کا ہے اور میں آپ کی کنیز اور خدمت گزار ہوں مصیبت کے وقت جناب رسول خداؐ کو تسلی دیا کرتیں، اور ہدف تک پہنچنے کی امید دلایا کرتیں، اگر کفار آپ کو آزار اور تکالیف پہنچاتے اور آپ گھر میں داخل ہوتے تو آپؐ جناب خدیجہ کی محبت اور شفقت کی وجہ سے تمام پریشانیوں کو فراموش کر دیتے تھے، سخت حوادث اور مشکلات میں اس باہوش اور رشید خاتون سے مشورہ کیا کرتے تھے ۔

---

[۳۱] سورۂ قلم آیت ۴ ۔

[۳۲] سفینۃ البحار، ج ۱، ص ۳۸۰ ۔

جی ہاں! اس مہر و محبت کے ماحول کے بعد پیغمبرؐ کا ارادہ مستحکم ہو جاتا تھا اس قسم کے فداکار ماں باپ کے باصفا گھر اور گرم خانوادگی میں جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا متولد ہوئیں ۔

آسمانی دستور

ایک دن جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابطح میں بیٹھے ہوئے تھے کہ جبرئیل نازل ہوئے اور عرض کی کہ خداوند عالم نے آپ پر سلام بھیجا ہے اور فرمایا ہے کہ چالیس دن رات آپ جناب خدیجہ سے علیحدگی اختیار کر لیں اور عبادت اور تہجد میں مشغول رہیں، پیغمبر اسلامؐ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق چالیس دن تک جناب خدیجہ کے گھر نہ گئے اور اس مدت میں رات کو نماز اور عبادت میں مشغول رہتے تھے اور دن میں روزے رکھتے تھے ۔

آپؐ نے عمار کے توسط سے جناب خدیجہ کو پیغام بھیجا کہ اے معزز خاتون میرا تم سے کنارہ کشی کرنا کسی دشمنی اور کدورت کی وجہ سے نہیں ہے تم پہلے کی طرح میرے نزدیک معزز اور محترم ہو بلکہ اس علیحدگی اور کنارہ گیری میں پروردگار کے حکم کی پیروی کر رہا ہوں، خدا مصالح سے آگاہ ہے اے خدیجہ تم بزرگوار خاتون ہو اللہ تعالیٰ ہر روز کئی مرتبہ تیرے وجود سے اپنے فرشتوں پر فخر کرتا ہے، رات کو گھر کا دروازہ بند کر کے اپنے بستر پر آرام کیا کرو میں اللہ کے حکم کا منتظر ہوں میں اس مدت میں فاطمہ بنت اسد کے گھر رہوں گا ۔

جناب خدیجہ پیغمبر اسلامؐ کی ہدایات کے مطابق عمل کرتیں، لیکن اس مدت میں اپنے محبوب کی جدائی میں غمگین رہتے ہوئے رویا کرتیں ۔

جب اسی طرح چالیس دن مکمل ہو گئے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرشتہ نازل ہوا

اور بہشت سے غذا لایا اور عرض کی آج رات اس بہشتی غذا کو تناول کیجئے۔ رسول خداؐ نے اس روحانی اور بہشتی غذا سے افطار کیا جب آپ نماز اور عبادت کے لئے کھڑے ہوئے تو جبرئیل نازل ہوئے اور عرض کی اے رسول اکرمؐ آج رات مستحبی نماز کو رہنے دیجئے اور جناب خدیجہ کے پاس تشریف لے جایئے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارادہ کر رکھا ہے کہ آپ کے صلب سے ایک پاکیزہ بچہ خلق فرمائے۔

پیغمبر اکرمؐ جلدی میں جناب خدیجہ کے گھر کی طرف روانہ ہوئے۔ جناب خدیجہ فرماتی ہیں کہ اس رات بھی میں حسب معمول دروازہ بند کر کے اپنے بستر پر آرام کر رہی تھی کہ اچانک دروازہ کھٹکھٹانے کی آواز آئی۔ میں نے کہا کون ہے؟ سوائے محمدؐ کے کسی کو سزاوار نہیں کہ وہ دروازہ کھٹکھٹائے۔ پیغمبر علیہ السلام کی دلنشیں آواز میرے کانوں میں آئی کہ آپ فرما رہے تھے کہ دروازہ کھولو، میں محمدؐ ہوں۔ میں نے جلدی سے دروازہ کھولا آپ خندہ پیشانی کے ساتھ گھر میں داخل ہوئے اور بہت زیادہ وقت نہیں گزرا تھا کہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کا نور باپ کے صلب سے ماں کے رحم میں منتقل ہوا[1]

حمل کا زمانہ

جناب خدیجہ میں آہستہ آہستہ حاملہ ہونے کے آثار نمودار ہونے لگے اور خدیجہ کو تنہائی کے درد و رنج سے نجات مل گئی اور آپ اس بچے سے جو آپ کے شکم مبارک میں تھا مانوس رہنے لگیں۔

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جب سے جناب خدیجہ نے جناب رسول خداؐ

---

[1] بحار الانوار، ج ۱۶، ص ۷۸۔

سے شادی کی تھی تب سے مکہ کی عورتوں نے آپ سے روابط آمد و رفت اور سلام و دعا ختم کر دیئے تھے اور ان کی یہ کوشش ہوتی تھی کہ آپ کے گھر میں کوئی بھی عورت نہ آنے پائے۔ مکہ کی بڑی شخصیت کی مالک خواتین نے جناب خدیجہ کو تنہا چھوڑ کر آپ سے الفت و محبت کو ختم کر دی تھی اسی وجہ سے آپ اندوہناک اور غمناک رہتی تھیں اور آہستہ آہستہ آپ تنہائی سے مانوس ہو گئی تھیں، لیکن جب سے جناب فاطمہؑ سے حاملہ ہوئی تھیں تو آپ کو تنہائی کے غم سے نجات مل گئی تھی اور آپ اس بچے سے جو آپ کے شکم مبارک میں تھا مانوس رہنے لگیں تھیں اور اسی سے راز و نیاز کر کے خوش و خرم رہتی تھیں۔

جناب جبرئیل حضرت محمدؐ اور جناب خدیجہ کو بشارت دینے کے لئے نازل ہوئے اور کہا یا رسول اللہ وہ بچہ جو جناب خدیجہ کے شکم مبارک میں ہے وہ ایک باعظمت لڑکی ہے کہ جس سے تیری نسل قائم رہے گی اور وہ دین کے ان پیشواؤں اور اماموں کی کہ جو وحی کے خاتمے کے بعد تیرے جانشین ہوں گے ماں ہوگی۔ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی اس بشارت کو جناب خدیجہ سے بیان کیا اور اس خبر سے جو دل کو خوش کرنے والی تھی آپ کو خوشنود کیا[1]

جی ہاں! وہ خدیجہ کہ جس نے توحید اور خدا پرستی کے لئے اپنا سب کچھ قربان کر دیا تھا اور ہر قسم کی محرومی اور سختی کو برداشت کرنے پر تیار ہو گئی تھیں اور اپنی بے پناہ دولت کو اسی مقدس غرض کے لئے وقف کر رکھا تھا اپنے دوست اور غمگسار چھوڑ چکی تھیں، جناب محمدؐ اور ان کے بزرگ مقدس ہدف کو سوائے اللہ کے ہر چیز پر ترجیح دیتی تھیں، جب آپ نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک زبان سے

---

[1] دلائل الامامہ۔ ص ۸۔

اس قسم کی بشارت سنی کہ جس سے اللہ تعالیٰ نے اسے اس قسم کی بڑی سعادت سے نوازا کہ جس سے دین کے معصوم پیشوا پیدا ہوں گے تو آپ کا دل خوشی سے باغ باغ ہو گیا۔ اور آپ کی فداکاری کی حس کو اس سے زیادہ تحریک ملی اور اپنے خدا اور اس بچے سے جو ان کے شکم مبارک میں تھا مانوس رہنے لگیں۔

ولادت فاطمہؑ

جناب خدیجہ کی حاملگی کی مدت ختم ہوئی اور ولادت کا وقت آپہنچا، جناب خدیجہ دردِ زہ میں تڑپ رہی تھیں اسی دوران کسی کو اپنی سابقہ سہیلیوں اور قریش کی عورتوں کے پاس روانہ کیا اور پیغام دیا کہ پرانے کینہ کو فراموش کر دو اور اس خطرناک موقع پر میری فریادرسی کرو اور بچے کی ولادت میں میری مدد کو آؤ، تھوڑی دیر کے بعد وہ شخص روتے ہوئے جناب خدیجہ کے پاس واپس آیا اور کہا کہ جس کے گھر کا دروازہ میں نے کھٹکھٹایا اس نے مجھے اندر نہیں آنے دیا اور تمہاری خواہش کو رد کرتے ہوئے سب نے یک زبان کہا کہ خدیجہ سے کہہ دو کہ تم نے ہماری نصیحت قبول نہ کی تھی اور ہماری مرضی کے خلاف ایک فقیر یتیم سے شادی کر لی تھی اس لئے نہ ہم تمہارے گھر آسکتے ہیں اور نہ تمہاری مدد کر سکتے ہیں۔

جب جناب خدیجہ نے کینہ پرور عورتوں کا یہ زبانی زخم لگانے والا پیغام سنا تو تمام سے چشم پوشی کرتے ہوئے اپنے خالق دوجہان خدا کی طرف متوجہ ہو گئیں اس وقت اللہ کے فرشتے اور جنت کی حوریں اور آسمانی عورتیں آپ کی مدد کے لئے آئیں اور آپ اللہ تعالیٰ کی غیبی مدد سے بہرہ ور ہوئیں اور جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا نے جو آسمان نبوت کا چمکتا ہوا ستارہ تھا اس جہان میں قدم رکھا اور اپنے نور ولایت سے مشرق و مغرب کو روشن

اور منور کر دیا۔[۱]

پیدائش کی تاریخ

جناب فاطمہؑ کی پیدائش کی تاریخ میں علماء کے درمیان اختلاف ہے لیکن علماء شیعہ کے درمیان مشہور ہے کہ آپ جمعہ کے دن بیس[۲] جمادی الثانی بعثت کے بعد پانچویں سال میں پیدا ہوئیں۔

اگرچہ اکثر سنی علماء نے آپ کی پیدائش کو بعثت کے پہلے بتلایا ہے جناب عبدالرحمٰن بن جوزی تذکرۃ الخواص کے ص۳۰۶ پر رقمطراز ہے کہ تاریخ نویسوں نے لکھا ہے کہ جناب فاطمہؑ اس سال متولد ہوئیں کہ جس سال قریش مسجد الحرام کی تعمیر میں مشغول تھے یعنی بعثت سے پانچ سال پہلے۔

محمد بن یوسف حنفی نے اپنی کتاب درالسمطین کے ص۱۷۵ پر لکھا ہے کہ فاطمہؑ اس سال متولد ہوئیں کہ جس سال قریش خانہ کعبہ کی تعمیر میں مشغول تھے اور اس وقت پیغمبر علیہ السلام کا سن مبارک پینتیس سال کا تھا۔

ابوالفرج مقاتل الطالبین کے ص۳۰ پر لکھتے ہیں کہ فاطمہؑ بعثت سے پہلے اس سال متولد ہوئیں کہ جس سال خانہ کعبہ تعمیر ہوا۔

مجلسیؒ نے بحارالانوار کی جلد ۴۳ کے ص۲۱۳ پر لکھا ہے کہ ایک دن عبداللہ بن حسن خلیفہ ہشام بن عبدالملک کے دربار میں گئے کہ جہاں پہلے سے اس دربار میں کلبی بھی موجود تھا ہشام نے عبداللہ سے کہا کہ فاطمہؑ کی کتنی عمر تھی؟ عبداللہ نے اس کے جواب میں کہا تیس سال، ہشام نے یہی سوال بعینہ کلبی سے کیا تو اس نے جواب میں کہا،

---

[۱] دلائل الامامہ۔ ص ۸۔ بحارالانوار۔ ج ۴۳ ص ۳ اور ج ۱۶ ص ۸۰۔

پینتیس سال۔ ھشام جناب عبداللہ کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا کہ آپ نے کلبی کی بات سنی؟ کلبی کی معلومات نسب کے بارے میں خامی ہیں ـــــ جناب عبداللہ نے جواب دیا اے امیر المومنین میری ماں کا حال آپ مجھ سے پوچھیں اور کلبی کی ماں کے حالات اس سے۔

لیکن شیعہ علما کی اکثریت نے جیسے ابن شہر آشوب نے جلد ۳ کے ص ۳۵۷ پر، کلینیؒ نے کافی کی جلد ۱ ص ۴۵۸ پر، مجلسیؒ نے بحار الانوار کی جلد ۴۳ کے ص ۹۵ پر اور حیات القلوب کی جلد ۲ کے ص ۱۴۹ پر، محدث قمی نے منتہی الامال کی جلد ۱ کے ص ۹۷ پر، محمد تقی سپہر نے ناسخ التواریخ کے ص ۱۰ پر، علی ابن عیسیٰ نے کشف الغمہ کی جلد ۲ کے ص ۷۵ پر، طبری نے دلائل الامامۃ کے ص ۱۰ پر، فیض کاشانی نے وافی کی جلد ۱ کے ص ۱۷۳ پر ان تمام علما اور دوسرے دیگر علما نے لکھا ہے کہ جناب فاطمہؑ بعثت کے پانچ سال بعد متولد ہوئیں ان علما کا مدرک و دلیل وہ روایات ہیں جو انہوں نے آئمہ اطہار سے نقل کی ہیں۔

ابو بصیر نے روایت کی ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ فاطمہ سلام اللہ علیہا بیس جمادی الثانی کو جب کہ پیغمبر اکرمؐ کی پینتالیس سال کی عمر مبارک تھی اس دنیا میں تشریف لائیں، آٹھ سال تک باپ کے ساتھ مکہ میں رہیں، دس سال تک باپ کے ساتھ مدینہ میں زندگی گزاری باپ کے بعد پچھتر ۷۵ دن زندہ رہیں اور تین جمادی الثانی گیارہ ہجری کو وفات پاگئیں۔

لیکن قارئین پر یہ بات مخفی نہیں ہے کہ آپ کی وفات کا تین جمادی الثانی کو ہونا آپ کا پیغمبرؐ کے بعد پچھتر دن زندہ رہنے کے ساتھ درست قرار نہیں پاتا بلکہ پیغمبرؐ کے بعد ۹۵ دن زندہ رہنا معلوم ہوتا ہے لہذا ہو سکتا ہے کہ سبعین عربی میں کہ جس کے معنی ستر کے ہیں لفظ تسعین سے کہ جس کے معنی نوّے کے ہیں اشتباہ میں نقل کیا گیا ہو۔

حبیب سجستانی کہتے ہیں کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے سنا کہ آپ نے فرمایا کہ جناب فاطمہؑ دختر پیغمبر اسلامؐ، رسول اللہؐ کی بعثت کے پانچ سال بعد متولد ہوئیں اور

آپ کی وفات کے وقت اٹھارہ سال پچھتر دن عمر مبارک کے گزر چکے تھے، یہ اصول کافی کی جلد ۱ ص ۴۵۷ پر موجود ہے۔ ایک روایت کے مطابق آپ کی شادی نو سال کی عمر میں کی گئی۔

سعید بن مسیب نے کہا ہے کہ میں نے زین العابدین علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی کہ پیغمبر علیہ السلام نے جناب فاطمہؑ کی شادی حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ کس سن میں کی تھی آپؑ نے فرمایا ہجرت کے ایک سال بعد، اس وقت حضرت فاطمہؑ نو سال کی تھیں، یہ روضہ کافی طبع نجف اشرف ۱۳۸۵ ہجری کے ص ۲۸۱ پر موجود ہے۔

اس قسم کی احادیث سے مستفاد ہوتا ہے کہ جناب فاطمہؑ رسول خداؐ کی بعثت کے بعد متولد ہوئیں۔ صاحب کشف الغمہ ـــــ نے ایک روایت نقل کی ہے کہ جس میں دو متضاد چیزوں کو جمع کر دیا ہے کیونکہ انہوں نے نقل کیا کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ جناب فاطمہؑ رسول اللہؐ کی بعثت کے پانچ سال بعد متولد ہوئیں اور وہ وہ سال تھا کہ جس میں قریش خانہ کعبہ تعمیر کرنے میں مشغول تھے اور آپ کی عمر وفات کے وقت اٹھارہ سال پچھتر دن تھی۔ یہ کشف الغمہ کی جلد ۲ ص ۷۵ پر موجود ہے۔

آپ خود ملاحظہ کر رہے ہیں کہ اس حدیث میں واضح تناقض موجود ہے کیونکہ ایک طرف تو اس میں یہ کہا گیا ہے کہ جناب فاطمہؑ رسول کی بعثت کے پانچ سال بعد متولد ہوئیں اور وفات کے وقت آپ کی عمر اٹھارہ سال و پچھتر دن تھی اور دوسری طرف اسی روایت میں یہ کہا گیا ہے کہ آپ کی ولادت کے وقت قریش خانہ کعبہ تعمیر کر رہے تھے۔ یہ دونوں مطلب جمع نہیں ہو سکتے کیونکہ خانہ کعبہ کی تعمیر و تجدید پیغمبر علیہ السلام کی بعثت کے پانچ سال پہلے ہوئی تھی نہ بعثت کے بعد۔

بہرحال اس حدیث میں اشتباہ ہوا ہے لفظ قبل البعثۃ کو بعد البعثۃ نقل کیا گیا ہے یا قریش تبنی البیت، یعنی قریش خانہ کعبہ کی تعمیر کر رہے تھے کا جملہ راوی نے اپنی طرف

سے اضافہ کر دیا ہے کہ جسے امام علیہ السلام نے نہیں فرمایا ہوگا۔ کفعمی نے مصباح میں لکھا ہے کہ فاطمہؑ جمعہ کے دن بیس جمادی الثانی بعثت کے دوسرے سال دنیا میں تشریف لائیں یہ بحارالانوار جلد ۴۳ کے صہ ۹ پر بھی موجود ہے۔

ان اقوال کے نقل کرنے سے یہ واضح ہو گیا کہ علماء اسلام کے درمیان جناب فاطمہؑ کی ولادت کے سلسلے میں بہت زیادہ اختلاف ہے لیکن چونکہ اہلبیت کے افراد آپ کی ولادت بعثت کے پانچ سال بعد مانتے ہیں لہذا ان کا قول سنی تاریخ نویسوں پر مقدم ہوگا۔ کیونکہ ائمۂ اطہار اور پیغمبر کے اہلبیت اور حضرت زہراؑ کی اولاد دوسروں کی نسبت اپنی والدہ کے سن اور عمر مبارک سے زیادہ باخبر ہیں۔

اگر کوئی یہاں یہ اعتراض اٹھائے کہ جناب خدیجہ نے بعثت کے دسویں سال میں وفات پائی ہے اور اس وقت آپ کی عمر پینسٹھ سال تھی لہذا جناب فاطمہؑ کی ولادت اگر بعثت کے پانچ سال بعد مانی جائے تو لازم آئے گا کہ جناب خدیجہ انسٹھ سال کی عمر میں جناب فاطمہؑ سے حاملہ ہوئی ہوں جو قابل قبول نہیں ہے، کیا اس عمر میں حاملہ ہونا تسلیم کیا جا سکتا ہے؟۔

اس اعتراض کا جواب دیا جا سکتا ہے، پہلے تو یہ کہ یہ قطعی نہیں کہ آپ کی عمر وفات کے وقت پینسٹھ سال کی تھی بلکہ ابن عباس کے قول کے مطابق آپ کی عمر جناب فاطمہؑ سے حاملہ ہونے کے وقت اڑتالیس سال کی بنتی ہے کیونکہ ابن عباس نے فرمایا ہے کہ جناب خدیجہ نے اٹھائیس سال کی عمر میں جناب رسول خداؐ کے ساتھ شادی کی تھی جیسے کشف الغمہ کی جلد ۲ کے ص۱۳۹ پر مرقوم ہے، ابن عباس کا قول دوسروں پر مقدم ہے کیونکہ پیغمبر اسلام کے رشتہ دار ہیں اور آپ کے داخلی امور کو دوسروں کی بہ نسبت بہتر جانتے ہیں۔

اس روایت کی رو سے جناب خدیجہ جناب رسول خدا کی بعثت کے وقت

تینتالیس سال کی عمر میں ہوں گی اور جب جناب فاطمہؑ کا تولد پانچویں بعثت میں ہو تو جناب خدیجہ کی عمر اس وقت اڑتالیس سال کی ہوگی کہ جس میں عورت کا حاملہ ہونا عادی ہوا کرتا ہے۔

اگر ہم ابن عباس کے قول کو تسلیم نہ کریں تب بھی جواب دیا جا سکتا ہے کہ اگر جناب خدیجہ نے جیسے کہ مشہور ہے چالیس سال کی عمر میں جناب رسول خداؐ کے ساتھ شادی کی تھی اور آپ کی عمر جناب فاطمہؑ سے حاملہ ہونے کے وقت انسٹھ ۵۹ سال کی ہو گی تو بھی یہ عمر قریش کی عورتوں کے لئے حاملہ ہونے کی عادت کے خلاف نہیں ہے، کیونکہ تمام فقہاء نے لکھا ہے کہ قریش کی عورتیں ساٹھ سال تک صاحب عادت رہتی ہیں اور اس وقت تک حاملہ ہو سکتی ہیں اور یہ بھی واضح ہے کہ جناب خدیجہ قریش خاندان کی ایک اعلی فرد تھیں۔

اگرچہ یہ ٹھیک ہے کہ عورت کا اس سن میں حاملہ ہونا بہت نادر اور کم ہوا کرتا ہے لیکن ـــــ محال نہیں ہے بلکہ اس کی مثال اس دنیا میں بھی موجود ہے، جیسے ایک عورت کہ جس کا نام اکرم موسوی تھا، بندر عباس کے سرخون نامی جگہ پر اس نے توأم دو بچے جنے اور اس کی عمر اس وقت پینسٹھ سال کی تھی اور اس کے شوہر کی عمر چوہتر سال تھی۔ روزنامہ اطلاعات کو ایک ڈاکٹر نے بتلایا کہ ہمیں پیدائش کی عمر کی ڈاکٹری لحاظ سے جو کم سے کم عمر بتلائی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ عورت چار سال اور ساتھ مہینے کی حاملہ ہوئی ہے اور سب سے زیادہ عمر کی ماں اس دنیا میں سرسٹھ سال کی ہو چکی ہے۔ یہ مطلب ایران کے اخبار اطلاعات کے ۲۸ بہمن ۱۳۵۱ سنہ شمسی میں موجود ہے۔

ایک عورت جس کا نام شوشنا ہے جو اصفہان کی رہنے والی تھی چھیاسٹھ سال کی عمر میں حاملہ ہوئی اور ایک لڑکے کو جنم دیا اس کے شوہر یحیی نامی نے اخبار نویسوں کو بتلایا کہ میرے اس عورت سے آٹھ بچے ہیں چار لڑکے اور چار لڑکیاں، سب سے چھوٹا

چھبیس سال کا ہے اور سب بڑا لڑکا پچاس سال کا ہے۔ اسے اخبار اطلاعات نے ۲۲ اردیبہشت سنہ ۱۳۵۱ شمسی کے پرچے میں نقل کیا ہے۔

اس کے بعد کیا مانع ہو سکتا ہے کہ جناب خدیجہ بھی انہیں کمیاب اور نادر افراد میں سے ایک ہوں کہ جو اس عمر میں حاملہ ہو گئی ہوں۔

آخر میں ایک اور نکتہ کی طرف متوجہ ہونا بھی ضروری ہے کہ جو اختلاف جناب فاطمہ زہرا کی ولادت کے سال میں موجود ہے اس کا اثر آپ کی عمر پر بھی پڑے گا اور آپ کی عمر میں شادی اور وفات کے وقت میں بھی فوراً اختلاف ہو جائے گا اسی واسطے اگر آپ کی پیدائش بعثت کے پانچ سال پہلے تسلیم کی جائے تو آپ کی عمر شادی کے وقت تقریباً اٹھارہ سال اور وفات کے وقت اٹھائیس سال ہو گی اور اگر آپ کی پیدائش بعثت کے پانچ سال بعد مانی جائے تو پھر آپ کی عمر شادی کے وقت نو سال اور وفات کے وقت اٹھارہ سال کی ہو گی۔

جناب رسول خداؐ اور جناب خدیجہ کی آرزو

خلقت کے اسرار میں سے ایک راز یہ ہے کہ ہر انسان چاہتا ہے کہ اس کی اولاد اور لڑکا ہو تا کہ اسے اپنی حسب منشا تربیت کرے اور اپنی یادگار چھوڑ جائے۔ انسان فرزند کو اپنے وجود کا باقی رہنا شمار کرتا ہے اور مرنے کے وقت آپ کو فنا اور ختم ہو جانا نہیں جانتا، لیکن وہ آدمی جس کا کوئی فرزند نہ ہو تو وہ اپنی زندگی کو مختصر اور موت کے آ پہنچنے سے اپنے آپ کو ختم سمجھتا ہے شاید پیدائش کو یوں سلسلہ نسل انسانی کی بقاء کا وسیلہ قرار دیا گیا ہو تا کہ نسل انسانی نابودی اور منقرض ہو جانے سے محفوظ رہ جائے۔

جی ہاں! پیغمبرؐ اور جناب خدیجہ بھی اس قسم کی تمنا رکھتے تھے، وہ خدیجہ جو خدا پرستی

اور بشریت کی نجات کے لئے کسی قربانی سے دریغ نہ کرتی تھیں اور پیغمبر کے مقدس ہدف کو آگے بڑھانے میں مال اور دولت اور رشتہ داروں اور دوستوں سے بھی قطع تعلقی سے گریز نہ کرتی تھیں، بغیر کسی قید و شرط کے جناب رسول خداؐ کی خواہشات کے سامنے سر تسلیم خم کر چکی تھیں یقیناً ان کی بھی یہ خواہش ہو گی کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صاحب فرزند ہوں تاکہ وہ دین اسلام کا حامی اور اس کی اشاعت اور ترویج میں اور اسے آنحضرت کے عالی ہدف تک پہنچانے میں کوشاں ہو۔

پیغمبر اسلام جانتے تھے کہ انسان کے لئے موت یقینی ہے آپ تھوڑی اور مختصر مدت میں اتنے بڑے ہدف کو بطور کامل جاری نہیں کر سکتے اور تمام جہان کے بشر کو گمراہی کے گرداب سے نہیں نکال سکتے فطری بات ہے کہ آپ کا دل بھی چاہتا ہو گا کہ ایسے ایثار کرنے والے افراد جو ان کی اپنی نسل سے ہوں موجود ہو جائیں۔

جناب محمد مصطفیٰؐ اور جناب خدیجہ اس قسم کی ضرور تمنا اور خواہش رکھتے ہوں گے لیکن افسوس کہ جو لڑکے آپ کے پیدا ہوئے تھے کہ جنہیں عبداللہ اور قاسم کے نام سے موسوم کیا گیا تھا وہ بچپن ہی میں فوت ہو گئے جتنا دکھ جناب رسول خداؐ اور جناب خدیجہ کو ان کی وفات سے ہوا تھا اتنا ہی ان کے دشمن خوش اور شاد ہوئے تھے کیونکہ وہ پیغمبر اسلام کی نسل کو ختم ہوتا دیکھ رہے تھے، کبھی دشمن آپ کو ابتر یعنی لاولد کے نام سے پکارتے تھے۔

جب آپ کے فرزند عبداللہ فوت ہوئے تو تو عاص بن وائل بجائے اس کے کہ آپ کو آپ کے فرزند کی موت پر تسلی دیتا مجمع عام میں آپ کو ابتر اور لاولد کہتا تھا اور کہتا تھا کہ جب محمدؐ مر جائیں گے تو ان کا کوئی وارث نہ ہو گا۔ وہ زبان کے زخم سے جناب پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اور جناب خدیجہ کا دل زخمی کیا کرتا تھا[1]

کوثر

خداوند عالم نے پیغمبر اکرمؐ کو بشارت دی کہ ہم آپ کو خیر کثیر عطا کریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے دشمنوں کے جواب میں سورہ کوثر کو نازل فرمایا اور اس میں فرمایا کہ اے محمدؐ ہم نے آپ کو کوثر عطا کیا پس تم خدا کے لئے نماز پڑھو اور قربانی دو، آپ کا دشمن ہی لاولد ہے نہ کہ آپ[2]۔

پیغمبر اسلامؐ کو یقین تھا کہ اللہ کا وعدہ کبھی غلط نہیں ہوتا مجھ سے پاکیزہ نسل اور اولاد وجود میں آئے گی جو تمام جہان کی نیکیوں کا سرچشمہ اور منبع ہوگی۔ جب اللہ تعالیٰ کا وعدہ پورا ہوا اور جناب فاطمہ زہراؑ دنیا میں تشریف لائیں اور آپ کے نور ولایت سے جہان روشن ہوا تو جناب رسول خداؐ کو اطلاع دی گئی کہ خداوند عالم نے جناب خدیجہ کو ایک لڑکی عنایت فرمائی ہے، آپ کا دل اس بشارت سے خوشی اور شادمانی سے لبریز ہوگیا، آپ لڑکی کے ہونے سے نہ صرف غمگین نہ ہوئے بلکہ اس وسیلے سے آپ کا دل مطمئن ہوگیا اور اللہ تعالیٰ کی خوشخبری کے آثار کا مشاہدہ فرمانے لگے۔

جی ہاں! پیغمبر اکرمؐ ان کوتاہ فکر اور جاہلیت کے زمانے کے ان نادانوں میں سے نہ تھے جو لڑکی کے وجود پر شرمندہ ہوتے تھے، اور غصے کو فرو کرنے کے لئے اس کی بے گناہ ماں کو گالیاں اور ظلم کا نشانہ بناتے تھے لوگوں

---

[1] سیرہ ابن ہشام۔ ج ۲۔ ص ۳۴۳۔ تفسیر جوامع الجامع ابو الفضل طبرسی ص ۵۴۹۔

[2] سورہ کوثر۔

سے منہ چھپاتے تھے[1]۔

پیغمبر اسلامؐ اس لئے مبعوث ہوئے تھے کہ لوگوں کے غلط رسم و رواج اور بیہودہ افکار کہ جس کی وجہ سے عورتوں کی قدر و قیمت کے قائل نہ تھے اور انہیں معاشرے کا فرد حساب نہ کرتے تھے اور بے گناہ لڑکیوں کو زندہ درگور کر دیتے تھے، سے مقابلہ اور مبارزہ کریں اور لوگوں کو بتا دیں کہ عورت بھی معاشرہ کی حساس فرد ہے اس پر بہت بڑا وظیفہ اور مسئولیت عائد ہوتی ہے وہ بھی معاشرہ کی عظمت اور ترقی کے لئے کوشش کرے اور ان وظائف کو جو اس کی خلقت کی مناسبت سے اس پر عائد کئے گئے بجا لائے۔

جی ہاں! اللہ تعالیٰ نے عملی طور سے عالم کی عورت کی قدر و قیمت سمجھائی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پیغمبر اسلامؐ کی ذریت اور پاک نسل کو ایک لڑکی میں قرار دیا اور اس طرح مقدر فرمایا کہ امام اور دین اسلام کے رہبر اور پیشوا تمام کے تمام جناب فاطمہ اطہر کی نسل سے وجود میں آئیں اللہ تعالیٰ نے اس طرح ان نادان لوگوں کے منہ پر جو لڑکی کو اپنی اولاد شمار نہیں کرتے تھے بلکہ اس کے وجود کو موجب عار اور ننگ سمجھتے تھے مضبوط طمانچہ مارا۔

ماں کا دودھ

جب جناب فاطمہ زہراؑ کو ایک پارچہ میں لپیٹ کر جناب خدیجہ کے دامن میں رکھا گیا تو آپ بہت خوش ہوئیں اور اپنے پستانوں کو اس تازہ مولود کے چھوٹے سے منہ میں دے کر اپنے عمدہ اور بہترین دودھ سے سیراب کیا اور ایک

---

[1] سورہ نحل آیہ ۵۸۔

ایسا رویہ تھا کہ جس سے جناب فاطمہؑ نے اچھی طرح نمو اور رشد پایا[51]

جی ہاں! جناب خدیجہ ان خود پسند اور نادان عورتوں میں سے نہ تھیں کہ جو بغیر کسی عذر اور بہانے کے اپنے نومولود کو ماں کے دودھ سے (کہ جسے اللہ تعالی نے مہیا کیا ہے) محروم کر دیتی ہیں۔ جناب خدیجہ کو خود علم تھا یا پیغمبر اسلامؐ سے سن رکھا تھا کہ بچوں کی غذا اور صحت کے لئے کوئی غذا بھی ماں کے دودھ کے برابر نہیں ہو سکتی کیونکہ ماں کا دودھ ہی اس کے باطنہ کی شیرزی اور اس کے خاص مزاج کے لئے کاملاً مناسب اور سازگار ہوا کرتا ہے جو بچے میں اللہ نے ودیعت کر رکھی ہے، بچہ نو مہینے تک ماں کے رحم میں ماں کی غذا اور ہوا اور خون میں شریک رہتا ہے اور بلا واسطہ ماں سے رزق حاصل کرتا ہے اسی لئے ماں کے دودھ کے اجزائے ترکیبی بچے کے مزاج سے کاملاً مناسب ہوتے ہیں اس کے علاوہ ماں کے دودھ میں کسی قسم کی ملاوٹ کا شائبہ نہیں ہو سکتا اور اس میں زچگی کے جراثیم جو بیماری کا موجب ہو سکتے ہیں نہیں ہوا کرتے[52]۔

جناب خدیجہ کو علم تھا کہ ماں کا پُر محبت دامن اور مہر مادری اور بچے کا ماں کے پستانوں سے دودھ پینا کون سے نقوش بچے کی آئندہ زندگی پر چھوڑتے ہیں سعادت اور نیک بختی میں کتنے قابل توجہ اثرات نقش بناتے ہیں اسی لئے آپ نے یہ اختیار کیا کہ جناب فاطمہ زہراؑ کو اپنی آغوش محبت میں پرورش اور تربیت کرے اور اپنے پاک دودھ " جو شرافت، نجابت، علم، فضیلت، بردباری، فداکاری، شجاعت کا منبع اور سرچشمہ ہے، سے غذا دے۔ سچ ہے مگر جناب خدیجہ کے دودھ کے علاوہ

---

[51] دلائل الامامہ۔ ص ۹۔

[52] وافی۔ ج ۳۔ ص ۲۰۶۔

کوئی اور دودھ اس قسم کا پاک عنصر اور شجاعت اور مزاج معرفت کی تربیت کر سکتا تھا کہ باغ نبوت کے پر برکت میوہ کو ثمر دار بنا دیتا؟

دودھ پینے کا زمانہ

جناب فاطمہ زہراؑ کے دودھ پینے کا زمانہ اور آپ کا بچپن بہت خطرناک ماحول اور اسلام کے انقلابی زمانے میں گزرا کہ جس نے بلا شک آپ کی حساس روح پر بہت شدید اثرات چھوڑے اس واسطے کہ دانشمندوں کے ایک گروہ کے نزدیک یہ مطلب پایۂ ثبوت کو پہنچ چکا ہے کہ بچے کی تربیت کا ماحول اور محیط اور اس کے ماں باپ کے افکار اس کی روح اور شخصیت پر کاملاً اثر انداز ہوتے ہیں اسی لئے ہم مجبور ہیں کہ ابتداء اسلام کے اوضاع اور حوادث کا بطور اجمال ذکر کریں تاکہ قارئین فوق العادہ اوضاع اور بحرانی دور کو ملاحظہ کر سکیں کہ جس میں پیغمبر اسلامؐ کی دختر گرامی قدر نے نشو و نما اور تربیت حاصل کی ہے۔

پیغمبر اسلامؐ چالیس سال کی عمر میں پیغمبری کے لئے مبعوث برسالت ہوئے ابتداء دعوت میں آپ کو بہت مشکلات اور خطرناک اور سخت حوادث کا سامنا کرنا پڑا آپ نے یک و تنہا عالم کفر اور بت پرستی سے مقابلہ کیا آپ نے کئی سال تک خفیہ تبلیغ کی اور دشمنوں کے خوف سے اپنی دعوت اور تبلیغ کو علی الاعلان کرنے کی جرأت نہ کر سکتے تھے بعد میں آپ کو خداوند عالم سے حکم ملا کہ لوگوں کو دین کی طرف بلانے کی کھلی دعوت دو اور مشرکین کی پرواہ مت کرو اور ان سے مت ڈرو[53]۔

پیغمبر اکرمؐ نے اللہ تعالی کے اس حکم کے بعد اپنی دعوت کو عام کر دیا اور اجتماع عام

---

[53] سورہ حجر آیت ۹۴۔

میں لوگوں کو اسلام کے مقدس آئین کی طرف دعوت دینی شروع کی دن بدن مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ ہونا شروع ہو گیا ۔

جب پیغمبر اکرمؐ کی تبلیغ علی الاعلان ہونے لگی تو دشمنوں کے آزار و اذیت میں بھی شدت آگئی ، وہ مسلمان کو شکنجے کرتے اور ان پر ظلم و ستم ڈھاتے بعض مسلمانوں کو حجاز کے سورج کی تپتی دھوپ میں ریت پر لٹا کر ان کے سینے پر بہت بھاری پتھر رکھ دیتے اور بعض مسلمانوں کو قتل کر دیتے تھے ۔

مسلمانوں پر اتنا سخت عذاب اور سختی کی گئی کہ وہ بہت تنگ آچکے تھے اور مجبور ہو گئے تھے کہ وہ اپنے گھر بار چھوڑ کر کسی دوسرے ملک کی طرف ہجرت کر جائیں چنانچہ مسلمانوں کے ایک گروہ نے جناب رسول خدا سے اجازت لی اور حبشہ کی طرف روانہ ہو گیا [1]

جب کفار اپنی سختی اور ظلم و آزار اور اذیت سے اسلام کی پیشرفت اور وسعت کو نہ روک سکے اور انہوں نے دیکھ لیا کہ مسلمان تکالیف کو برداشت کر لیتے ہیں لیکن اسلام کے عقیدے سے دست بردار نہیں ہوتے تو انہوں نے ایک مشاورتی اجتماع کیا اور تمام نے اتفاق سے طے کیا کہ جناب محمدؐ کو قتل کر دیا جائے ۔

جب جناب ابو طالبؑ کو ان کے خطرناک منصوبے کا علم ہوا تو آپ نے جناب رسول خداؐ کی جان کی حفاظت کی خاطر بنی ہاشم کے ایک گروہ کے ساتھ ایک درہ میں کہ جس کا نام شعب ابو طالب ہے منتقل ہو گئے ۔

جناب ابو طالبؑ اور باقی تمام بنی ہاشم جناب رسول خداؐ کی جان کی حفاظت کرتے تھے ۔ جناب حمزہ جو رسول خداؐ کے چچا تھے رات بھر تلوار کھینچے آپ کی حفاظت

---

[1] سیرہ ابن ہشام ۔ ج ۱ ص ۳۲۳ ۔ تاریخ کامل ۔ ج ۲ ۔ ص ۵۱ ۔

کیا کرتے تھے ، آپ کے دشمن پیغمبر خداؐ کے قتل کرنے سے ناامید ہو گئے تو انہوں نے شعب ابو طالب میں نظر بند افراد پر اقتصادی دباؤ ڈالنا شروع کر دیا اور ان سے خرید و فروخت پر پابندی عائد کر دی ۔ مسلمان تین سال تک اس درہ میں قید رہے اس میں بھوک اور تکالیف اور سخت جلا دینے والی گرمی برداشت کرتے رہے اور مختصر خوراک پر جو انہیں چوری چھپے حاصل ہوتی تھی گزر اوقات کرتے رہے اور بسا اوقات بچوں کی بھوک سے فریادیں بلند ہو جایا کرتی تھیں ۔

جناب فاطمہ زہراؑ اس قسم کے خطرناک ماحول اور وحشتناک محیط اور اس قسم کے بحرانی حالات میں دنیا میں آئیں اور اس قسم کے حالات میں تربیت پائی ، جناب خدیجہ کبریٰ نے اس قسم کے حالات اور شرائط میں اپنے پیارے نومولود کو دودھ پلایا کافی مدت جناب زہراؑ کے دودھ پینے کی اسی درے میں گزری اور اسی جگہ آپ کا دودھ بھی چھڑایا گیا ، آپ نے اسی جلانے والے ریگستان میں راہ چلنا سیکھا جب آپ نے بولنا سیکھا تو بچوں کا بھوک سے آہ و فغاں کرنا اسی جگہ سنا اسی گھٹے ہوئے ماحول میں غذا کے قحط کو دیکھا جب آپ آدھی رات کو جاگ اٹھتیں تو دیکھتیں کہ آپ کے رشتہ دار برہنہ شمشیر لئے ہوئے آپ کے باپ کی حفاظت کر رہے ہیں ۔

تین سال تک جناب زہراؑ نے اس جلا دینے والی وادی کے سوا اور کچھ نہ دیکھا اور خارجی دنیا سے بے خبر رہیں ۔

جناب زہراؑ کی عمر پانچ سال کی تھی جب پیغمبر اکرمؐ اور بنی ہاشم کو اس درے شعب ابو طالب سے نجات ملی اور یہ سب اپنے گھروں کو واپس لوٹ آئے ، نئی زندگی کے نظارے اور آزادی کی نعمت اور کھانے پینے میں وسعت اور اپنے مکان میں رہنا جناب زہراؑ کے لئے نئے ماحول کی حیثیت رکھتا تھا اور آپ کے لئے باعث مسرت تھا ۔

ماں کی وفات

افسوس صد افسوس کہ جناب فاطمہؑ کے خوشی کے دن زیادہ دیر تک نہ رہ سکے آپ نے آزاد ماحول میں سانس لینا چاہا تھا کہ آپ کی مہربان ماں جناب خدیجہ کا انتقال ہو گیا۔

ابھی ایک سال بھی نہ گزرا تھا کہ پیغمبرؐ اور آپ کے اصحاب شعب کی قید سے آزاد ہوئے تھے کہ جناب خدیجہ اس دنیا سے رخصت ہو گئیں[1]

اس جانگداز حادثہ نے کس قدر جناب فاطمہؑ کے دل پر اثر کیا اور آپ کے امید کے پودہ کو پژمردہ کر دیا اور آپ کی روح کو شدید صدمہ پہنچا ، جناب فاطمہ زہراؑ ایسے ناقابل برداشت حادثہ کا ہرگز احتمال بھی نہ دیتی تھیں ۔

نتیجہ

بچپن کے غیر معمولی واقعات اور تلخ حوادث نے بغیر کسی شک وشبہ کے جناب زہراؑ کی حساس روح پر اثر چھوڑا اور آپ کی آئندہ زندگی اور نفسیات اور افعال کا ربط انہیں واقعات سے مرتبط ہے جو آپ کو بچپن میں پیش آئے اور آپ کی شخصیت نے اس سرچشمہ سے آغاز کیا ، مندرجہ ذیل اثرات انہیں واقعات سے بطور نتیجہ اخذ کئے جا سکتے ہیں ۔

۱۔ جو شخص اس قسم کے پژمردہ ماحول میں نشو و نما پائے اور زندگی کے آغاز میں ہی اتنے بڑے واقعات سے دوچار ہو تو لامحالہ وہ افسردہ خاطر اور غمگین ہی رہا کرتا ہو گا

---

[1] مناقب ابن شہر آشوب ۔ ج ۲ ۔ ص ۱۷۴ ۔

اس لئے جناب فاطمہؑ کے حالات میں لکھا ہے کہ آپ ہمیشہ محزون اور غمگین رہا کرتی تھیں ۔

۲۔ جو شخص اس قسم کے بحرانی ماحول میں پروان چڑھا ہو ، یہاں تک کہ دودھ پینے اور بچپن کی عمر قید خانے میں گزاری ہو اور جب سے آپ نے اپنے آپ کو پہچاننا شروع کیا ہو اپنے آپ کو قید خانے میں دیکھے اور یہ دیکھے کہ اس کے ماں باپ کس فداکاری اور ایثار سے اپنے ہدف اور مقصد کا دفاع کر رہے ہیں اور اپنے مقصد تک رسائی کے لئے ہر سختی اور تکلیف کو برداشت کر لیتے ہیں لیکن اپنے مقصد کو چھوڑنے پر تیار نہیں ہوتے تو لامحالہ اس قسم کی شخصیت سخت جان ، مبارز اور صاحب مقصد ہی ابھر کر سامنے آئے گی اور اپنے مقصد تک رسائی کے لئے قید اور تکالیف اور مظالم کی پرواہ نہیں کرے گی اور میدان نہیں چھوڑے گی ۔

۳۔ فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا دیکھ رہی تھیں کہ اس کے ماں باپ دین کی اشاعت اور خداپرستی کے لئے کتنے مصائب اور تکالیف برداشت کر رہے ہیں ، انسانیت کی نجات اور ہدایت کے لئے کتنی قربانیاں دے رہے ہیں آپ کو مسلمانوں سے یہی امید ہو گی کہ وہ اس کی وفات کے بعد ان کی قدر کریں اور آپ کے ہدف اور مقصد کو آگے بڑھانے میں سعی اور کوشش سے کام لیں اور جو راستہ آپ ان کے لئے معین کر گئے اس سے منحرف نہ ہوں ۔

ماں کی وفات کے بعد

بعثت کے دسویں سال بہت تھوڑے فاصلے پر جناب ابوطالب اور جناب خدیجہ کی یکے بعد دیگرے وفات ہو جاتی ہے[1]

---

[1] مناقب شہر ابن آشوب ۔ ج ۱ ۔ ص ۱۷۴ ۔

ان دو غم انگیز واقعات نے جناب پیغمبر خداؐ کی روح کو صدمہ پہنچایا اور آپ نے اس سال کا نام عام الحزن رکھا[1]

کیونکہ ایک طرف تو آپ کا ایک غم گسار اور داخلی و خارجی امور میں مشیر اور آپ کی اولاد کی ماں جناب خدیجہ کا انتقال ہو جاتا ہے اور دوسری طرف آپ کا ایک بہت بڑا حامی اور مددگار اور مدافع جناب ابوطالب اس دنیا سے رخصت ہو جاتے ہیں، جس سے آپ کی یکدم داخلی اور خارجی اوضاع دگرگوں ہو جاتی ہیں۔

ان دو حامیوں کے فوت ہو جانے سے دشمنوں کے حوصلے بلند ہو گئے اور اس طرح آپ کو تکالیف دینا شروع کر دیں کبھی آپ کو پتھر مارتے اور کبھی آپ کے سر و صورت پر خاک ڈالتے اور کبھی برا بھلا کہتے اور کبھی آپ کے جسم مبارک کو زخمی کرتے اکثر اوقات آپ غمگین اور پژمردہ گھر میں داخل ہوتے اور اپنی بیٹی سے ملاقات کرتے، جب کہ جناب فاطمہؑ اپنی ماں کے فراق میں مرجھائے ہوئے چہرے سے اشکبار ہوتیں، جناب فاطمہؑ جب کبھی گھر سے باہر جاتیں تو ناگوار حوادث سے دوچار ہوتیں کبھی دیکھتیں کہ لوگ آپ کے باپ کو اذیت دے رہے ہیں اور آپ کو برا بھلا کہہ رہے ہیں۔ ایک دن دیکھا کہ دشمن مسجد الحرام میں بیٹھے آپ کے والد کے قتل کا منصوبہ بنا رہے ہیں۔ روتے ہوئے گھر واپس آئیں اور دشمنوں کے منصوبے سے باپ کو آگاہ کیا[2]

ایک دن مشرکین میں سے ایک آدمی نے جناب رسول خداؐ کو گلی میں دیکھا تو کوڑا کرکٹ اٹھا کر آپ کے چہرے اور سر پر ڈال دیا۔ پیغمبرؐ نے اسے کچھ نہ کہا اور گھر چلے

۱؎ مناقب شہر ابن آشوب۔ ج ۱۔ ص ۱۷۴۔

۲؎ مناقب شہر ابن آشوب۔ ج ۱۔ ص ۷۱۔

گئے۔ آپ کی دختر جناب فاطمہؑ جلدی سے آئیں اور پانی لا کر اشکبار آنکھوں سے آپ کے سر مبارک کو دھویا۔ پیغمبر خداؐ نے فرمایا: بیٹی رو مت، مطمئن رہو خدا تیرے باپ کو دشمنوں کے شر سے محفوظ رکھے گا، اور کامیابی عطا فرمائے گا[1]

ایک دن پیغمبر خداؐ مسجد میں نماز میں مشغول تھے، مشرکین کا ایک گروہ آپ کا مذاق اڑا رہا تھا اور آپ کو اذیت دینا چاہتا تھا، ان مشرکین میں سے ایک نے اونٹ ذبح کیا تھا، اس کی اوجھڑی اٹھا کر جو کثافت اور خون سے پر تھی آپ کی پشت مبارک پر جب آپ سجدے میں تھے ڈال دیا۔ جناب فاطمہؑ اس وقت مسجد میں موجود تھیں جب آپ نے یہ منظر دیکھا تو آپ کو بہت قلق ہوا اور آپ کی پشت مبارک سے اوجھڑی کو ہٹا کر دور پھینک دیا۔ پیغمبر اسلامؐ نے سجدہ سے سر اٹھایا اور نماز کے بعد اس گروہ پر نفرین کی[2]

جی ہاں! جناب زہراؑ نے اپنے بچپن میں اس قسم کے ناگوار واقعات دیکھے اور اپنے باپ کی ان میں مدد کی، اور اپنے باپ کے لئے مادری سلوک کیا کرتی تھیں۔

جناب خدیجہ کے انتقال کے بعد بہت سے گھر کے کام کاج کی ذمہ داری جناب فاطمہؑ کے کندھے پر آن پڑی تھی۔ کیونکہ یہ توحید کا وہ پہلا گھر تھا جس کا سردار مر چکا تھا، اس گھر میں جناب فاطمہؑ کے علاوہ اور کوئی مددگار موجود نہ تھا، تاریخ سے یہ واضح نہیں ہوتا کہ اس زمانے میں پیغمبر خداؐ کے گھر کی حالت کیسی رہی اور ان کی زندگی کس طرح گزری۔ لیکن بصیرت کی آنکھوں سے اس گھر کی رقت بار حالت کو دیکھا جا سکتا ہے۔

۱؎ تاریخ طبری۔ ج ۲۔ ص ۳۴۳۔

۲؎ مناقب شہر ابن آشوب۔ ج ۱۔ ص ۶۰۔

پیغمبر اسلامؐ نے جناب خدیجہؑ کے بعد سودہ سے شادی کر لی۔ اس کے علاوہ اور کئی عورتیں تھیں۔ جو تمام کی تمام جناب فاطمہؑ سے اظہار محبت کیا کرتی تھیں، لیکن پھر بھی ایک یتیم بچے کے لئے بہت سخت گزرتا ہے جب وہ اپنی ماں کی جگہ کو خالی دیکھے اور اس کی جگہ کسی اور عورت کو رہتا دیکھے۔ سوکن خواہ کتنی ہی مہربان اور اچھی کیوں نہ ہو پھر بھی وہ محبت اور خالص شفقت جو ماں کی طرف سے ہوتی ہے وہ اس بچے کو نہیں دے سکتی۔ صرف ماں ہی ہے کہ جو ناز و نعمت، شفقت و محبت سے بچے کے دل کو تسکین دے سکتی ہے۔

جناب فاطمہؑ کو جس شدت سے محرومی کا احساس ہو رہا تھا اسی شدت سے پیغمبرؐ بھی آپ سے اظہار محبت فرماتے تھے، کیونکہ پیغمبر خداؐ جانتے تھے کہ فاطمہؑ کو ماں کی کمی کا احساس ہے اور اس کمی کو پورا ہونا چاہئے، اس وجہ سے اور دوسری کئی وجوہ کی بنا پر روایت میں وارد ہوا کہ پیغمبرؐ جب تک اپنی بیٹی کو نہ چوم لیتے رات کو نہیں سوتے تھے[1]

یہ تھوڑے سے آٹھ سال کے واقعات ہیں جو پیغمبرؐ کی بیٹی جناب فاطمہؑ پر مکہ معظمہ میں وارد ہوئے ہیں۔

واضح رہے اگرچہ اس قسم کے واقعات اور حوادث جو کسی بچے کی روح پر وارد ہوں تو اس کے اعصاب کو مختل کر دیتے ہیں اور اس کی فکری صلاحیت اور جسمی قوت کو کم کر دینے کے لئے کافی ہوا کرتے ہیں لیکن اس قسم کا حکم ہر ایک انسان کے لئے کرنا صحیح نہیں ہے۔

کیونکہ یہی ناگوار واقعات اور دائمی گرفتاریاں اور متصل مبارزہ ممتاز اور شائستہ انسانوں کی روح کو تقویت پہنچاتے ہیں اور اس کی اندرونی استعداد اور پوشیدہ

---

[1] کشف الغمہ۔ ج ۲۔ ص ۹۲۔

صلاحیتوں کو اجاگر کرتے ہوئے مشکلات کے مقابلے کے لئے ثابت قدم بنا دیتے ہیں۔ جب تک پتھر پر غیر معمولی حرارت معدن میں وارد نہ ہو وہ خالص اور بیش بہا قیمت سونا بن کر نہیں نکلتا۔

جی ہاں! جناب زہراؑ کی زندگی کے دوران خطرناک حوادث اور بحرانی اوضاع نے آنجناب کی روح کو نہ صرف ضعیف نہیں کیا بلکہ الٹا اپنے وجود کے گوہر کو صیقل کر کے تابناک و درخشاں بنا دیا اور آپ کو ہر قسم کے حالات سے مبارزہ کرنے کے لئے آمادہ اور طاقتور بنا دیا تھا۔

فاطمہؑ مدینہ کی طرف

پیغمبر خداؐ بعثت کے تیرھویں سال جان کے خطرے کی وجہ سے مجبور ہو گئے کہ مکہ کو چھوڑ دیں اور مدینہ کی طرف ہجرت کر جائیں۔ چنانچہ آپ نے جاتے وقت حضرت علیؑ اور حضرت فاطمہؑ کو خدا حافظ کہا اور حضرت علیؑ سے فرمایا کہ لوگوں کی امانتیں واپس کر کے میری دختر فاطمہؑ اور اپنی ماں فاطمہ بنت اسد اور چچا حمزہ کی بیٹی فاطمہ کو اور دوسری مستورات کو ساتھ لے کر مدینہ کی طرف جلد از جلد چلے آنا، میں تمہارا انتظار کروں گا آپؐ نے یہ فرمایا اور مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے۔

حضرت علیؑ بھی پیغمبر کے دستور کے مطابق جناب فاطمہؑ اور دوسری مستورات کو سوار کر کے مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ راستہ میں ابو واقد اونٹوں کو چلانے والے۔ اونٹوں کو تیزی کے ساتھ چلا رہے تھے۔ حضرت علی علیہ السلام نے ان سے فرمایا کہ عورتوں کے ساتھ نرمی کرو اور اونٹوں کو آہستہ چلاؤ، کیونکہ عورتیں کمزور ہوا کرتی ہیں جو سختی کو برداشت نہیں کر سکتیں، ابو واقد نے عرض کی کہ میں دشمنوں سے ڈرتا ہوں کوئی ہمارا تعاقب نہ کر رہا ہو جو ہم تک آپہنچے حضرت علی علیہ السلام نے جواب دیا پیغمبرؐ نے مجھ

فرمایا کہ تجھے دشمن کی طرف سے کوئی اذیت نہ پہنچے گی ۔

جب آپ "ضجنان" کے قریب پہنچے تو آٹھ سوار پیچھے سے آئے حضرت علی علیہ السلام نے عورتوں کو محفوظ اور امن کی جگہ کر دیا اور تلوار لے کر ان دشمنوں پر حملہ کر دیا اور ان کو پراگندہ و متفرق کر دیا پھر عورتوں کو سوار کیا اور مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے ۔ پیغمبر اسلامؐ جب "قبا" پہنچے تو وہاں بارہ دن تک ٹھہرے رہے یہاں تک کہ حضرت علی علیہ السلام جناب فاطمہؑ اور دوسری مستورات کو لے کر آنحضرت کی خدمت بابرکت میں پہنچ گئے [1]۔

پیغمبر خداؐ نے مکہ میں اور ایک روایت کے مطابق مدینہ میں جناب سودہ سے شادی کی اور جناب فاطمہؑ کو ان کے گھر لے گئے اس کے بعد آپ نے جناب اُمّ سلمہ سے نکاح کیا اور جناب فاطمہؑ کو ان کے سپرد کیا تاکہ آپ ان کی سرپرستی اور نگاہ داری کریں جناب ام سلمہ کہتی ہیں کہ پیغمبر اکرمؐ نے جناب فاطمہؑ کو میرے سپرد کیا تاکہ میں ان کی تربیت میں کوشش کروں، میں بھی آپ کی تربیت اور راہنمائی میں کوتاہی نہیں کرتی تھی لیکن خدا کی قسم آپ مجھ سے زیادہ باادب اور سمجھدار تھیں [2]۔

---

[1] مناقب شہر ابن آشوب ۔ ج ۱ ۔ ص ۱۸۲ ، ۱۸۳ ۔

[2] دلائل الامامہ ۔ ص ۱۱ ۔

حصۂ دوم

جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا کی شادی

جناب فاطمہؑ پیغمبر خداؐ کی لڑکی اور اپنے زمانے کی ممتاز خواتین سے تھیں قریش کے اصیل اور شریف خاندان سے آپ کے والدین تھے۔ جمال ظاہری اور روحانی کمالات اور اخلاق آپ نے اپنے ماں باپ سے ورثہ میں پایا تھا، آپ انسانی کمالات کے اعلیٰ ترین کمالات سے مزین تھیں آپ کے والد کی شخصیت دن بدن لوگوں کی نگاہوں میں بلند ہو رہی تھی آپ کی قدرت اور عظمت بڑھ رہی تھی اس لئے آپ کی دختر نیک اختر کی ذات بزرگان قریش اور باعظمت شخصیات اور ثروت مند حضرات کی نگاہوں میں مورد توجہ قرار پا چکی تھی۔ تاریخ میں ہے کہ اکثر اوقات بزرگان آپ کی خواستگاری کرتے رہتے تھے لیکن پیغمبر اسلامؐ بالکل پسند نہیں فرماتے تھے، آنحضرت ان لوگوں سے اس طرح پیش آتے تھے کہ انہیں معلوم ہو جاتا تھا کہ پیغمبر اسلام ان سے ناراض ہیں۔[1]

جناب رسول خداؐ نے فاطمہؑ کو علیؑ کے لئے مخصوص کر دیا تھا اور آپ چاہتے تھے کہ حضرت علیؑ کی طرف سے اس کی پیشکش کی جائے۔[2]

---

[1] کشف الغمہ۔ ج ۱۔ ص ۳۵۳۔

[2] کشف الغمہ۔ ج ۱۔ ص ۳۵۳۔

پیغمبر اسلامؐ خداوند عالم کی طرف سے مامور تھے کہ نور کا عقد نور سے کریں۔[1]

لکھا ہے کہ جناب ابوبکر بھی خواستگاروں میں سے ایک تھے، ایک دن وہ اسی غرض سے جناب رسول خداؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہؐ میں چاہتا ہوں کہ آپ سے وصلت کر دوں، کیا ممکن ہے کہ فاطمہؑ کا عقد آپ مجھ سے کر دیں؟ جناب رسول خداؐ نے فرمایا کہ فاطمہؑ ابھی کمسن ہے اور اس کے لئے شوہر کی تعیین خدا کے ہاتھ میں ہے میں اللہ کے حکم کا منتظر ہوں۔ جناب ابوبکر مایوس ہو کر واپس لوٹے راستے میں ان کی ملاقات جناب عمر سے ہو گئی تو اپنے واقعہ کو ان سے بیان کیا جناب عمر نے ان سے کہا کہ پیغمبر اسلامؐ نے تمہارے مطالبے کو رد کر دیا ہے۔ اور آپ نہیں چاہتے تھے کہ اپنی دختر تجھے دیں۔

جناب عمر بھی ایک دن جناب فاطمہؑ کی خواستگاری کی غرض سے پیغمبر اسلامؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنا مدعا بیان کیا، پیغمبر خداؐ نے انھیں بھی یہی جواب دیا کہ فاطمہؑ کمسن ہے اور اس کے شوہر کا معین کرنا اللہ کے ہاتھ میں ہے، کئی دفعہ ان دونوں صاحبان نے خواستگاری کی درخواست کی جو قبول نہیں کی گئی۔

عبدالرحمٰن بن عوف اور جناب عثمان بن عفان جو دونوں بہت بڑے سرمایہ دار تھے پیغمبر اسلام کے پاس خواستگاری کے لئے حاضر ہوئے، عبدالرحمٰن نے عرض کی یا رسول اللہؐ اگر فاطمہؑ کی شادی مجھ سے کر دیں تو میں سو سیاہ اونٹ آبی چشم کہ جن پر مصری کتان کے کپڑوں سے بار لادا گیا ہو اور دس ہزار دینار بھی حق مہر دینے کے لئے حاضر ہوں جناب عثمان نے عرض کیا کہ میں بھی حاضر ہوں کہ اتنا ہی مہر ادا کر دوں اور مجھے عبدالرحمٰن پر ایک فضیلت یہ بھی حاصل ہے کہ میں اس سے پہلے ایمان لایا ہوں۔

پیغمبر اسلامؐ ان کی گفتگو سے سخت غضبناک ہوئے اور انہیں یہ سمجھانے کے لئے

---

[1] دلائل الامامہ۔ ص ۱۹۔

کہ میں مال سے محبت نہیں رکھتا آپ نے ایک مٹھی سنگریزوں کی بھری اور عبدالرحمٰن کی طرف پھینکتے ہوئے فرمایا کہ تم خیال کرتے ہو کہ میں مال کا پرستار ہوں اور اپنی ثروت و دولت سے مجھ پر فخر و مباہات کرنا چاہتے ہو کہ مال و دولت کے دباؤ سے میں فاطمہؑ کا عقد تجھ سے کر دوں گا[۱]

حضرت علیؑ کی پیشکش

اصحاب پیغمبرؐ نے اجمالاً یہ محسوس کر لیا تھا کہ پیغمبر خداؐ کا دل چاہتا ہے کہ فاطمہؑ کا عقد علیؑ سے کر دیں لیکن حضرت علیؑ کی طرف سے اس کی پیشکش نہیں ہو رہی تھی ایک دن جناب عمر اور ابوبکر اور سعد بن معاذ و ایک گروہ کے ساتھ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے اور مختلف موضوعات پر بحث کر رہے تھے اسی دوران جناب فاطمہؑ کا ذکر بھی آگیا، ابوبکر نے کہا کہ کافی عرصہ سے عرب کے اعیان و اشراف فاطمہؑ کی خواستگاری کر رہے ہیں لیکن پیغمبرؐ نے کسی بھی درخواست کو قبول نہیں فرمایا اور ان کے جواب میں یہی فرماتے تھے کہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کا شوہر معین کرنا خداوند عالم کے ہاتھ میں ہے ۔

ابھی تک علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی طرف سے فاطمہؑ کی خواستگاری نہیں کی گئی ہے گمان کرتا ہوں کہ علی علیہ السلام کی طرف سے اس اقدام نہ کرنے کی وجہ ان کا تہی دست ہونا ہے میرے سامنے یہ مطلب واضح ہے کہ خدا اور پیغمبرؐ نے فاطمہؑ کو حضرت علیؑ کے لئے معین کر رکھا ہے ۔

اس کے بعد ابوبکر نے جناب عمر اور سعد سے کہا اگر تم آمادہ ہو تو ہم مل کر علیؑ کے پاس چلیں اور ان کے سامنے اس موضوع کو پیش کریں اور اگر وہ شادی کرنے کی

---

[۱] مناقب شہر ابن آشوب ۔ ج ۲ ۔ ص ۳۴۵ ۔ تذکرۃ الخواص ۔ ص ۳۰۶ ۔

طرف مائل ہوں اور تہی دست ہونے کی بنیاد پر وہ شادی نہ کر رہے ہوں تو ہم ان کی مدد کریں سعد بن معاذ نے اس پیشکش کو بسر و چشم قبول کیا اور ابوبکر کو اس کام میں تشویق دلائی ۔

سلمان فارسی کہتے ہیں کہ جناب عمر اور ابوبکر اور سعد بن معاذ اسی غرض سے مسجد سے باہر آئے اور حضرت علی علیہ السلام کی جستجو میں چلے گئے لیکن آپ کو انہوں نے گھر پہ نہ پایا اور معلوم ہوا کہ آپ ایک انصاری کے باغ میں اونٹ کے ذریعے ڈول کھینچ کر خرمے کے درختوں کو پانی دے رہے ہیں یہ لوگ اس طرف گئے ۔ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ کہاں سے آ رہے ہیں اور میرے پاس کس غرض سے آئے ہو ؟ ابوبکر نے کہا اے علیؑ تم کمالات کے لحاظ سے ہر ایک سے بالاتر ہو ہم سب آپ کے مقام اور وہ علاقہ جو رسول خداؐ کو تم سے ہے اس سے آگاہ ہیں ، بزرگان اور اشراف قریش حضرت فاطمہؑ کی خواستگاری کے لئے جا چکے ہیں لیکن تمام لوگوں کی باتوں کو پیغمبر اکرمؐ نے رد فرمایا ہے اور یہ فرمایا ہے کہ جناب فاطمہؑ کا شوہر معین کرنا خداوند عالم کے ہاتھ میں ہے ہم گمان کرتے ہیں کہ خدا اور اس کے رسولؐ نے جناب فاطمہؑ کو آپ کے لئے مخصوص کیا ہے دوسرا اور کوئی بھی شخص اس سعادت پر افتخار کی صلاحیت نہیں رکھتا ہمیں یہ خبر نہیں ہو سکی کہ آپ اس اقدام میں کیوں کوتاہی کر رہے ہیں ؟ ۔

حضرت علی علیہ السلام نے جب ابوبکر کی یہ گفتگو سنی تو آپ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور فرمایا اے ابوبکر تم نے میرے احساسات اور اندرونی خواہشات کو ابھارا ہے اور اس کی طرف توجہ دلائی ہے کہ جس سے میں غافل تھا۔ خدا کی قسم تمام دنیا حضرت فاطمہؑ کی خواستگار ہے اور میں بھی علاقہ مند ہوں جو چیز مجھے اس اقدام سے روکے ہوئے ہے وہ ہے فقط میرا خالی ہاتھ ہونا ۔ ابوبکر نے کہا یا علیؑ آپ یہ بات نہ کریں کیونکہ پیغمبر خداؐ کی نگاہ میں دنیا اور مال دنیا کی کوئی قیمت نہیں ہے میری رائے ہے کہ جتنی جلدی

ہو سکے آپ اس کام میں اقدام کریں اور جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا کی خواستگاری کی درخواست دیں۔[1]

اندرونی جذبہ بیدار ہوتا ہے

حضرت علی علیہ السلام پیغمبر اسلامؐ کے گھر پلے اور جوان ہوئے تھے، آپؑ جناب فاطمہؑ کو اچھی طرح پہچانتے تھے اور آپ کے اخلاق اور نفسیات سے پوری طرح آگاہ تھے، دونوں پیغمبر خداؐ اور جناب خدیجہ کے تربیت یافتہ تھے اور ایک ہی گھر میں جوان ہوئے تھے۔[2]

حضرت علی علیہ السلام جانتے تھے کہ حضرت فاطمہؑ جیسی عورت اور نہیں مل سکے گی آپ تمام کمالات اور فضائل سے آراستہ ہیں اور آپ انہیں تہہ دل سے چاہتے تھے اور یہ بھی جانتے تھے کہ ہمیشہ مناسب وقت ہاتھ نہیں آیا کرتا لیکن اسلام کی بحرانی کیفیت اور مسلمانوں کی اقتصادی زبوں حالی نے علی کو اس دلی خواہش سے روک رکھا تھا اور آپ میں سوائے ازدواج کے تمام افکار موجود تھے۔

حضرت علیؑ نے ابوبکر کی پیش کش پر تھوڑا سا غور کیا اور اس معاملے کے تمام اطراف اور جوانب پر غور کیا ایک طرف آپ کا خالی ہاتھ ہونا اور اپنی اور تمام مسلمانوں کی اقتصادی زبوں حالی اور عمومی گرفتاری دیکھ رہے تھے اور دوسری طرف یہ بھی جان چکے تھے کہ آپ کے ازدواج کا وقت آپہنچا ہے کیونکہ آپ کی عمر تقریباً اکیس سال یا اس سے زیادہ ہو چکی تھی۔[3]

---

[1] بحارالانوار۔ ج ۴۳۔ ص ۱۲۵۔

[2] مناقب شہر ابن آشوب۔ ج ۲۔ ص ۱۸۱۔

[3] ذخائر عقبی۔ ص ۲۶۔

انہیں اس عمر میں ازدواج کرنا ہی چاہئے اور فاطمہؑ جیسا اور رشتہ بھی نہیں مل سکے گا اگر یہ سنہرا وقت ہاتھ سے نکل گیا تو پھر اس کا تدارک نہیں کیا جا سکے گا۔

علیؑ خواستگاری کے لئے جاتے ہیں

جناب ابوبکر کی پیشکش نے حضرت علی علیہ السلام کی روح کو اس طرح بیدار کر دیا تھا کہ آپ کا اندرونی جذبہ محبت شعلہ ور ہوا اور آپ سے پھر اس کام کو آخر تک پہنچانا ممکن نہ ہو سکا کہ جس میں آپ مشغول تھے آپ نے اونٹ کو اس کام سے علیحدہ کیا اور گھر واپس لوٹ آئے آپ نے غسل کیا اور ایک صاف ستھری عبا پہنی اور جوتے پہن کر جناب رسول خداؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

پیغمبر اکرمؐ اس وقت جناب ام سلمہ کے گھر تشریف فرما تھے۔ حضرت علی علیہ السلام جناب ام سلمہ کے گھر گئے اور دروازہ کھٹکھٹایا، پیغمبر اکرمؐ نے جناب ام سلمہ سے فرمایا کہ دروازہ کھولو دروازہ کھٹکھٹانے والا وہ شخص ہے کہ جس کو خدا اور رسولؐ دوست رکھتے ہیں اور وہ خدا اور اس کے رسولؐ کو دوست رکھتا ہے۔ ام سلمہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں کہ یہ کون ہے کہ جسے آپ نے بغیر دیکھے ہوئے اس قسم کا فیصلہ ان کے حق میں کر دیا ہے؟۔

آپؐ نے فرمایا اے ام سلمہ چپ رہو یہ ایک بہادر اور شجاع انسان ہے جو میرا چچا زاد بھائی ہے اور سب لوگوں سے زیادہ میرے نزدیک محبوب ہے جناب ام سلمہ اپنی جگہ سے اٹھیں اور گھر کا دروازہ کھول دیا، حضرت علیؑ گھر میں داخل ہوئے اور سلام کیا اور پیغمبر خداؐ کے سامنے بیٹھ گئے اور شرم کی وجہ سے سر نیچے کئے ہوئے تھے اور اپنا ارادہ کو ظاہر نہ کر سکے۔ تھوڑی دیر تک دونوں چپ رہے اور آخر کار پیغمبر اسلامؐ نے

اس سکوت کو توڑا اور ـــــ فرمایا یا علیؑ کہو کس کام کے لئے میرے پاس آئے ہو کہ جس کے اظہار کرنے سے شرم کر رہے ہو؟ بغیر کسی ہچکچاہٹ کے اپنی حاجت کو بیان کرو اور مطمئن ہو جاؤ کہ تمہاری خواہش قبول کی جائے گی۔

حضرت علیؑ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں میں آپ کے گھر میں جوان ہوا ہوں اور آپ کے لطف و کرم سے ہی مستفید رہا ہوں آپ نے میری تربیت میں ماں اور باپ سے بھی زیادہ کوشش فرمائی ہے اور آپ کے وجود مبارک کی برکت سے میں نے ہدایت پائی ہے یا رسول اللہ خدا کی قسم میری دنیا و آخرت کی پونجی آپ ہیں اب وہ وقت آپہنچا ہے کہ اپنے لئے کسی رفیقۂ حیات کا انتخاب کروں اور خانوادگی زندگی کو تشکیل دوں تاکہ اس سے مانوس رہوں اور اپنی تکالیف کو اس کی وجہ سے کم کرسکوں، اگر آپ مصلحت دیکھیں تو اپنی دختر جناب فاطمہؑ کو میرے عقد میں دے دیں کہ جس سے مجھے ایک بہت بڑی سعادت نصیب ہوگی۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس قسم کی پیشکش کے منتظر تھے آپ کا چہرۂ انور خوشی اور سرور سے جگمگا اٹھا اور فرمایا کہ صبر کرو میں فاطمہؑ سے اس کی اجازت لے لوں۔ پیغمبر اسلامؐ جناب فاطمہؑ کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا تم علی کو بہتر جانتی ہو وہ خواستگاری کے لئے آئے ہیں آیا تم اجازت دیتی ہو کہ میں تمہارا ان سے عقد کر دوں؟ جناب فاطمہؑ شرم کی وجہ سے ساکت رہیں اور کچھ نہ بولیں۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آنجناب کے سکوت کو رضایت کی علامت قرار دیا[1]

---

[1] بحار الانوار۔ ج ۴۳۔ ص ۱۲۶۔ ذخائر العقبیٰ۔ ص ۲۹۔

موافقت

پیغمبر خداؐ اجازت لینے کے بعد حضرت علیؑ کے پاس آئے اور مسکراتے ہوئے فرمایا یا علیؑ شادی کے لئے تمہارے پاس کچھ ہے؟ حضرت علیؑ نے جواب دیا یا رسول اللہؐ میرے ماں باپ آپ پر قربان جائیں، آپ میری حالت سے پوری طرح آگاہ ہیں میری تمام دولت ایک تلوار اور ایک زرہ اور ایک اونٹ ہے آپ نے فرمایا کہ تم ایک جنگجو سپاہی اور جہاد کرنے والے ہو بغیر تلوار کے خدا کی راہ میں جہاد نہیں کر سکتے تلوار تمہاری پہلی ضروریات میں سے ہے اور اونٹ بھی تمہاری زندگی کے لوازم میں سے ہے تاکہ اس سے پانی کھینچ کر لاؤ اور اپنے گھر کی اقتصادی اور مالی حالت سنوار سکو اور مسافرت میں اس پر سامان لاد سکو صرف ایک چیز ہے کہ جس سے صرف نظر کر سکتے ہو اور وہ ہے تمہاری زرہ میں بھی تم پر سختی نہیں کرتا اور اسی زرہ پر اکتفا کرتا ہوں، یا علی اب جب کہ معاملہ یہاں تک آپہنچا ہے کیا چاہتے ہو تمہیں ایک بشارت دوں اور ایک راز سے آگاہ کروں؟۔

حضرت علی علیہ السلام نے عرض کی جی ہاں یا رسول اللہؐ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ ہمیشہ خوش زبان اور نیک خواہ رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ قبل اس کے کہ تم میرے پاس آؤ جبرئیل نازل ہوئے اور کہا اے محمدؐ اللہ تعالیٰ نے تجھے بندوں سے منتخب کیا ہے اور رسالت کے لئے چنا ہے علیؑ کو منتخب کیا اور انہیں تمہارا بھائی اور وزیر قرار دیا ہے تمہیں اپنی دختر کا ان سے نکاح کر دینا چاہیئے ان کے ازدواج کی محفل عالم بالا میں فرشتوں کے حضور ترتیب دی جا چکی ہے خداوند عالم دو پاکیزہ نجیب طیب و طاہر اور نیک فرزند انہیں عطا کرے گا۔ اے علیؑ ابھی جبرئیل واپس نہیں گئے تھے کہ تم نے میرے گھر کا دروازہ آن کھٹکھٹایا ہے۔ بحار الانوار ج ۴۳۔ ص ۱۲۷۔

خطبۂ عقد

پیغمبر خداؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے علیؑ تم جلدی سے مسجد میں جاؤ میں بھی تمہارے پیچھے آرہا ہوں تاکہ تمام لوگوں کے سامنے عقد کی تقریب اور خطبۂ عقد بجالاؤ، علیؑ خوش اور مسرور مسجد روانہ ہو گئے ۔ جناب ابوبکر اور عمر سے راستے میں ملاقات ہو گئی تمام واقعہ سے ان کو آگاہ کیا اور کہا کہ رسول خداؐ نے اپنی دختر مجھ سے تزویج کر دی ہے اور ابھی میرے پیچھے آرہے ہیں تاکہ لوگوں کے سامنے عقد کے مراسم انجام دیں ۔

پیغمبر خداؐ جب کہ آپ کا چہرہ خوشی اور شادمانی سے چمک رہا تھا مسجد میں تشریف لے گئے اور خدا کی حمد و ثناء کے بعد فرمایا : اے لوگو آگاہ رہو کہ جبرئیل مجھ پر نازل ہوئے ہیں اور خداوند عالم کی طرف سے پیغام لائے ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام اور جناب فاطمہؑ کے ازدواج کے مراسم عالم بالا میں فرشتوں کے حضور منعقد کئے جا چکے ہیں اور حکم دیا ہے کہ زمین پر بھی یہ مراسم انجام دیئے جائیں میں تم کو گواہ قرار دیتا ہوں ، آپ اس کے بعد بیٹھ گئے اور حضرت علیؑ سے فرمایا اٹھو اور خطبہ پڑھو ۔

حضرت علی علیہ السلام کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ میں خداوند عالم کا اس کی نعمتوں کا شکر ادا کرتا ہوں اور ایسی گواہی دیتا ہوں جو اس ذات کو پسند ہو کہ اس کے علاوہ کوئی خدا نہیں اور ایسا درود ہو جناب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جو آپ کے مقام اور درجہ کو بالاتر کر دے ۔ لوگو ! میرے اور فاطمہؑ کے ازدواج کو اللہ تعالیٰ نے پسند فرمایا ہے ۔ اور اس کا حکم دیا ہے میرے اور فاطمہؑ کے ازدواج سے اللہ راضی ہے اور اس کا حکم دیا ہے لوگو ! رسول خداؐ نے فاطمہؑ کا عقد مجھ سے کر دیا ہے اور میری زرہ کو بطور مہر قبول فرمایا ہے آپ ان سے پوچھ لیں اور گواہ ہو جائیں ۔

مسلمانوں نے پیغمبر اسلامؐ کی خدمت میں عرض کی یا رسول اللہؐ آپ نے فاطمہؑ کا عقد علی علیہ السلام سے کر دیا ہے ؟ رسول خداؐ نے جواب میں فرمایا ہاں ۔ تمام حاضرین نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور کہا کہ خدا اس ازدواج کو تمہارے لئے مبارک قرار دے اور تم دونوں کے درمیان محبت اور الفت پیدا کر دے ۔

جلسۂ عقد ختم ہوا تو پیغمبرؐ گھر واپس لوٹ آئے اور عورتوں کو حکم دیا کہ فاطمہؑ کے لئے خوشی اور مسرت کا جشن برپا کریں[1] عقد کے مراسم پہلی یا چھٹی ذی الحجہ[2] دوسری یا تیسری ہجری[3] کو انجام پایا ۔

داماد کا انتخاب

اسلام مسلمانوں سے کہتا ہے کہ اگر کوئی جوان تمہاری لڑکی کی خواستگاری کے لئے آئے تو تم اس کی تمام چیزوں سے پہلے دینی اور اخلاقی حالت کا جائزہ لو با ایمان اور پاک دامن اور خوش اخلاق ہو تو اس سے رشتہ کر دو ۔ اسلام کا عقیدہ یہ ہے کہ ازدواج کے لئے مال اور ثروت کو معیار نہیں بنانا چاہیئے ۔ اسلام کہتا ہے کہ مال و ثروت ہی انسان کو صرف خوش بخت نہیں بناتا ، داماد کے فضائل اور کمالات نفسانی اور دینی جذبہ مال اور ثروت پر برتری رکھتا ہے ، کیوں کہ با ایمان اور خوش رفتار اگرچہ فقیر اور تہی دست

---

[1] اس فصل کے مطالب اور مضامین کو ان کتابوں میں دیکھا جا سکتا ہے ، کشف الغمہ ۔ ج [illegible] ص [illegible] و [illegible] ۔ مناقب ابن شہر آشوب ج [illegible] ۔ ذخائر العقبیٰ ۔ تذکرۃ الخواص ۔ دلائل الامامہ مناقب خوارزمی ص [illegible] ۔ بحارالانوار ج [illegible] ص [illegible] و [illegible] ۔

[2] مناقب شہر ابن آشوب ج [illegible] ص [illegible] ۔

[3] بحارالانوار ۔ ج [illegible] ۔ ص [illegible] و [illegible] ۔

ہی کیوں نہ ہو اس عیاش اور ہوس باز اور لاابالی سرمایہ دار سے جو گھر کی آسائش کے اسباب فراہم کرتا ہے کئی درجہ بہتر ہے۔

پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا ہے جب کوئی تمہاری لڑکی کی خواستگاری کے لئے آئے تو اگر تمہیں اس کا اخلاق اور دین پسند ہو تو اس سے رشتہ کر دو اور اس کو منفی جواب نہ دو اور اگر تمہاری شادیوں کا معیار اس کے خلاف ہو تو وہ تمہارے لئے بہت زیادہ مصائب کا موجب ہوگا[1]

پیغمبرؐ نے یہ مطلب صرف لوگوں کو بتلایا ہی نہیں بلکہ خود بھی اس پر عمل کیا آپ نے حضرت علیؑ کے فضائل اور کمالات اور اخلاق کو دیکھ کر انہیں عبدالرحمٰن اور عثمان جیسے سرمایہ داروں پر ترجیح دی اور ان کے فقیر اور تہی دست ہونے کو نقص اور عیب شمار نہ کیا۔

حضرت زہرا علیہا السلام کا مہر

۱۔ ایک زرہ کہ جس کی قیمت چار سو یا چار سو اسی یا پانچ سو درہم تھی۔
۲۔ یمنی کتان کا ایک جوڑا۔
۳۔ ایک گوسفند کی کھال رنگی ہوئی[2]

---

[1] مناقب ابن شہر آشوب ج ۳ ص ۳۵۱۔
[2] وافی کتاب النکاح ص ۱۵۔

عملی سبق

اسلام زیادہ مہر کو ملت کے لئے مصلحت نہیں دیکھتا اور سفارش کرتا ہے کہ اگر داماد کے دین اور اخلاق کو تم نے پسند کر لیا ہے تو پھر مہر میں سختی سے کام نہ لو اور تھوڑے مہر پر قناعت کر لو۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں میری امت کی بہترین عورتیں وہ ہیں جو خوبصورت اور کم مہر والی ہوں[1]

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ عورت کی برائی اس میں ہے کہ اس کا مہر بہت زیادہ ہو[2]

اسلام کا عقیدہ یہ ہے کہ زیادہ مہر زندگی کو لوگوں پر سخت کر دیتا ہے اور بہت زیادہ مشکلات کا ملت کے لئے موجب ہوتا ہے۔ مہر میں آسانی کر کے جوانوں کو ازدواجی زندگی کی طرف مائل کرنا چاہیئے تاکہ ہزاروں اجتماعی مفاسد اور روحی امراض سے روکا جا سکے۔

زیادہ مہر داماد کی زندگی کو ابتدا ہی میں متزلزل کر دیتا ہے اور میاں بیوی کی محبت پر بھی برا اثر ڈالتا ہے (میاں بیوی کی محبت میں خلوص پیدا نہیں ہونے دیتا) جوانوں کو شادی کی طرف سے بے رغبت کر دیتا ہے۔ پیغمبر اسلامؐ لوگوں کو خود عمل کر کے سمجھا رہے ہیں کہ زیادہ مہر اسلامی معاشرے کے لئے واقعاً مصلحت نہیں رکھتا اسی لئے تو آپ نے اپنی عزیز ترین بیٹی کا معمولی مہر پر جیسا کہ بیان کیا گیا حضرت علیؑ سے نکاح کر دیا یہاں تک کہ کوئی چیز بطور قرض بھی علیؑ کے ذمہ نہیں سونپی۔

---

[1] وافی کتاب النکاح ۔ص ۱۵۔
[2] وافی کتاب النکاح ۔ص ۱۵۔

حضرت زہرا علیہا السلام کا جہیز

پیغمبر اسلامؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا ابھی اٹھو اور اس زرہ کو جو تم نے حضرت زہراؑ کے لئے مہر قرار رکھا ہے، بازار میں جاکر فروخت کردو اور اس کی قیمت میرے پاس لے آؤ تاکہ میں تمہارے لئے جہیز اور گھر کے اسباب مہیا کروں۔

چنانچہ حضرت علی علیہ السلام نے زرہ کو بازار میں لے جاکر فروخت کر دیا، مختلف روایات میں اس کی قیمت چار سو سے لے کر پانچ سو درہم تک بتائی گئی ہے۔ واضح رہے کہ بعض روایات کی بنا پر جناب عثمان نے آپ کی زرہ خریدی اور بعد میں حضرت علیؑ کو ہدیہ کر دی[1]

حضرت علی علیہ السلام زرہ کی قیمت لے کر پیغمبر خداؐ کی خدمت میں پیش کی، رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب ابوبکر، سلمان فارسی اور بلال کو بلوایا اور کچھ درہم انہیں دے کر فرمایا کہ اس مقدار سے جناب فاطمہؑ کے لوازمات اور اسباب زندگی خرید کر لاؤ اور اس سے کچھ درہم اسماء کو دیئے اور فرمایا کہ اس سے عطر اور خوشبو مہیا کرو اور جو درہم باقی بچے وہ جناب ام سلمہ کے پاس رکھ دیئے گئے

ابوبکر کہتے ہیں کہ جب میں نے درہم کو گنا تو تریسٹھ درہم تھے اور اس سے میں نے یہ اسباب اور لوازمات خریدے۔

۱۔ ایک سفید قمیص۔

۲۔ ایک بڑی چادر سر ڈھانپنے کے لئے (یعنی برقعہ)۔

---

[1] بحار الانوار۔ ج ۴۳۔ ص ۱۳۰۔

۳۔ ایک سیاہ خیبری حلہ۔

۴۔ ایک چار پائی جو کھجور کے لیف سے بنی ہوئی تھی۔

۵۔ دو عدد توشک گدے کہ ایک میں گوسفند کی پشم بھری گئی اور دوسری میں کھجور کے پتے بھرے گئے۔

۶۔ چار عدد تکیہ جو گوسفند کے چمڑے سے بنائے گئے تھے کہ جن کو اذخر نامی خوشبودار گھاس سے بھرا گیا تھا۔

۷۔ ایک عدد چٹائی ہجری نامی۔

۸۔ ایک عدد دستی چکی۔

۹۔ ایک تانبہ کا پیالہ۔

۱۰۔ پانی بھرنے کے لئے ایک عدد چمڑے کی مشک۔

۱۱۔ کپڑا دھونے کے لئے ایک عدد تھال۔

۱۲۔ دودھ کے لئے ایک عدد پیالہ۔

۱۳۔ پانی پینے کا ایک عدد برتن۔

۱۴۔ ایک پشمی پردہ۔

۱۵۔ ایک عدد لوٹا۔

۱۶۔ ایک عدد مٹی کا برتن جسے صراحی (سبو) کہا جاتا ہے۔

۱۷۔ فرش کرنے کے لئے ایک عدد چمڑا۔

۱۸۔ دو عدد کوزے۔

۱۹۔ ایک عدد عبا۔[2]

جب جناب زہراؑ کا جہیز جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے لے

---

[2] مناقب شہر ابن آشوب۔ ج ۲ ص ۳۵۳ و کشف الغمہ۔ ج ۱ ص ۳۵۹۔

آئے تو آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور اپنے سر کو آسمان کی طرف بلند کر کے فرمایا اے خدا اس شادی کو مبارک کر کہ جس کے اکثر برتن مٹی کے ہیں۔

مسلمانوں کے لئے درس

جناب زہرا علیہا السلام اور حضرت علی علیہ السلام کی شادی اسلامی نمونہ کا سب سے اہم اور حساس ترین شادی ہو سکتی ہے کیونکہ جناب زہرا علیہا السلام کے والد جزیرۃ العرب کی بہت بڑی شخصیت بلکہ جہان اسلام کی اہم شخصیت اور برگزیدہ پیغمبر تھے لڑکی بھی بہترین اور عاقل ترین اور تربیت شدہ اور باکمال تھی اور دنیائے بشریت کی چار عورتوں میں سے ایک ہیں اور داماد بھی حسب و نسب کے لحاظ سے عرب کے معزز خاندان سے تھے، علم اور کمال اور شجاعت کے لحاظ سے تمام مردوں پر برتری رکھتے ہیں آپ رسول خدا کے جانشین اور وزیر اور مشیر ہیں اور لشکر اسلام کے سپہ سالار ہیں، اس قسم کی شادی کو خاص اہتمام اور شان و شوکت کے ساتھ منعقد ہونا چاہئے تھا لیکن جیسا کہ آپ ملاحظہ کر چکے ہیں یہ تقریب بہت سادگی سے انجام پذیر ہوئی اسلام کی مثالی خاتون کا جہیز جو مہیا کیا گیا وہ آپ ملاحظہ کر چکے ہیں اس سے زیادہ تعجب خیز بات یہ ہے کہ یہی مختصر جہیز بھی خود حضرت زہرا علیہا السلام کے حق مہر سے خریدا گیا یوں نہیں کیا گیا کہ حق مہر کو محفوظ کر لیا گیا ہو اور لڑکی کے باپ نے ہزاروں مصائب اور دوسرے اپنی لڑکی کے لئے جہیز اپنی جیب سے مہیا کیا ہو۔

پیغمبر خدا جیسے بھی ہوتا اگرچہ قرض ہی لے کر کیوں نہ ہوتا یوں کر سکتے تھے کہ بہت آبرومندانہ جہیز اس زمانے کے معمول کے مطابق اپنی اکلوتی عزیز ترین بیٹی کے لئے مہیا کرتے اور یوں کہتے کہ میں خدا کا پیغمبر ہوں مجھے اپنی شان کا خیال رکھنا ضروری ہے میری بیٹی دنیا کی بہترین عورتوں میں سے ایک عورت ہے اس کی عظمت اور عزت کا احترام

کیا جانا چاہیئے اور اس کی خوشحالی کے اسباب فراہم کرنے چاہئیں میرے داماد کے خدمات اور جہاد کسی پر مخفی نہیں اس کا احترام اور اس کے زحمات کی قدردانی پاس کی آبرو کے لحاظ سے بہترین وسائل اور اسباب مہیا کر کے بجا کرنی چاہئے۔

لیکن پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جہیز میں مقابلہ اور زیادتی کے ضرر اور مفاسد کا معاشرہ میں علم تھا اور آپ کو علم تھا کہ اگر مسلمان اس مصیبت میں گرفتار ہو گئے تو انہیں عمومی فقر اور اقتصادی دیوالیہ اور کثرت طلاق اور جوانوں کا شادی کرنے کا رجحان کم ہو جائے گا اور روز بروز بے زن جوانوں اور بے شوہر لڑکیوں کی زیادتی اور جرائم اور جنایات کی کثرت مختلف قسم کے فحشا اور اعصابی بیماریوں کا وجود میں آنا جیسے مصائب میں گرفتار ہونا پڑے گا اسی لئے اس مثالی شادی کہ جس کے منتظمین اسلام کی پہلی اور دوسری شخصیت تھیں کمال سادگی سے عمل میں لائی گئی، تاکہ یہ ملت اسلامیہ اور مسلمانوں کے زمام داروں کے لئے عملی درس واقع ہو۔

حضرت علی علیہ السلام بھی ان کوتاہ فکر جوانوں میں سے نہ تھے کہ جو مال اور دولت کے اکٹھے کرنے کے لئے شادی کرتے ہیں کہ اگر جہیز میں کچھ کمی ہو تو ہر روز اپنی بیوی کے لئے دردسر بنے رہتے ہیں اور اسے بے جا ڈانٹ ڈپٹ اور اعتراضات سے ازدواجی زندگی کو متزلزل کر دیتے ہیں اور زندگی باصفا اور گرم کو بے محل طفلانہ بہانوں سے انس اور محبت کے گھر کو اختیاری قید خانے میں تبدیل کر دیتے ہیں حضرت علی علیہ السلام ملت اسلامی کے امام و پیشوا تھے اور چاہتے تھے کہ اس قسم کے غلط افکار سے مبارزہ کیا جائے مال اور دولت آپ کی نگاہ میں کچھ قیمت نہ رکھتے تھے۔

حضرت علیؑ کے گھر کا اثاثہ

حضرت علی علیہ السلام نے مندرجہ ذیل اسباب مجلہ عروسی کے لئے مہیا کر رکھے تھے۔

١۔ ایک لکڑی کہ جس پر کپڑے اور پانی کی مشک ٹانگی جا سکے۔
٢۔ گوسفند کی کھال۔
٣۔ ایک عدد تکیہ۔
٤۔ ایک عدد مشک۔
٥۔ ایک عدد آٹے کی چھلنی۔[1]

عروسی کے متعلق گفتگو

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ایک مہینہ تقریباً گزر گیا اور میں حیا کرتا تھا کہ پیغمبرؐ سے جناب فاطمہؑ کے بارے میں تذکرہ کروں لیکن جب بھی تنہائی ہوتی تو جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے، یا علی کتنی نیک اور زیبا تم کو رفیقۂ حیات نصیب ہوئی ہے، جو دنیا کی عورتوں سے افضل ہے ایک دن میرے بھائی عقیل میرے پاس آئے اور کہا:

بھائی جان ہم آپ کی شادی سے بہت خوش حال ہیں، کیوں رسول خداؐ سے خواہش کرتے کہ فاطمہؑ کو آپ کے گھر روانہ کریں؟ تاکہ آپ کی شادی کی خوشی سے ہماری آنکھیں ٹھنڈی ہوں، میں نے جواب دیا میں بہت چاہتا ہوں کہ رخصتی کرلاؤں لیکن پیغمبر اسلامؐ

---

[1] بحار الانوار۔ ج ٤٣۔ ص ١١٣۔

سے شرم کرتا ہوں عقیل نے کہا نہیں خدا کی قسم ابھی میرے ساتھ آؤ تاکہ پیغمبر اسلامؐ کی خدمت میں چلیں۔

حضرت علیؑ جناب عقیل کے ساتھ رسول خداؐ کے گھر کی طرف روانہ ہوئے راستے میں جناب ام ایمن سے ملاقات ہو گئی ان سے واقعہ کو بیان کیا تو جناب ام ایمن نے کہا کہ آپ مجھے اجازت دیجئے میں رسول خداؐ سے اس بارے میں گفتگو کروں گی، کیونکہ اس قسم کے معاملے میں عورتوں کی گفتگو زیادہ موثر ہوا کرتی ہے، جب ام ایمن اور دوسری عورتیں اصل معاملہ سے مطلع ہوئیں تو تمام کی تمام پیغمبرؐ کی خدمت میں مشرف ہوئیں اور عرض کی یا رسول اللہؐ ہمارے ماں باپ آپ پر قربان جائیں۔ ہم ایک ایسے موضوع کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی ہیں کہ اگر جناب خدیجہ زندہ ہوتیں تو بہت زیادہ خوشحال ہوتیں۔ جناب پیغمبر خداؐ نے جب خدیجہ کا نام سنا تو آپ کے آنسو نکل آئے اور فرمایا کہ خدیجہ کہاں اور خدیجہ جیسا کون، جب لوگ مجھے جھٹلاتے تھے تو خدیجہ میری تصدیق کرتی تھیں۔ دین خدا کی ترویج کی خاطر اپنا تمام مال میرے اختیار دے رکھا تھا۔ خدیجہ وہ عورت تھی کہ جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے مجھ پر وحی نازل کی کہ خدیجہ کو بشارت دوں کہ خدا اس کو بہشت میں زمرد کا بنا ہوا گھر عطا فرمائے گا۔

ام سلمہ نے عرض کی کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ جتنا بھی خدیجہ کے متعلق فرمائیں وہ درست ہے خدا ہم کو ان کے ساتھ محشور فرمائے، یا رسول اللہؐ آپ کے بھائی اور چچازاد بھائی چاہتے ہیں کہ اپنی بیوی کو اپنے گھر لے جائیں۔ آپؐ نے فرمایا وہ خود اس بارے میں مجھ سے کیوں بات نہیں کرتے؟ عرض کی کہ وہ حیا کرتے ہیں، جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ام ایمن سے فرمایا کہ ابھی علیؑ کو میرے پاس حاضر کرو۔

جب حضرت علیؑ آپ کی خدمت میں مشرف ہوئے تو فرمایا اے علیؑ چاہتے ہو کہ اپنی بیوی اپنے گھر لے جاؤ ؟ آپ نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہؐ آپ نے فرمایا کہ خدا مبارک کرے ، آج رات یا کل رات رخصتی کے اسباب فراہم کر دوں گا ۔

اس کے بعد آپ نے عورتوں سے فرمایا کہ فاطمہؑ کو زینت کرو اور خوشبو لگاؤ اور ایک کمرہ میں فرش بچھا دو تاکہ اس کی رخصتی کے آداب بجا لاؤں [1]

رخصتی کا جشن

پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؑ سے فرمایا کہ عروسی میں ولیمہ دیا جائے اور میں دوست رکھتا ہوں کہ میری امت شادیوں میں ولیمہ دیا کرے ۔ سعد اس مجلس میں موجود تھے ، انہوں نے عرض کی کہ ایک گوسفند میں آپ کو اس جشن کے لئے دیتا ہوں ، دوسرے اصحاب نے بھی حسب استطاعت اس میں مدد کی جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بلال سے فرمایا ایک گوسفند لے آؤ اور حضرت علیؑ سے فرمایا کہ اس حیوان کو ذبح کرو ، آپ نے دس درہم بھی انہیں دیئے اور فرمایا اس سے کچھ گھی ، خرما ، کشک لے آؤ اور روٹی بھی مہیا کرو اس کے بعد حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا کہ جسے چاہتے ہو کھانا کھانے کی دعوت دے دو ۔ حضرت علی علیہ السلام نے اصحاب کے ایک بہت بڑے گروہ کو دعوت دی ۔ گوشت پکایا گیا اور گھی اور خرما اور کشک کے ذریعے غذا حاضر کی گئی ۔

چونکہ مہمانوں کی تعداد زیادہ تھی اور پذیرائی کے اسباب تھوڑے تھے تو جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ مہمان دس ، دس ہو کر اندر آئیں اور کھانا

---

[1] ۔ بحار الانوار ۔ ج ۴۳ ص ۱۳۰ و ۱۳۲ ۔

کھائیں ۔ اس جشن میں جناب عباس اور حضرت حمزہ اور حضرت علیؑ اور جناب عقیل مہمانوں کی پذیرائی کر رہے تھے ، دسترخوان بچھایا گیا اور اصحاب دس ، دس ہو کر اندر آتے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے دست مبارک سے غذا نکالتے اور مہمانوں کے سامنے رکھتے جب سیر ہو جاتے تو باہر چلے جاتے اور دوسرے دس آدمی اندر آ جاتے اس طرح سے بہت زیادہ لوگوں نے کھانا کھایا اور جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست مبارک کی برکت سے تمام لوگ سیر ہو گئے اس کے بعد آپ نے حکم دیا کہ جو غذا بچ رہی ہے وہ فقراء اور مساکین کے گھروں کو جو ولیمہ میں حاضر نہ ہو سکے تھے پہنچائی جائے اور حکم دیا کہ ایک برتن میں حضرت زہراؑ اور حضرت علی علیہ السلام کے لئے غذا رکھی جائے [1]

حجلہ کی طرف

پیغمبر خداؐ کی عورتوں نے جناب فاطمہؑ کو آراستہ کیا آپ کو عطر اور خوشبو لگائی ، پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؑ کو بلایا اور اپنے دائیں جانب بٹھایا اور جناب فاطمہؑ کو اپنے بائیں جانب بٹھایا ، اس کے بعد دونوں کو اپنے سینے سے لگایا اور دونوں کی پیشانی کو بوسہ دیا دلہن کا ہاتھ پکڑا اور داماد کے ہاتھ میں دیا اور حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا کہ فاطمہؑ اچھی رفیقۂ حیات ہے اور جناب فاطمہؑ سے فرمایا کہ علیؑ بہترین شوہر ہیں ۔

اس کے بعد عورتوں کو حکم دیا کہ دولہا ، دلھن کو خوشی اور جوش وخروش سے حجلہ کی طرف لے جائیں لیکن اس قسم کا کوئی کلام نہ کریں کہ جس سے اللہ ناراض ہوتا ہو

---

[1] ۔ بحار الانوار ۔ ج ۴۳ ص ۱۰۵ و ۱۲۵ و ۱۱۳ و ۱۰۶

پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عورتوں نے جوش و خروش سے اللہ اکبر کہتے ہوئے فاطمہؑ اور علیؑ کو حجلہ تک پہنچایا رسول خداؐ بھی اس کے پیچھے آ پہنچے اور حجلہ میں وارد ہو گئے اور حکم دیا کہ پانی کا برتن حاضر کیا جائے تھوڑا سا پانی لے کر آپ نے جناب فاطمہؑ کے جسم پر چھڑکا اور حکم دیا کہ باقی پانی سے وضو کریں اور منہ دھولیں اس کے بعد ایک اور پانی کا برتن منگوایا اور اس سے کچھ پانی حضرت علی علیہ السلام کے جسم پر چھڑکا اور حکم دیا کہ باقی پانی سے وضو کریں اور منہ دھولیں اس کے بعد آپ نے دلھن اور داماد کا بوسہ لیا اور آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا۔ اے خدا۔ اس شادی کو مبارک فرما اور ان سے پاک و پاکیزہ نسل وجود میں آئے۔

جب آپ نے چاہا کہ حجلہ سے باہر جائیں تو جناب فاطمہؑ نے آپ کا دامن پکڑ لیا اور رونا شروع کر دیا، آپ نے فرمایا میری پیاری بیٹی، میں نے بردبار ترین اور دانشمند ترین انسان سے تیری شادی کی ہے۔

اس کے بعد آپ اٹھ کھڑے ہوئے اور حجلہ کے دروازے پر آ کر دروازے کے چوکھٹے کو پکڑ کر فرمایا کہ خدا تمہیں اور تمہاری نسل کو پاک و پاکیزہ قرار دے، میں تمہارے دوستوں کا دوست ہوں اور تمہارے دشمنوں کا دشمن، اب رخصت ہوتا ہوں اور تمہیں خداوند عالم کے سپرد کرتا ہوں۔ حجلے کے دروازے کو بند کیا اور عورتوں سے فرمایا کہ سب اپنے گھروں کو چلی جائیں اور یہاں کوئی بھی نہ رہے۔ تمام عورتیں چلی گئیں۔

جب پیغمبر اسلامؐ نے باہر جانا چاہا تو دیکھا کہ ایک عورت وہاں باقی ہے پوچھا تم کون ہو مگر میں نے تمہیں کہا کہ سب چلی جاؤ۔

اس نے عرض کی میں اسما ہوں، آپ نے تو فرمایا کہ سب چلی جاؤ لیکن میں جانے سے معذور ہوں کیونکہ جب جناب خدیجہ اس جہان سے کوچ فرما رہی تھیں تو میں نے دیکھا

کہ وہ رو رہی ہیں، میں نے عرض کیا آپ بھی روتی ہیں؟ حالانکہ تم دنیا کی عورتوں سے بہترین عورت ہو، اور رسول خداؐ کی بیوی ہو، اللہ تعالیٰ نے تجھے بہشت کا وعدہ دیا ہے۔ آپ نے کہا میں اس لئے رو رہی ہوں کہ جانتی ہوں ہر لڑکی کی خواہش ہوتی ہے کہ شب زفاف اس کے پاس کوئی ایسی عورت ہو جو اس کی محرم راز ہو اور اس کی ضروریات کو پورا کرے، میں دنیا سے جا رہی ہوں لیکن مجھے ڈر ہے کہ فاطمہؑ شب زفاف کوئی محرم نہ رکھتی ہو گی اور اس کا کوئی مددگار نہ ہو گا اس وقت میں نے خدیجہ سے عرض کیا کہ اگر میں فاطمہؑ کے شب زفاف تک زندہ رہی تو تم سے وعدہ کرتی ہوں کہ میں اس کے پاس رہوں گی اور اس سے مادری سلوک کروں گی۔ جب پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب خدیجہ کا نام سنا تو بے اختیار آپ کے آنسو جاری ہو گئے اور فرمایا تجھے خدا کی قسم تم اسی غرض سے یہاں رہ گئی ہو؟ عرض کیا ہاں۔ پیغمبرؐ نے فرمایا تم اپنے وعدہ پر عمل کرو۔[1]

---

[1] ۔ بعض روایات کی بنا پر جب چوتھے دن پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جناب فاطمہؑ کے گھر گئے تو آپؐ نے اسماء سے ملاقات کی، بہر حال یہ داستان اسما بنت سے تاریخ نویسوں نے لکھی ہے اور اس میں نسبت بھی اسما بنت عمیس کی طرف اس واقعہ کی دی ہے، لیکن اگر یہ واقعہ صحیح ہو تو وہ عورت اسما بنت عمیس نہیں ہو سکتیں کیونکہ اس وقت اسما جناب جعفر طیار کی زوجہ تھیں اور آپ کے ساتھ حبشہ میں موجود تھیں جناب فاطمہؑ کی شادی کے وقت مدینہ میں موجود نہ تھیں مدینہ میں آپ خیبر کے فتح ہونے کے بعد آئیں، لہٰذا وہ عورت جو جناب فاطمہؑ کے پاس شب زفاف رہیں وہ یا اسما بنت یزید بن سکن انصاریا یا سلمیٰ جو اسما بنت عمیس کی بہن تھیں ہو گی۔ بہر حال صاحب کشف الغمہ لکھتے ہیں اس عورت کے نام میں مورخین کو اشتباہ ہوا ہے۔

فاطمہ کا دیدار

پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زفاف کی رات کی صبح کو دودھ برتن میں لئے ہوئے جناب فاطمہؑ کے حجلہ میں گئے اور وہ برتن جناب فاطمہؑ کے ہاتھ میں دیا اور فرمایا تمہارا باپ تم پر قربان ہو اس کو پیئو، اس کے بعد حضرت علیؑ سے فرمایا تمہارے چچا کا بیٹا تم پر قربان ہو تم بھی پیئو[1]

حضرت علی علیہ السلام سے پوچھا بیوی کیسی تھی؟ عرض کیا اللہ کی بندگی میں بہترین مددگار۔ جناب فاطمہؑ سے پوچھا کہ شوہر کیسے تھے؟ عرض کیا بہترین شوہر[2]

پیغمبرؐ اس کے بعد چار دن تک جناب فاطمہؑ کے گھر تشریف نہیں لے گئے اور جب چوتھے دن جناب فاطمہؑ کے حجلہ میں تشریف لے گئے تو آپ سے خلوت میں پوچھا، تیرا شوہر کیسا ہے؟ عرض کی ابا جان مردوں میں سے بہترین شوہر اللہ نے مجھے عطا کیا، لیکن قریش کی عورتیں میرے دیدار کے لئے آئیں تو بجائے مبارکباد دینے کے میرے دل پر غم کی گرہ چھوڑ گئیں اور کہنے لگیں تمہارے باپ نے تمہارا نکاح ایک فقیر و تہی دست انسان سے کیا ہے، حالانکہ مالدار اور ثروت مند مرد تمہارے خواستگار تھے۔ جناب رسول خداؐ نے اپنی بیٹی کی تسلی دی اور فرمایا اے نور چشم تمہارے باپ اور شوہر فقیر نہیں ہیں خدا کی قسم زمین کے خزانے کی چابیاں میرے سامنے پیش کی گئیں لیکن میں نے اخروی نعمات کو دنیا کے مال اور ثروت پر ترجیح دی، عزیزم! میں نے تیرے لئے ایک ایسا شوہر منتخب کیا ہے جس نے

---

[1] ۔ کشف الغمہ ۔ ج ۲ ص ۹۹ ۔

[2] ۔ بحار الانوار ۔ ج ۴۳ ص ۱۱۷ ۔

تمام لوگوں سے پہلے اسلام کا اظہار کیا اور جو علم و حلم اور عقل کے لحاظ سے تمام لوگوں پر برتری رکھتا ہے۔ خداوند عالم نے تمام لوگوں سے مجھے اور تیرے شوہر کو چنا ہے۔ بہت بہترین شوہر والی ہو اس کی قدر کو سمجھو اور اس کے حکم کی مخالفت نہ کرو۔ اس کے بعد حضرت علی علیہ السلام کو بلایا اور فرمایا کہ اپنی بیوی کے ساتھ نرمی اور مہربانی سے پیش آنا، تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ فاطمہؑ میرے جسم کا ٹکڑا ہے جو شخص اسے اذیت دے گا وہ مجھے اذیت دے گا اور جو اسے خوشنود کرے گا، وہ مجھے خوشنود کرے گا، میں تم سے رخصت ہوتا ہوں اور میں تمہیں خدا کے سپرد کرتا ہوں[1]

علامہ مجلسی علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے کہ حضرت فاطمہؑ کا عقد ماہ مبارک میں ہوا، پہلی یا چھ ذی الحجہ کو آپ کی رخصتی ہوئی[2]

حضرت علی علیہ السلام اور جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا نے تھوڑی مدت اپنے گھر میں جو جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر سے تھوڑے فاصلے پر تھا زندگی بسر کی، لیکن یہ فاصلہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر دشوار تھا ایک دن آپ جناب فاطمہؑ کے گھر تشریف لے گئے اور فرمایا کہ میرا ارادہ ہے کہ تمہیں اپنے

---

[1] ۔ جو مطالب حضرت علی علیہ السلام اور جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا کی شادی میں ذکر ہوئے ہیں انہیں ان کتابوں میں دیکھا جا سکتا ہے۔ کشف الغمہ ج ۱ ۔ مناقب شہر ابن آشوب ج ۳ ۔ تذکرۃ الخواص ۔ ذخائر العقبیٰ ۔ دلائل الامامۃ ۔ سیرۃ ابن ہشام ۔ مناقب خوارزمی ینابیع المودۃ ۔ بحار الانوار، ج ۴۳ ۔ ناسخ التواریخ جلد حضرت فاطمہ زہراؑ ۔ اعلام الوریٰ مجمع الزوائد، ج ۹ ۔

[2] ۔ بحار الانوار، ج ۴۳ ص ۱۳۶ ۔

نزدیک بلالوں، آپ نے عرض کی حارثہ بن نعمان سے بات کیجئے کہ وہ اپنا مکان ہمیں دے دے آپ نے فرمایا حارثہ بن نعمان اپنی منازل ہمارے لئے خالی کر کے خود بہت دور چلا گیا ہے، اب مجھے اس سے شرم آتی ہے۔ جناب حارثہ کو جب اس کی خبر ہوئی تو وہ جناب رسول خدا کی خدمت میں مشرف ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ میں اور میرا مال آپ کے اختیار میں ہے میں چاہتا ہوں کہ آپ فاطمہؑ کو میرے گھر منتقل کر دیں۔ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا کو حارثہ کے مکان میں منتقل کر دیا [1]

---

[1] ۔ طبقات ابن سعد، ج ۸ بخش ۱ ص ۱۴ ۔

حصّۂ سوم

فاطمہؑ علیؑ کے گھر میں

جناب فاطمہؑ باپ کے گھر سے شوہر کے گھر منتقل ہو گئیں لیکن خیال نہ کیجئے کہ کسی اجنبی کے گھر گئی ہیں گرچہ آپ مرکز نبوت سے باہر چلی گئی ہیں لیکن مرکز ولایت میں پہنچ گئیں ۔ اسلام کے سپہ سالار فوج کے کمانڈر جنگ کے وزیر اور خصوصی مشیر اسلام کی پہلی شخصیت کے گھر وارد ہوئی ہیں اس مرکز میں آنے سے بہت سخت وظائف آپ کے کندھے پر آن پڑے ہیں، اب رسمی ذمہ داریاں بھی آپ پر عائد ہو گئیں ۔ یہاں رہ کر آپ کو اسلام کی خواتین کے لئے ازدواجی زندگی، امور خانہ داری، بچوں کی تربیت کا عملی طور پر درس دینا ہے، خواتین اسلام کو فداکاری، صداقت، محبت کا لازمی طور پر درس دینا ہوگا آپ کو اس طرح زندگی گزارنا ہے جو مسلمان عورتوں کے لئے ایک نمونہ بن جائے کہ عالم کی خواتین آپ کے وجود کے آئینے میں اسلام کی نورانیت اور حقیقت کو دیکھ سکیں ۔

امور خانہ داری

پہلا گھر کہ جس کے دونوں رکن میاں اور بیوی گناہوں سے پاک اور معصوم انسانیت کے فضائل اور کمالات سے مزین ہیں وہ حضرت علیؑ اور جناب فاطمہؑ کا گھر تھا ۔ حضرت علیؑ ایک اسلامی مرد کا کامل نمونہ تھے اور حضرت زہراؑ

ایک مسلمان عورت کا کامل نمونہ تھیں ۔

علی ابن ابی طالب نے بچپن سے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دامن میں اور آپ کی زیر نگرانی تربیت پائی تھی ۔ کمالات اور فضائل اور بہترین اور اعلیٰ ترین اسلامی اخلاق کے مالک تھے، جناب زہراؑ نے بھی اپنے باپ کے دامن میں تربیت پائی تھی اور آپ اسلامی اخلاق سے پوری طرح آگاہ تھیں ۔ آپ لوگوں کے کان بچپن سے قرآن سے مانوس تھے ۔ رات دن اور کبھی کبھار قرآن کی آواز خود پیغمبرؐ کے دہن مبارک سے سنا کرتے تھے ۔ غیبی اخبار اور وحی سے آگاہ تھے اسلام کے حقائق اور معارف کو اس کے اصلی منبع اور سرچشمہ سے دریافت کرتے تھے اسلام کا عملی نمونہ پیغمبر اسلامؐ کے وجودی آئینہ میں دیکھا کرتے تھے اسی بناء پر گھریلو زندگی کا اعلیٰ ترین نمونہ اس گھر سے دریافت کیا جا سکتا ہے ۔

علیؑ اور فاطمہؑ کا گھر واقعاً محبت اور صمیمیت کا باصفا گھر تھا ۔ میاں بیوی کمال صداقت سے ایک دوسرے کی مدد اور معاونت کر رہے تھے گھریلو کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرتے تھے ۔ بیاہ کے ابتدائی دنوں میں پیغمبرؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ آپ گھر کے کام کاج ہم میں تقسیم کر دیں ۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا گھر کے اندرونی کام فاطمہ انجام دیں گی اور بیرونی کام علیؑ کے ذمہ ہوں گے فاطمہؑ فرماتی ہیں کہ میں اس تقسیم سے بہت خوش ہوئی کہ گھر کے بیرونی کام میرے ذمہ نہیں کئے گئے ہیں[۱]

جی ہاں! فاطمہؑ وحی کی تربیت یافتہ تھیں اور جانتی تھیں کہ گھر ایک اسلام کا بہت بڑا مورچہ ہے، اگر عورت کے ہاتھ سے یہ مورچہ نکل گیا اور خرید و فروخت کے

---

[۱] بحار الانوار، ج ۴۳ ص ۸۱

لئے گھر سے باہر نکل پڑی تو پھر وہ امور خانہ داری کے وظائف اور اولاد کی تربیت اچھی طرح انجام نہیں دے سکے گی یہی وجہ تھی کہ آپ اس تقسیم سے خوش ہوگئیں کہ گھر کے مشکل اور سخت کام علیؑ کے سپرد کئے گئے ہیں۔

اسلام کی بے مثال پہلی شخصیت کی بیٹی کام کرنے کو عار نہ سمجھتی تھی اور گھر کے مشکل کاموں کی بجاآوری سے نہیں کتراتی تھیں، آپ نے اس حد تک گھر کے کاموں میں زحمت اٹھائی کہ خود حضرت علی علیہ السلام آپ کے بارے میں یاد کرتے تھے اور آپ کی خدمات کو سراہا کرتے تھے آپ نے اپنے ایک دوست سے فرمایا تھا کہ چاہتے ہو کہ میں اپنے اور فاطمہؑ کے متعلق تمہیں بتلاؤں۔

اتنا بڑے گھر پانی بھر کر لائی ہیں کہ آپ کے کندھے پر مشک کا نشان پڑ گیا تھا اور اتنی آپ نے چکی پیسی کہ آپ کے ہاتھ پر چھالے پڑ گئے تھے، اتنا آپ نے گھر کی صفائی اور پاکیزگی اور روٹی پکانے میں زحمت اٹھائی ہے کہ آپ کا لباس میلا ہو جاتا تھا۔ آپ پر کام کرنا بہت سخت ہو چکا تھا میں نے آپ سے کہا تھا کتنا بہتر ہوگا کہ اگر آپ پیغمبرؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر حالات کا آپؐ سے تذکرہ کریں شاید کوئی کنیز آپ کے لئے مہیا کر دیں۔ تاکہ وہ آپ کی امور خانہ داری میں مدد کر سکے۔

جناب فاطمہؑ پیغمبرؐ کی خدمت میں گئیں لیکن اصحاب کی ایک جماعت کو محو گفتگو دیکھ کر واپس لوٹ آئیں اور شرم کے مارے آپ سے کوئی بات نہ کی۔ پیغمبرؐ نے محسوس کر لیا تھا کہ فاطمہؑ کسی کام کی غرض سے آئی تھیں، لہذا آپؐ دوسرے دن ہمارے گھر خود تشریف لے آئے اور سلام کیا۔ ہم نے جواب سلام دیا آپ ہمارے پاس بیٹھ گئے اور فرمایا بیٹی فاطمہؑ کس لئے میرے پاس آئی تھیں؟ جناب فاطمہؑ نے اپنی حاجت کے بیان کرنے میں شرم محسوس کی حضرت علیؑ نے عرض کی یا رسول اللہؐ، فاطمہؑ اس قدر پانی بھر کر لائی ہیں کہ مشک کے بند کے داغ آپ کے سینے پر پڑ چکے ہیں اتنی آپ نے

چکی چلائی ہے کہ آپ کے ہاتھ پر چھالے پڑ گئے ہیں اتنا آپ نے اپنے گھر کی صفائی کے لئے جھاڑو دیئے ہیں کہ آپ کا لباس غبار آلود اور میلا ہو چکا ہے اور اتنا آپ نے خوراک اور غذا پکائی ہے کہ آپ کا لباس کثیف ہو گیا ہے۔ میں نے ان سے کہا تھا کہ آپ کی خدمت میں جائیں شاید کوئی کنیز اور مددگار آپ انہیں عطا فرما دیں۔

پیغمبرؐ نے فرمایا بیٹی فاطمہؑ کیا تمہیں ایسا عمل نہ بتلاؤں جو کنیز سے بہتر ہو جب سونا چاہو تو چونتیس مرتبہ سبحان اللہ، تینتیس مرتبہ الحمدللہ، چونتیس مرتبہ اللہ اکبر پڑھا کرو۔ یہ ذکر ایک سو سے زیادہ نہیں۔ لیکن اس سے نامۂ عمل میں ایک ہزار حسنہ لکھا جاتا ہے۔ فاطمہؑ، اگر اس ذکر کو ہر روز صبح پڑھو تو خداوند تیرے دنیا اور آخرت کے کاموں کی اصلاح کر دے گا۔ فاطمہؑ نے جواب میں کہا ابا جان میں خدا اور اس کے رسول سے راضی ہو گئی ہوں[51]

ایک دوسری حدیث میں اس طرح آیا ہے کہ فاطمہؑ نے اپنے حالات اپنے بابا سے بیان کئے اور آپؐ سے ایک لونڈی کا تقاضا کیا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گریہ کرتے ہوئے فرمایا۔ فاطمہؑ خدا کی قسم چار سو آدمی فقیر اس وقت مسجد میں رہ رہے ہیں کہ جن کے پاس نہ خوراک ہے اور نہ ہی لباس مجھے خوف ہے کہ اگر تمہارے پاس لونڈی ہوئی تو گھر میں خدمت کرنے کا جو اجر اور ثواب ہے وہ تمہارے ہاتھ سے نکل جائے گا۔ مجھے خوف ہے کہ علی ابن ابی طالب قیامت کے دن تم سے اپنے حق کا مطالبہ کریں اس کے بعد آپ نے تسبیح زہراؑ آپ کو بتلائی۔ امیر المومنین نے فرمایا کہ دنیا کی طلب کے لئے پیغمبرؐ کے پاس گئی تھیں لیکن آخرت کا ثواب ہمیں نصیب ہو گیا[52]

---

[51] ۔ بحارالانوار، ج ۴۳ ص ۸۲ ۔ ۱۳۴ ۔

[52] ۔ بحارالانوار، ج ۴۳ ص ۸۵ ۔

ایک دن پیغمبرؐ جناب فاطمہؑ کے گھر تشریف لے گئے دیکھا کہ علیؑ اور فاطمہؑ چکی چلانے میں مشغول ہیں آپ نے پوچھا تم میں سے کون تھک چکا ہے ؟ حضرت علی علیہ السلام نے عرض کی کہ فاطمہؑ، چنانچہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جناب فاطمہؑ کی جگہ بیٹھ گئے اور حضرت علی کی چکی چلانے میں مدد کی[1]

جناب جابر کہتے ہیں کہ پیغمبر اسلامؐ نے دیکھا کہ جناب فاطمہؑ معمولی قیمت کا لباس پہنے ہوئے ہیں اور اپنے ہاتھ سے چکی چلاتی ہیں اور بچوں کو گود میں لئے ہوئے دودھ پلاتی ہیں یہ منظر دیکھ کر آپ کے آنسو جاری ہو گئے اور فرمایا میری پیاری بیٹی دنیا کی سختی اور تلخی کو برداشت کرو تاکہ آخرت کی نعمتوں سے سرشار ہو سکو آپ نے عرض کیا، یا رسول اللہؐ میں اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں پر شکر گزار ہوں اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی کہ خدا قیامت کے دن اتنا تجھے عطا کرے گا کہ تو راضی ہو جائے[2]

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ حضرت علیؑ لکڑیاں اور گھر کا پانی مہیا کرتے تھے اور گھر کی صفائی کرتے تھے اور جناب فاطمہؑ چکی پیستی تھیں اور آٹا گوندھتی اور روٹی پکاتی تھیں[3]

ایک دن جناب بلال خلاف معمول مسجد میں صبح کی نماز میں دیر سے پہنچے تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیر سے آنے کی وجہ پوچھی آپ نے عرض کیا۔ جب میں مسجد آ رہا تھا تو جناب فاطمہؑ کے گھر سے گزرا میں نے دیکھا کہ آپ چکی پیس رہی ہیں اور

---

[1] ۔ بحارالانوار، ج ۴۳ ص ۵۰ ۔

[2] ۔ بحارالانوار، ج ۴۳ ص ۸۶ ۔

[3] ۔ بحارالانوار، ج ۴۳ ص ۱۵۱ ۔

بچے رو رہے ہیں، میں نے عرض کی اے پیغمبر کی بیٹی ان دو کاموں میں سے ایک میرے سپرد کر دیں تاکہ میں آپ کی مدد کر دوں، آپ نے فرمایا بچوں کو بہلانا مجھے اچھا آتا ہے اگر تم چاہتے ہو تو چکی چلا کر میری مدد کرو میں نے چکی کا چلانا اپنے ذمہ لے لیا اسی لئے مسجد میں دیر سے آیا ہوں ۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تو نے فاطمہؑ پر رحم کیا ہے خدا تم پر رحم کرے[4] ۔

شوہر کے ہمراہ

جناب فاطمہؑ کسی عام آدمی کے گھر زندگی نہیں گزار رہی تھیں بلکہ وہ اسلام کی دوسری شخصیت، جو اسلام کے سپہ سالار اور بہادر اور قوی اور پیغمبرؐ کے خصوصی وزیر اور مشیر تھے، کے گھر میں زندگی گزار رہی تھیں اسلام اور اپنے شوہر کے حساس مقام کو اچھی طرح سمجھتی تھیں اور جانتی تھیں کہ اگر علی کی تلوار نہ ہو تو اسلام کی کوئی پیشرفت نہیں ہو سکتی، جناب فاطمہؑ اسلام کے بحرانی اور بہت حساس مواقع کے لحاظ سے حضرت علی علیہ السلام کے گھر زندگی گزار رہی تھیں اسلام کا لشکر ہر وقت تیار رہتا تھا، ہر سال میں کئی لڑائیاں ہو جاتی تھیں ۔ حضرت علیؑ ان تمام یا اکثر جنگوں میں شریک ہوا کرتے تھے ۔

جناب زہراؑ اپنی سخت اور حساس ذمہ داری سے باخبر تھیں اور اس سے بھی بطور کامل مطلع تھیں کہ عورت کا مرد کے مزاج پر کیا اثر ہوتا ہے، جانتی تھیں کہ عورت اس قسم کا نفوذ اور قدرت رکھتی ہے کہ جس طرف چاہے مرد کو پھیر سکتی ہے اور یہ بھی جانتی تھیں کہ مرد کی ترقی یا تنزلی اور سعادت اور بدبختی کتنی عورت کی رفتار اور طرز

---

[4] ۔ ذخائر العقبیٰ، ص ۵۱

سے وابستہ ہے اور یہ بھی جانتی تھیں کہ گھر مرد کے لئے مورچہ اور آسائش کا مرکز ہے مرد مبارزہ کے میدان اور حوادث زندگی اور ان کے مشکلات سے روبرو ہو کر تھکا ماندہ گھر ہی آکر پناہ لیتا ہے تاکہ تازہ طاقت حاصل کرے اور اپنے وظائف کی انجام دہی کے لئے اپنے آپ کو دوبارہ آمادہ کر سکے۔ اس اہم آسائشگاہ کی ذمہ داریاں عورت کو سونپی گئی ہیں۔ اسی لئے اسلام نے ازدواجی زندگی کو جہاد کے برابر قرار دیا ہے۔ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ عورت کا جہاد یہ ہے کہ وہ اچھی طرح شوہر کی خدمت کرے۔[1]

جناب فاطمہؑ جانتی تھیں اسلام کا بہادر اور طاقتور سپہ سالار جنگ کے میدان میں اس وقت فاتح ہو سکتا ہے جب وہ گھر کے داخلی امور سے بے فکر اور اپنی رفیقۂ حیات کی مہربانیوں اور تشویقات سے مطمئن ہو، اس سے یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ اسلام کا فداکار سپہ سالار علیؑ جب جنگ سے تھکا ماندہ میدان سے گھر آتا تھا تو اپنی ہمسر کی مہربانیوں اور نوازشات اور پیار بھری باتوں سے کا مًا نوازا جاتا تھا۔ آپ ان کے جسم کے زخموں پر مرہم پٹی کرتی تھیں ان کے خون آلود لباس کو دھوتی تھیں اور جنگ کے حالات ان سے سنانے کو کہتی تھیں۔

جناب زہرا معظمہ ان تمام کاموں کو خود انجام دیتی تھیں یہاں تک کہ کبھی اپنے باپ کے خون آلود کپڑے بھی خود ہی دھویا کرتی تھیں، ہم تاریخ میں پڑھتے ہیں کہ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم احد کی جنگ سے واپس آئے تو آپ نے اپنی تلوار جناب زہرا کو دی اور فرمایا کہ اس کا خون بھی دھو دو۔[2]

---

[1] - وافی کتاب نکاح ص ۱۲۸ -

[2] - سیرہ ابن ہشام، جلد ۳ ص ۱۰۶ -

جناب زہراؑ اپنے شوہر کو آفرین اور شاباش دے کر شوق دلایا کرتی تھیں آپ ان کی فداکاری و بہادری کی داد دیا کرتی تھی اس طرح آپ حضرت علیؑ کی حوصلہ افزائی اور آپ کو اگلی جنگ کے لئے تیار کرتی تھیں۔ اپنی بے ریا محبت سے تھکے ماندے علیؑ کو سکون مہیا کرتی تھیں خود حضرت علی علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ جب میں گھر واپس آتا تھا اور جناب زہراؑ کو دیکھتا تھا تو میرے تمام غم اور اندوہ ختم ہو جایا کرتے تھے۔[1]

جناب فاطمہؑ کبھی بھی حضرت علیؑ کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر قدم نہیں رکھتی تھیں اور کبھی بھی حضرت علی علیہ السلام کو غضبناک نہیں کرتی تھیں کیونکہ جانتی تھیں کہ اسلام کہتا ہے کہ جو عورت شوہر کو غضب ناک کرے خداوند اس کی نماز اور روزے کو قبول نہیں کرتا جب تک اپنے شوہر کو راضی نہ کرے۔[2]

جناب فاطمہؑ نے حضرت علیؑ کے گھر کبھی جھوٹ نہیں بولا اور خیانت نہیں کی اور کبھی آپ کے حکم کی مخالفت نہیں کی حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں نے کبھی ایسا کام نہیں کیا کہ جس سے فاطمہؑ غضبناک ہوئی ہوں، اور فاطمہؑ نے بھی کبھی مجھے غضبناک نہیں کیا۔[3]

حضرت علی علیہ السلام نے جناب زہراؑ کے آخری وداع میں اس کا اعتراف کیا ہے، کیونکہ جناب زہراؑ نے اپنے آخری وقت میں علیؑ سے کہا تھا اے ابن عم آپ نے مجھے کبھی دروغ گو اور خائن نہیں پایا جب سے آپ نے میرے ساتھ زندگی شروع کی ہے میں نے آپ کے احکام کی مخالفت نہیں کی، علیؑ نے فرمایا اے رسول خداؐ کی دختر

---

[1] - مناقب خوارزمی، ص ۲۵۶ -

[2] - وافی کتاب نکاح، ص ۱۱۴ -

[3] - مناقب خوارزمی، ص ۲۵۶ -

معاذ اللہ تم نے گھر میں مجھ سے برا سلوک کیا ہو کیونکہ تیری اللہ کی معرفت اور پرہیزگاری اور نیکوکاری اور خداترسی اس حد تک تھی کہ اس پر ایراد اور اعتراض نہیں کیا جا سکتا تھا، میری محترم رفیقہ حیات مجھ پر تیری جدائی اور مفارقت بہت سخت ہے لیکن موت سے کسی کو مفر نہیں [۱]

چونکہ حضرت علیؑ کی فکر داخلی امور سے کاملاً آزاد تھی اور اپنی بیوی کی تشویق سے بھی بہرہ مند تھے اسی لئے آپ کے لئے وہ تمام کامیابیاں ممکن ہو سکیں۔

لیکن یہ خیال کبھی نہ کیجئے کہ حضرت علیؑ ابن ابی طالب ان خود پسند اور خود خواہ مردوں میں سے تھے کہ ہزاروں توقع اپنی بیوی سے تو رکھتے ہوں لیکن اپنے لئے کسی مسئولیت یا ذمہ داری کے قائل نہ ہوں اور اپنے آپ کو عورت کا حاکم مطلق سمجھتے ہوں اور عورت کو زرخرید غلام بلکہ اس سے بھی پست تر خیال کرتے ہوں ایسا بالکل نہ تھا حضرت علیؑ اسی حالت میں جب میدان جنگ میں تلوار چلا رہے ہوتے تھے تو جانتے تھے کہ ان کی بیوی بھی اسلام کے داخلی مورچہ۔ گھر، میں جہاد میں مشغول ہے ان کی غیر حاضری میں تمام داخلی امور اور خارجی امور کی ذمہ داری جناب فاطمہؑ پر ہے کھانا پکاتی تھیں لباس دھوتی تھیں، بچوں کی نگاہ داری کرتی تھیں اور اولاد کی تربیت میں سخت محنت کرتی تھیں۔ جنگ کے زمانے میں سختی اور قحط کے دور میں غذا اور دیگر زندگی کے اسباب مہیا کرنے میں کوشش کرتی تھیں، جنگ اور حوادث کی ناراحت کنندہ خبر سن کر ناراحت ہوتیں اور انتظار کی سختی برداشت کرتی تھیں۔

خلاصہ گھر کے نظم و ضبط کو برقرار رکھتیں جو کہ ایک مملکت چلانے سے آسان نہیں ہوا کرتا، حضرت علیؑ کو احساس تھا کہ داخلی سپاہی کو بھی دلجوئی اور محبت اور تشویق کی

---

[۱] ـ بحارالانوار، ج ۴۳ ص ۱۹۱۔

ضرورت ہوتی ہے اسی لئے جب بھی آپ گھر میں تشریف لاتے تو آپ گھر کے حالات اور جناب زہراؑ کی محنت اور مشقت کی احوال پرسی کرتے تھے اور اس تھکی ماندی شخصیت کو سراہتے اور اس کے پژمردہ دل کو اپنی مہربانیوں اور دل نواز باتوں کے ذریعہ سکون مہیا کرتے، زندگی کی سختی اور فقر اور تہی دستی کے لئے ڈھارس بندھاتے اور زندگی کے کاموں کو بجا لانے اور زندگی کے کاموں میں آپ کی ہمت افزائی کرتے تھے۔ علیؑ جانتے تھے کہ جتنا مرد عورت کے اظہار محبت اور خلوص اور قدردانی کا محتاج ہے اتنا عورت بھی اس کی محتاج ہے یہ دونوں اسلام کا نمونہ تھے اور اپنے وظائف پر عمل کرتے اور عالم اسلام کے لئے اپنے اخلاق کا نمونہ بنے رہے۔

کیا جناب رسول خداؐ نے زفاف کی رات علیؑ سے نہیں فرمایا تھا کہ تمہاری بیوی جہان کی عورتوں سے بہتر ہے، اور جناب زہراؑ سے فرمایا تھا کہ تمہارا شوہر علیؑ جہان کے مردوں سے بہتر ہے [۱]

کیا پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں فرمایا تھا کہ اگر علیؑ نہ ہوتے تو فاطمہؑ کا کوئی کفو اور لائق شوہر موجود نہیں تھا [۲]

جناب فاطمہؑ نے اپنے والد بزرگوار سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ تم میں سے بہترین مرد وہ ہیں جو اپنی بیویوں کے محسن اور مہربان ہوں [۳]

کیا خود حضرت علی علیہ السلام نے زفاف کی صبح پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

---

[۱] ـ بحارالانوار، ج ۴۳ ص ۱۳۲۔

[۲] ـ کشف الغمہ، ج ۲ ص ۹۸۔

[۳] ـ دلائل الامامہ، ص ۷۔

خدمت میں عرض نہیں کیا تھا کہ فاطمہؑ اللہ کی اطاعت میں میری بہترین مددگار اور یاور ہے[۱]

بچوں کی تعلیم و تربیت

جناب زہراؑ کی ذمہ داریوں میں سے سب سے زیادہ سخت ذمہ داری اولاد کی تربیت تھی۔ آپ کے پانچ بچے ہوئے، جناب امام حسنؑ اور امام حسینؑ اور جناب زینب خاتون اور جناب ام کلثوم اور پانچویں فرزند کا نام محسن تھا جو ساقط کر دیا گیا۔ آپ کے دو لڑکے اور دو لڑکیاں زندہ رہیں آپ کی اولاد عام لوگوں کی اولاد کی طرح نہ تھی بلکہ یوں ہی مقدر ہو چکا تھا کہ پیغمبر اکرمؐ کی نسل مبارک جناب فاطمہؑ سے چلے۔

جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا کرتے تھے باقی پیغمبروں کی ذریت ان کے صلب سے ہے لیکن میری نسل علیؑ کے صلب سے مقرر ہوئی ہے میں فاطمہؑ کی اولاد کا باپ ہوں[۲]

خدا نے مقدر فرمایا ہے کہ دین کے پیشوا اور رسول خداؐ کے خلفاء جناب زہراؑ کی پاک نسل سے ہوں لہذا جناب زہراؑ کی سب سے زیادہ سخت ذمہ داری اولاد کی تربیت تھی۔

تربیت اولاد ایک مختصر جملہ ہے لیکن یہ لفظ بہت مبہم اور وسیع المعنی ہے شاید کسی کے ذہن میں آئے کہ اولاد کی تربیت صرف اتنی ہے کہ ماں باپ کا ان کے لئے لوازم زندگی

۱۔ بحار الانوار، ج ۴۳ ص ۱۷۱۔

۲۔ مناقب ابن شہر آشوب، ج ۲ ص ۳۸۷۔

فراہم کرنا ہی نہیں اور ماں ان کے لئے خشک و تر سے غذا مہیا کر دے اور لباس دھو دے اور بس اس کے علاوہ اور کوئی بھی ذمہ داری اولاد کی ان پر عائد نہیں ہوتی لیکن معلوم ہونا چاہیئے کہ اسلام اسی حد تک اولاد کی تربیت میں اکتفا نہیں کرتا بلکہ ماں باپ کو ان کے بہت بڑے وظیفہ کا مسئول قرار دیتا ہے۔

اسلام بچے کی بعد میں بننے والی شخصیت کو ماں باپ کی پرورش اور تربیت اور ان کی نگہداری کے مرہون منت سمجھتا ہے ماں باپ کے تمام حرکات اور سکنات اور افعال و کردار بچے کی لطیف اور حساس روح پر اثر انداز ہوتے ہیں ہر بچہ ماں باپ کے رفتار اور سلوک کی کیفیت کا نمائندہ ہوتا ہے۔ ماں باپ کا وظیفہ ہے کہ بہت زیادہ احتیاط سے بچے کے مستقبل کے مراقب اور مواظب ہوں تاکہ بے گناہ بچہ کہ جس کی بنیاد اچھائی پر خلق ہوئی ہے فاسد اور بدبخت نہ ہو جائے۔

جناب زہراؑ نے خود دامن وحی میں تربیت پائی تھی اور اسلامی تربیت سے ناآشنا اور غافل نہ تھیں۔ یہ جانتی تھیں کہ کس طرح ماں کا دودھ اور اس کے معصوم بچے کے لبوں پر بوسے لے کر اس کے تمام حرکات اور سکنات اعمال اور گفتار اس کی حساس روح پر اثر انداز ہوا کرتے ہیں۔ جانتی تھیں کہ مجھے امام کی تربیت کرنا ہے اور معاشرہ اسلامی کو ایک ایسا نمونہ دینا ہے جو روح اسلام کا آئینہ دار اور حقیقت کا معرف ہوگا معارف اور حقائق ان کے وجود میں جلوہ گر ہوں اور یہ کام کوئی آسان کام نہ تھا۔

جناب فاطمہؑ جانتی تھیں کہ مجھے اس حسینؑ کی تربیت کرنا ہے کہ جو اسلام کی ضرورت کے وقت اپنی اور اپنے عزیزوں کی جان دین اسلام کے دفاع اور ظلم سے مبارزہ کر کے فدا کر سکے اور اپنے عزیزوں کے پاک خون سے اسلام کے درخت کو سیراب کر دے۔ جانتی تھیں کہ انہیں ایسی لڑکیاں زینب اور ام کلثوم تربیت

کرتی ہیں جو اپنے پرجوش خطبوں اور تقریروں سے بنی امیہ کی ظلم و ستم کی حکومت کو رسوا اور مفتضح کر دیں اور ان کے ناپاک ارادوں کو ناکام بنا دے ۔ فاطمۂ زہرا گھر بلو یونیورسٹی میں زینب کو فداکاری اور شجاعت اور یزید کے ظلم سے مرعوب نہ ہونے کا درس دے رہی تھیں تاکہ اپنی شعلہ بیانی سے دوست اور دشمن کو رلائے اور اپنے بھائی کی مظلومیت اور بنو امیہ کی بیدادگری اور ظلم سے مرعوب نہ ہونے کا درس دے رہی تھیں، جانتی تھیں کہ ایک تحمل مزاج فرزند امام حسن جیسا تربیت کرنا ہے تاکہ اسلام کے حساس موقع پر اپنے جگر کا خون پیتا رہے اور اسلام کے منافع اور اساسی انقلاب کے لئے زمین ہموار کرنے کے لئے ساکت رہے اور شام کے حاکم سے صلح کر کے عالم کو بتلا دے کہ اسلام جب تک ممکن ہو صلح کو جنگ پر ترجیح دیتا ہے اور اس طرح کر کے حاکم شام کی عوام فریبی اور دغل بازی کو ظاہر کر دے، غیر معمولی نمونے جو اس اعجاز آمیز مکتب سے نکلے ہیں وہ حضرت زہراؑ کی غیر معمولی طاقت اور عظمت روحی کے ظاہر کرنے کے لئے کافی ہیں۔

جی ہاں! حضرت زہراؑ ان کوتاہ فکر عورتوں سے نہ تھیں کہ جو گھر کے ماحول اور محیط کو معمولی شمار کرتے ہوئے بلند پرواز کرتی ہیں ۔ حضرت زہراؑ کے گھر کے ماحول کو بہت بڑا اور حساس خیال کرتی تھیں اسے انسان سازی کا ایک بہت بڑا کارخانہ اور فوجی تمرین اور فداکاری کی ایک اہم یونیورسٹی شمار کرتی تھیں اور جانتی تھیں کہ اس درسگاہ کے تربیت شدہ کو جو درس دیا جائے گا وہ انہیں معاشرہ کے بہت بڑے میدان میں ظاہر کرنا ہوگا، جو یہاں ٹریننگ لیں گے اس پر انہیں مستقبل میں عمل کرنا ہوگا، جناب زہراء عورت ہونے میں احساس کمتری میں مبتلا نہ تھیں اور عورت کے مقام اور مرتبے کو اہم اور اعلیٰ جانتی تھیں اور اس قسم کی بھاری استعداد اپنے میں دیکھ رہی تھیں کہ کارخانہ خلقت نے ان پر اس قسم کی بھاری

اور مہم ذمہ داری ڈال دی ہے اور اس قسم کی اہم مسئولیت اس کے سپرد کر دی ہے ۔

تربیت کی اعلیٰ درسگاہ

حضرت زہراؑ کے گھر میں بچوں کی ایک اسلامی تربیت اور اعلیٰ درسگاہ کی بنیاد رکھی گئی یہ درسگاہ اسلام کی دوسری شخصیت اور اسلام کی خاتون اول کی مدد سے یعنی علیؑ اور فاطمہ زہراؑ کی مدد سے چلائی جا رہی تھی اور اسلام کی پہلی شخصیت یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیر نگرانی چل رہی تھی ۔ اس میں تربیت کے قواعد اور پروگرام بلا واسطہ پروردگار جہان کی طرف سے نازل ہوتے تھے، تربیت کے بہترین پروگرام اس میں جاری کئے جاتے تھے اور بہترین افراد کو تربیت دی گئی تھی میں یہاں اس مطلب کے اعتراف کرنے پر مجبور ہوں کہ اس عالی پروگرام کے جزئیات ہمارے لئے بیان نہیں کئے گئے، کیوں کہ اول تو اس زمانے کے مسلمان اتنی فکری رشد نہیں رکھتے تھے کہ وہ تربیتی امور کی اہمیت کے قائل ہوں اور اس کی قدر کریں اور پیغمبرؐ اور علیؑ اور فاطمہ علیہم السلام کی گفتار اور رفتار کو جو وہ بجا لائے تھے محفوظ کر لیتے اور دوسروں کے لئے روایت کرتے دوسرے بچوں کی تربیت کا اکثر لائحہ عمل گھر کے اندر جاری کیا جاتا تھا کہ جو دوسروں سے اندرونی اوضاع غالباً پوشیدہ رہتے تھے ۔

لیکن اس کے باوجود اجمالی طور سے کہا جا سکتا ہے کہ ان کی تربیت کا لائحہ عمل وہی تھا جو قرآن کریم اور احادیث پیغمبرؐ اور احادیث ائمہ اطہار میں وارد ہوا ہے اور پھر جو تھوڑی بہت جزئیات نقل کی گئی ہیں اس سے ایک حد تک ان کی تربیت

کی طرف راہنمائی حاصل کی جاسکتی ہے ۔

یہ بھی واضح رہے کہ میں نہیں چاہتا ہوں کہ مفصل طور پر اصول تربیت پر بحث کروں کیوں کہ یہاں اس بحث کے لئے گنجائش نہیں ہے لیکن ان میں سے کچھ اصول تربیت کو جو حضرت زہرا کی اولاد کی تربیت میں استعمال کئے گئے ہیں اور ہمارے لئے نقل ہوئے ہیں اختصار کے طور پر یہاں بیان کرتا ہوں ۔

پہلا درس
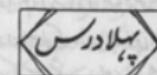
محبت

شاید اکثر لوگ یہ خیال کریں کہ بچے کی تربیت کا آغاز اس وقت سے ہونا چاہیئے جب اچھائی اور برائی کو بچہ درک کرنے لگے اور اس سے پہلے بچے کی تربیت کرنا موثر نہ ہوگی، کیوں کہ اس سے پہلے بچہ خارجی عوامل سے متاثر نہیں ہوتا لیکن یہ خیال درست نہیں ہے کیوں کہ فن تربیت کے دانشمندوں کی تصدیق کے مطابق بچے کی پرورش اور تربیت کا آغاز اس کی پیدائش سے ہی شروع کر دینا چاہیئے، دودھ پلانے کی کیفیت اور ماں باپ کے واقعات اور رفتار نومولود کی پرورش میں ایک حد تک موثر واقع ہوتے ہیں اور اس کی مستقبل کی شخصیت اسی وقت سے شروع ہو جاتی ہے ۔

فن تربیت اور نفسیات کے ماہرین کے نزدیک یہ مطلب پایہ ثبوت کو پہنچ گیا ہے کہ بچے بچپن کے زمانے سے ہی محبت اور شفقت کے محتاج ہوتے ہیں ۔ بچہ چاہتا ہے کہ اس کے ماں باپ اسے حد سے زیادہ دوست رکھیں

اور اس کے ساتھ شفقت کا اظہار کریں بچے کو اس کی زیادہ فکر نہیں ہوتی کہ وہ قصر میں زندگی گزار رہا ہے یا خیمے میں اس کا لباس بہت اعلیٰ اور نفیس ہے یا نہیں، لیکن اسے اس موضوع سے زیادہ توجہ ہوتی ہے کہ اس سے محبت کی جاتی ہے یا نہیں، بچے کے اس اندرونی احساس کو سوائے محبت کے اظہار اور شفقت کے اور کوئی چیز ختم نہیں کرسکتی، بچے کی مستقبل کی شخصیت اور اخلاق کا سرچشمہ اس سے محبت کا اظہار ہے یہی ماں کی گرم گود اور باپ کی مخلصانہ نوازش بچے میں بشر دوستی کی حس اور ہم جنس سے علاقہ مندی پیدا کرتی ہے ۔ یہی بچے سے بے ریا نوازش بچے کو تنہائی کے خوف اور ضعف سے نجات دیتی ہے اور اسے زندگی کا امیدوار بناتی ہے، یہی خالص پیار و محبت بچے کی روح میں اچھے اخلاق اور حسن ظن کی آمیزش کرتی ہے اور اسے اجتماعی زندگی اور ایک دوسرے سے تعاون و ہمکاری کی طرف ہدایت کرتی ہے، اور گوشہ نشینی اور گمنامی سے نجات دیتی ہے انہیں نوازشات کے واسطے سے بچے میں اپنی شخصیت کا احساس پیدا ہوتا ہے اور اپنے آپ کو دوستی کے لائق سمجھتا ہے ۔

جس بچے میں محبت کی کمی کا احساس ہو وہ عام طور سے ڈرپوک، شرمیلا ضعیف، بدگمان، گوشہ نشین، بے علاقہ، پژمردہ اور مریض ہوا کرتا ہے، اور کبھی ممکن ہے کہ اس کے ردعمل کے اظہار کے لئے اور اپنی بے نیازی کو بتلانے کے لئے مجرمانہ افعال کے بجالانے میں ہاتھ ڈال دے جیسے جنایت، چوری، قتل وغیرہ، تاکہ اس وسیلہ سے اس معاشرہ سے انتقام لے سکے جو اسے دوست نہیں رکھتا اور اس سے بے نیازی کا مظاہرہ کر سکے ۔

پس بچے سے محبت اور شفقت اس کی ضروریات میں شمار ہوتی ہیں اور اس

کی پرورش میں محبت کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے۔

اس چیز کا درس حضرت زہراؑ کے گھر میں کامل طور سے دیا جاتا تھا اور پیغمبر اکرمؐ بر جناب فاطمہؑ کو یاد دلاتے تھے۔

روایت میں آیا ہے کہ جب امام حسنؑ متولد ہوئے تو آپ کو زرد کپڑے میں لپیٹ کر پیغمبر اکرمؐ کی خدمت میں لایا گیا تو آپ نے فرمایا کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ نومولود کو زرد کپڑے میں نہ لپیٹا کرو؟ اس کے بعد امام حسنؑ کے زرد کپڑے کو اتار پھینکا اور انہیں سفید کپڑے میں لپیٹا اور بغل میں لیا اور انہیں بوسہ دینا شروع کیا۔ یہی کام آپ نے امام حسین علیہ السلام کی پیدائش وقت بھی انجام دیا۔[1]

روایت میں آیا ہے کہ ایک دن جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز جماعت میں مشغول تھے آپ جب سجدے میں جاتے تو امام حسینؑ آپ کی پشت مبارک پر سوار ہو جاتے اور پاؤں کو حرکت دیتے اور جب سجدے سے سر اٹھاتے تو امام حسین علیہ السلام کو پشت سے ہٹا کر زمین پر بٹھا دیتے اور جب آپ دوبارہ سجدے میں جاتے تو امام حسین علیہ السلام پھر آپ کی پشت مبارک پر سوار ہو جاتے پھر پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں ہٹا دیتے، پیغمبر اکرمؐ نے اسی کیفیت سے نماز پوری کی، ایک یہودی جو یہ کیفیت دیکھ رہا تھا اس نے عرض کی کہ بچوں کے ساتھ آپ کا جو برتاؤ ہے اس کو ہم پسند نہیں کرتے۔ پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا کہ اگر تم بھی خدا اور اس کے رسول پر ایمان رکھتے ہوتے تو تم بھی بچوں کے ساتھ ایسی ہی نرمی سے پیش آتے وہ یہودی پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

---

۱ - بحار الانوار، ج ۴۳ ص ۲۴۰۔

کے اس رویہ کی وجہ سے مسلمان ہو گیا۔[2]

ایک دن پیغمبرؐ جناب امام حسنؑ کو بوسہ اور پیار کر رہے تھے کہ اقرع بن حابس نے عرض کی کہ میرے دس فرزند ہیں لیکن میں نے ابھی تک کسی کو بھی بوسہ نہیں دیا۔ پیغمبرؐ غضبناک ہوئے اور فرمایا کہ اگر خدا نے تیرے دل سے محبت کو لے لیا ہے تو میں کیا میں کیا کروں؟ جو شخص بھی بچوں پر ترحم نہ کرے اور بڑوں کا احترام نہ کرے وہ ہم سے نہیں ہے۔[3]

ایک دن جناب رسول خداؐ کا جناب فاطمہؑ کے گھر سے گزر ہوا آپ نے امام حسین علیہ السلام کے رونے کی آواز سنی آپ نے جناب فاطمہؑ کو آواز دی اور فرمایا کیا تم کو معلوم نہیں کہ حسینؑ کا رونا مجھے اذیت دیتا ہے۔[4]

ابوہریرہ کہتے ہیں کہ ایک دن پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امام حسن اور امام حسین علیہما السلام کو اپنے کندھے پر سوار کیا تھا راستے میں کبھی امام حسن علیہ السلام کا بوسہ لیتے تھے اور کبھی امام حسین علیہ السلام کا، ایک آدمی نے عرض کی۔ یا رسول اللہؐ آپ ان دو بچوں کو دوست رکھتے ہیں آپ نے فرمایا۔ ہاں، جو شخص حسنؑ اور حسینؑ کو دوست رکھے وہ میرا دوست ہے اور جو شخص ان سے دشمنی کرے وہ میرا دشمن ہے۔[5]

پیغمبر اسلامؐ کبھی جناب فاطمہؑ سے فرماتے تھے، حسن اور حسین کو میرے پاس لاؤ

---

۲ - بحار الانوار، ج ۴۳ ص ۲۹۶۔

۳ - بحار الانوار، ج ۴۳ ص ۲۸۲۔

۴ - بحار الانوار، ج ۴۳ ص ۲۹۵۔

۵ - بحار الانوار، ج ۴۳ ص ۲۸۱۔

اور جب آپ ان کو حضور کی خدمت میں لے جائیں تو رسول اکرمؐ ان کو سینے سے لگاتے اور پھول کی طرح ان کو سونگھتے[11]

ابوہریرہ کہتے ہیں کہ میں نے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حسنؑ اور حسینؑ کے لبوں کو اس طرح چوستے دیکھا ہے جیسے خرما کو چوسا جاتا ہے[12]۔

دوسرا درس
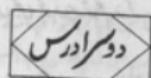
شخصیت

نفسیات کے ماہر کہتے ہیں کہ بچے کی تربیت کرنے والے کو بچے کی شخصیت کی پرورش کرنی چاہیئے اور بچے کو خود اعتمادی کا درس دینا چاہیئے۔ یعنی اس میں اعتماد نفس اجاگر کیا جائے تاکہ اسے بڑی شخصیت اور بڑا آدمی بنایا جاسکے۔

اگر بچے کی تربیت کرنے والا بچے کا احترام نہ کرے اور اسے حقیر شمار کرے اور اس کی شخصیت کو ٹھیس پہنچاتا رہے تو خود بخود وہ بچہ ڈرپوک اور احساس کمتری کا شکار ہو جائے گا اور اپنے آپ کو بے قیمت اور حقیر جاننے لگے گا۔ اور جب جوان ہوگا تو اپنے آپ کو اس لائق ہی نہیں سمجھے گا کہ کوئی بڑا کارنامہ انجام دے سکے۔ اس قسم کا آدمی معاشرہ میں بے اثر ہوگا اور اپنے آپ کو بہت آسانی سے پست کاموں کے لئے حاضر کر دے گا۔

---

[11] - بحار الانوار، ج ۴۳ ص ۲۹۹ ـ

[12] - بحار الانوار، ج ۴۳ ص ۲۸۴ ـ

بخلاف اگر اپنے آپ کو صاحب شخصیت اور باوقار سمجھتا ہو تو پھر وہ پست کاموں کے لئے تیار نہ ہوگا اور ذلت وخواری کے زیر بار نہ ہوگا۔ اس قسم کی نفسیاتی کیفیت ایک حد تک ماں باپ کی روحی کیفیت اور خاندانی تربیت سے وابستہ ہوا کرتی ہے۔

نفسیات کے ماہر بچے کی تربیت کے لئے تربیت کرنے والوں سے سفارش کرتے ہیں کہ جن میں سے بعض یہ مطالب ہیں۔

اول: بچے سے محبت اور نوازش کا اظہار کرنا ہم اسے پہلے درس میں بیان کر چکے ہیں اور ہم نے ذکر کیا تھا کہ جناب امام حسنؑ اور جناب امام حسینؑ ماں باپ اور حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بہت زیادہ محبت سے بہرہ ور تھے۔

دوم: بچے کی اچھی صفات کا ذکر کیا جائے اور اس کی اپنے دوستوں کے سامنے تعریف اور توصیف کی جائے اور اسے نفس کی بزرگی کا درس دیا جائے۔

جناب رسول خداؐ نے کئی دفعہ امام حسن اور امام حسین علیہما السلام کے بارے میں فرمایا کہ یہ جوانان جنت کے بہترین افراد سے ہیں اور ان کا باپ ان سے بھی بہتر ہے[13]

پیغمبر اکرمؐ نے امام حسن اور امام حسین علیہما السلام سے فرمایا کہ تم خدا کے ریحان ہو[14]

---

[13] - بحار الانوار، ج ۴۳، ص ۲۶۳ ـ

[14] - بحار الانوار، ج ۴۳، ص ۲۸۱ ـ

جناب ابوبکر کہتے ہیں کہ ایک دن پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر تشریف فرما تھے اور جناب امام حسنؑ آپ کے پہلو میں بیٹھے ہوئے تھے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی لوگوں کی طرف دیکھتے اور کبھی جناب امام حسن علیہ السلام کی طرف اور فرماتے تھے کہ حسنؑ سید و سردار ہے۔ شاید اس کی برکت سے میری امت میں صلح واقع ہو[1]

جابر کہتے ہیں کہ میں ایک دن رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ امام حسن اور امام حسین علیہما السلام جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پشت پر سوار ہیں اور آپ گھٹنوں اور ہاتھوں پر چل رہے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ تمہاری سواری بہترین ہے اور تم بہترین سوار ہو[2]

یعلی عامری کہتے ہیں کہ ایک دن رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا کہ امام حسین علیہ السلام بچوں کے ساتھ کھیل رہے ہیں، آپ نے اپنے ہاتھ بڑھائے تاکہ آپ کو پکڑلیں جناب امام حسین علیہ السلام اس طرف اور اس طرف بھاگتے تھے۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہنستے ہوئے امام حسین علیہ السلام کو بغل میں لے لیا اور اس وقت اپنا ایک ہاتھ امام حسین علیہ السلام کی ٹھوڑی کے نیچے اور دوسرا ہاتھ گردن کے پیچھے رکھا اور اپنے دہن مبارک کو امام حسینؑ کے لبوں پر رکھ کر بوسہ دیا اور فرمایا کہ حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں۔ جو شخص اسے دوست رکھے خدا اسے دوست رکھتا ہے۔

---

۱ ۔ بحارالانوار، ج ۴۳ ۔ ص ۳۰۵۔

۲ ۔ بحارالانوار، ج ۴۳ ۔ ص ۲۸۵۔

حسینؑ میری بیٹی کا فرزند ہے[1]

حضرت علی بن ابی طالب امام حسنؑ اور امام حسینؑ سے فرمایا کرتے تھے کہ تم، لوگوں کے پیشوا اور جوانان جنت کے سردار ہو اور معصوم ہو خدا اس پر لعنت کرے جو تم سے دشمنی کرے[2]

جناب فاطمہؑ ایک دن امام حسنؑ اور امام حسینؑ کو جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خدمت میں لائیں اور عرض کی یا رسول اللہؐ! حسنؑ اور حسین آپ کے فرزند ہیں ان کو کچھ عطا فرمائیے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں نے اپنی سیادت و ہیبت حسن کو بخشی، اور اپنی شجاعت اور سخاوت حسینؑ کو دی۔

سلمان فارسی کہتے ہیں کہ میں نے امام حسینؑ کو دیکھا کہ آپ پیغمبرؐ کے زانو پر بیٹھے ہوئے ہیں اور آپ ان کو بوسہ دے رہیں اور فرماتے ہیں کہ تم سردار اور سردار زادہ ہو امام اور امام کے فرزند اور اماموں کے باپ ہو تم حجت ہو اور حجت کے فرزند اور نو حجتوں کے باپ ہو کہ آخری حجت امام مہدی قائم ہوں گے[3]

جی ہاں! پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جناب زہراؑ کی اولاد کی تربیت میں کوشش کرتے تھے جناب زہراؑ اور حضرت علیؑ بھی اسی لائحہ عمل پر آپ کی متابعت کرتے تھے کبھی بھی انہوں نے بچوں کو حقیر نہیں سمجھا اور ان کی شخصیت کو دوسروں کے

---

۱ ۔ بحارالانوار، ج ۴۳ ص ۲۷۱۔

۲ ۔ بحارالانوار، ج ۴۳ ص ۱۶۵۔

۳ ۔ بحارالانوار، ج ۴۳ ص ۲۹۵۔

سامنے ہلکا پھلکا بنا کر پیش نہیں کیا، اور ان کے روح اور نفس پر اس قسم کی ضرب نہیں لگائی یہی وجہ تھی کہ آپ کے یہاں سید و سردار نے تربیت پائی روایت میں آیا ہے کہ ایک آدمی نے ایک گناہ کا ارتکاب کیا کہ جس کی اسے سزا ملنی تھی اس نے اپنے آپ کو جناب رسول خداؐ سے مخفی رکھا یہاں تک کہ ایک دن راستے میں امام حسنؑ اور امام حسینؑ سے اس کی ملاقات ہو گئی ان دونوں کو کندھے پر بٹھایا اور جناب رسول خداؐ کی خدمت میں حاضر ہو گیا اور عرض کی یا رسول اللہؐ میں حسنؑ اور حسینؑ کو شفیع اور واسطہ قرار دیتا ہوں پیغمبر اکرمؐ ہنس دیئے اور فرمایا میں نے تمہیں معاف کر دیا اس کے بعد امام حسنؑ اور امام حسینؑ سے فرمایا کہ میں نے تمہاری سفارش اور شفاعت قبول کر لی ہے[1]

یہی عظمت نفس اور بزرگی تھی کہ امام حسین علیہ السلام اپنی مختصر فوج سے یزید کے بے شمار لشکر کے سامنے ڈٹ گئے اور مردانہ وار جنگ کی لیکن ذلت اور خواری کو برداشت نہ کیا آپ فرماتے تھے میں غلاموں کی طرح بھاگوں گا نہیں اور ذلت اور خواری کے سامنے سر تسلیم خم نہیں کروں گا[2]

اسی تربیت کی برکت تھی کہ زینب کبریٰ ان تمام مصائب کے باوجود یزید کے ظلم و ستم کے سامنے حواس باختہ نہ ہوئیں اور اس سے مرعوب نہ ہوئیں اور پر جوش خطابت سے کوفہ اور شام کو منقلب کر گئیں اور یزید کی ظالم اور خونخوار حکومت کو ذلیل اور خوار کر کے رکھ دیا۔

---

[1] ۔ بحار الانوار، ج ۴۳ ص ۳۱۸ ۔

[2] ۔ مقتل ابی مخنف، ص ۴۶ ۔

تیسرا درس

ایمان اور تقویٰ[1]

نفسیات کے ماہرین کے درمیان یہ بحث ہے کہ بچوں کے لئے دینی تعلیمات اور تربیت کس وقت سے شروع کی جائے ایک گروہ کا نظریہ یہ ہے کہ بچہ جب تک بالغ اور رشید نہ ہو وہ عقائد اور افکار دینی کو سمجھنے کی استعداد نہیں رکھتا اور بالغ ہونے تک اسے دینی امور کی تربیت نہیں دینی چاہیئے ۔ لیکن ایک دوسرے گروہ کا عقیدہ یہ ہے کہ بچے بھی اس کی استعداد رکھتے ہیں اور انہیں دینی تربیت دی جانی چاہیئے تربیت کرنے والے دینی مطالب اور مذہبی موضوعات کو سادہ اور آسان کر کے انہیں سمجھائیں اور تلقین کریں اور انہیں دینی امور اور اعمال کو جو آسان ہیں بجالانے پر تشویق دلائیں تاکہ ان کے کان ان دینی مطالب سے آشنا ہوں اور وہ دینی اعمال اور افکار پر نشو و نما پا سکیں ۔ اسلام اسی دوسرے نظریئے کی تائید کرتا ہے اور حکم دیتا ہے کہ بچوں کو جب وہ سات سال کے ہو جائیں تو انہیں نماز پڑھنے کی تاکید کریں[1]۔

پیغمبر اسلامؐ نے دینی امور کی تلقین حضرت زہراؑ کے گھر بچپن اور رضاعت کے زمانے سے جاری کر دی تھی ۔ جب امام حسن علیہ السلام دنیا میں آئے اور انہیں رسول خداؐ کی خدمت میں لے گئے تو آپ نے انہیں بوسہ دیا اور دائیں کان میں

---

[1] ۔ شافی، ج ۲ ص ۱۴۹ ۔

اذان اور بائیں کان میں اقامت اور امام حسین علیہ السلام کی ولادت کے موقع پر بھی یہی عمل انجام دیا[۱]

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں ایک دن پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھنا چاہتے تھے امام حسین علیہ السلام بھی آپ کے پہلو میں کھڑے ہو گئے جب پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تکبیر کہی تو جناب امام حسین علیہ السلام نہ کہہ سکے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سات مرتبہ تکبیر کی تکرار کی یہاں تک کہ امام حسینؑ نے بھی تکبیر کہہ دی[۲]

جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دینی تلقین کو اس طرح موثر جانتے تھے کہ تولد کے آغاز سے ہی آپ نے امام حسنؑ اور امام حسینؑ کے کانوں میں اذان اور اقامت کہی تاکہ اولاد کی تربیت کرنے والوں کے لئے درس ہو جائے یہی وجہ تھی کہ جناب فاطمہؑ جب امام حسنؑ کو کھلایا کرتیں اور انہیں ہاتھوں پر اٹھا کر اوپر اور نیچے کرتیں تو اس وقت یہ جملے پڑھتیں اے حسنؑ تو باپ کی طرح ہو نا حق سے دفاع کرنا اور اللہ کی عبادت کرنا اور ان افراد سے جو کینہ پرور اور دشمن ہوں دوستی نہ کرنا[۳]

جناب فاطمہ زہرا بچوں کے ساتھ کھیل میں بھی انہیں شجاعت اور دفاع حق اور عبادت الٰہی کا درس دیتی تھیں اور انہیں مختصر جملوں میں چار حساس مطالبہ بچے کو یاد دلا رہی ہیں، یعنی باپ کی طرح بہادر بننا اور اللہ کی عبادت کرنا اور

۱۔ بحار الانوار، ج ۴۳ ص ۲۴۱۔

۲۔ بحار الانوار، ج ۴۳ ص ۳۰۷۔

۳۔ بحار الانوار، ج ۴۳ ص ۲۸۶۔

حق سے دفاع کرنا اور ان اشخاص سے دوستی نہ کرنا جو کینہ پرور اور دشمن ہوں

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مالی تقویٰ اور ناپاک غذا کے موارد میں اپنی انتہائی مراقبت فرماتے تھے کہ ابوہریرہ نے نقل کیا ہے کہ جناب رسول خداؐ کی خدمت میں کچھ خرما کی مقدار زکوٰۃ کے مال سے موجود تھی آپ نے اسے فقراء کے درمیان تقسیم کر دیا جب آپ تقسیم سے فارغ ہوئے اور امام حسنؑ کو کندھے پر بٹھا کر چلنے لگے تو آپ نے دیکھا کہ خرما کا ایک دانہ امام حسنؑ کے منہ میں ہے۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا ہاتھ امام حسن علیہ السلام کے منہ میں ڈال کر فرمایا کخ کخ بیٹا حسنؑ، کیا تمہیں علم نہیں کہ آل محمدؐ صدقہ نہیں کھاتے[۱]

حالانکہ امام حسنؑ بچے اور نابالغ تھے کہ جس پر کوئی تکلیف نہیں ہوا کرتی چونکہ پیغمبرؐ جانتے تھے کہ ناپاک غذا بچے کی روح پر اثر انداز ہوتی ہے لہذا اسے نکال دینے کا حکم فرمایا قاعدتاً بچے کو بچپن سے معلوم ہونا چاہیئے کہ وہ کھانے کے معاملہ میں مطلقاً آزاد نہیں ہے بلکہ وہ حرام اور حلال کا پابند ہے اس کے علاوہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اس عمل سے امام حسن علیہ السلام کی شخصیت اور بزرگ منش ہونے کی تقویت کی اور فرمایا زکوٰۃ بیچاروں کا حق ہے اور تمہارے لئے سزاوار نہیں کہ ایسے مال سے استفادہ کرو، حضرت فاطمہ زہراؑ کی اولاد میں شرافت، طبع اور ذاتی لحاظ سے بڑا ہونا اس قدر نافذ تھا کہ جناب ام کلثوم نے ویسے ہی کوفہ میں عمل کر دکھایا جو پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے جد نے انجام دیا تھا۔

مسلم نے کہا کہ جس دن امام حسین علیہ السلام کے اہلبیت قید ہو کر کوفہ میں

۱۔ ینابیع المودہ ص ۲۴۷۔ بحار الانوار، ج ۴۳ ص ۳۰۵۔

لائے گئے تھے تو لوگوں میں اہلبیت کے بچوں پر ترحم اور رقت طاری ہوئی اور انہوں نے روٹیاں، خرمے، اخروٹ بطور صدقہ ان پر ڈالنی شروع کیں اور ان سے کہتے تھے کہ دعا کرنا ہمارے بچے تمہاری طرح نہ ہوں۔

جناب زہراؑ کی باغیرت دختر اور آغوش وحی کی تربیت یافتہ جناب ام کلثوم روٹیاں اور خرمے اور اخروٹ بچوں کے ہاتھوں اور منہ سے لے کر دور پھینک دیتیں اور بلند آواز سے فرماتیں ہم اہلبیت پر صدقہ حرام ہے[1]

اگرچہ امام حسینؑ کے بچے مکلف نہ تھے لیکن شرافت طبع اور بزرگواری کا اقتضا یہ تھا کہ اس قسم کی غذا سے حتی کہ اس موقع پر بھی اس سے اجتناب کیا جائے تاکہ بزرگی نفس اور شرافت اور پاکدامنی سے تربیت دیئے جائیں۔

چوتھا درس
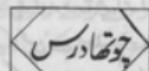
نظم اور دوسروں کے حقوق کی مراعات

ایک اہم مطلب جو ماں باپ اور دوسرے بچوں کی تربیت کرنے والوں کے لئے مورد توجہ ہونا چاہیئے وہ یہ ہے کہ وہ بچے پر نگاہ رکھیں کہ وہ اپنے حق سے تجاوز نہ کرے اور دوسروں کے حق کا احترام کرے بچے کو منظم اور باضبط ہونا چاہیئے زندگی میں نظم اور ضبط کا برقرار رکھنا اسے سمجھایا جائے اس کی اس طرح تربیت کی

---

[1] ـ مقتل ابی مخنف، ص ۸۵

جائے کہ اپنے حق کے لینے سے عاجز نہ ہو اور دوسروں کے حق کو پامال نہ کرے، البتہ اس صفت کی بنیاد گھر اور ماں باپ کو رکھنی ہوگی، ماں باپ کو اپنی تمام اولاد کے ساتھ ایک جیسا سلوک کرنا چاہیئے کسی ایک کو دوسرے پر مقدم نہ کریں، لڑکے اور لڑکی کے درمیان، چھوٹے اور بڑے کے درمیان، خوبصورت اور بدصورت کے درمیان، ذہین اور کم ذہن کے درمیان فرق نہ کریں یہاں تک کہ محبت کے ظاہر کرنے کے وقت بھی ایک جیسا سلوک کریں تاکہ ان میں حسد اور کینہ کی حس پیدا نہ ہو اور سرکش اور متجاوز نہ نکل آئیں۔

اگر بچہ دیکھے کہ گھر میں تمام افراد کے درمیان حقوق کی پوری طرح رعایت کی جاتی ہے تو وہ سمجھ جائے گا کہ جامعہ اور معاشرہ میں بھی ایک دوسرے کے حقوق کی پوری طرح رعایت نہ ہوئی تو اس میں سرکشی اور تجاوز کی عادت تقویت پکڑے گی اگر کوئی بچہ کسی ترتیب دار چیز کے خریدنے یا کسی جگہ باترتیب سوار ہونے میں یا کلاس کے کمرے میں باترتیب جانے یا نکلنے میں اس ترتیب اور نظم کا خیال نہ کرے اور دوسروں کے حق کو پامال کرے اور اس کے ماں باپ اور تربیت کرنے والے افراد اس کے اس عمل میں تشویق کریں تو انہوں نے اس معصوم بچے کے حق میں خیانت کی کیونکہ وہ بچپن سے یہی سمجھے گا کہ دوسروں پر تعدی اور تجاوز بلا وجہ تقدم ایک قسم کی چالاکی اور ہنر ہے۔ یہی بچہ جوان ہو کر جب معاشرہ میں وارد ہوگا یا کسی کام کی بجاآوری کا ذمہ دار بنایا جائے گا تو اس کی ساری کوشش دوسروں کے حقوق کو تلف اور پائمال کرنا ہوگی اور اپنے ذاتی منافع کے علاوہ اس کا کوئی ہدف نہ ہوگا اس صفت کا درس حضرت زہراؑ کے گھر میں کامل طور وانتی دقت کے ساتھ کہ معمولی سے معمولی ضابطہ کی بھی مراعات کی جاتی تھی دیا جاتا تھا۔

مثال کے طور پر حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ ایک دن پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ہمارے گھر آرام کر رہے تھے، امام حسنؑ نے پانی مانگا جناب رسول خداؐ اٹھے تھوڑا دودھ برتن میں دوہ کر جناب امام حسنؑ کو دیا کہ اتنے میں امام حسین علیہ السلام بھی اٹھے اور چاہا کہ دودھ کا برتن امام حسن علیہ السلام کے ہاتھ سے لے لیں لیکن پیغمبرؐ نے امام حسین علیہ السلام کو اس کے لینے سے روک دیا، جناب فاطمہ زہرا یہ منظر دیکھ رہی تھیں، عرض کیا یا رسول اللہؐ گویا آپ امام حسنؑ کو زیادہ دوست رکھتے ہیں؟ آپؐ نے جواب دیا کہ بات یہ نہیں ہے بلکہ اس کے روکنے کی وجہ یہ ہے کہ امام حسنؑ کو تقدم حاصل ہے اس نے حسینؑ سے پہلے پانی مانگا تھا لہذا نوبت کی مراعات ہونی چاہیئے[1]
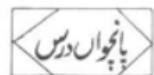
پانچواں درس

ورزش اور کھیل کود

تربیت کے ماہرین کا کہنا ہے کہ بچہ کو کھیل کود کی اس کی مرضی کے مطابق آزادی دینی چاہیئے بلکہ اس کے لئے کھیل کود اور سیر و سیاحت کے پورے اسباب فراہم کرنے چاہیئیں آج کل متمدن معاشرے میں یہ موضوع قابل توجہ قرار دیا جاتا ہے اور پرائمری، مڈل اور ہائی اسکول اور کالجوں میں کھیل اور تفریح کے مختلف وسائل بچوں اور جوانوں کی عمر کے مطابق فراہم کئے جاتے ہیں اور انہیں مل کر کھیلنے اور ورزش کرنے کی تشویق دلاتے ہیں،

[1] ۔ بحار الانوار، ج ۴۳ ص ۲۸۳ ۔

گویا وہ یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ کھیلنا جیسے بدن کے رشد کرنے کے لئے ضروری ہے ویسے ہی یہ ان کی روح کی تربیت کے لئے بھی بہت تاثیر رکھتا ہے ۔

بعض لوگ بچوں سے یہ توقع رکھتے ہیں کہ وہ بڑوں کی طرح زندگی گزاریں اور اپنے لئے یہ ضروری سمجھتے ہیں کہ انہیں طفلانہ کھیل کود سے روکے رکھیں اور اگر کوئی بچہ کھیل کود میں مشغول ہو تو اسے بے ادب بچہ قرار دیتے ہیں اور اگر چپ چاپ سر جھکائے اور کھیل کود سے دور ایک گوشہ میں بیٹھا رہنے والا ہو تو اسے شاباشی دیتے ہیں اور اسے باادب بچہ سمجھتے ہیں ۔ لیکن نفسیات کے ماہر اس عقیدے کو غلط اور بے جا قرار دیتے ہیں ان کا عقیدہ ہے کہ بچے کو کھیلنا چاہیئے ۔ اور اگر بچہ نہ کھیلے تو یہ اس کے جسمی اور روحی بیمار ہونے کی علامت ہے ۔ البتہ ماں باپ کو یہ خیال رکھنا چاہیئے کہ بچہ وہ کھیل کود انجام نہ دے جو اس کے لئے ضرر کا موجب ہو اور دوسروں کے لئے مسرت کے اسباب فراہم کرتا ہو ۔

ماں باپ صرف بچے کو کھیل کود کے لئے آزادی ہی نہ دیں بلکہ خود بھی بیکاری کے وقت بچے کے ساتھ کھیلیں، کیوں کہ ماں باپ کا یہ عمل بچے کے لئے لذت بخش ہوتا ہے اور وہ اسے اپنے لئے محبت کی علامت قرار دیتا ہے ۔

رسول خداؐ جناب امام حسن اور امام حسین کے ساتھ کھیلتے تھے ۔ ابوہریرہ نے نقل کیا ہے کہ میں نے رسول خداؐ کو دیکھا کہ وہ حسنؑ اور حسینؑ کے ہاتھ پکڑے ہوئے تھے اور ان کے پاؤں کو اپنے سینے پر رکھے ہوئے فرما رہے تھے، فاطمہؑ کے نور چشم اوپر چڑھو، حسنؑ اور حسینؑ اوپر چڑھتے یہاں تک کہ ان کے پاؤں آپ

کے سینے تک جا پہنچے آپ اپنے لبوں پر رکھ کر بوسہ دیتے اور فرماتے خدایا میں حسنؑ اور حسینؑ کو دوست رکھتا ہوں[1]

ابوہریرہ کہتے ہیں کہ جناب حسنؑ اور حسینؑ پیغمبرؐ کے سامنے کشتی کرتے تھے۔ پیغمبرؐ امام حسنؑ کو فرماتے شاباش حسنؑ شاباش حسنؑ۔ جناب فاطمہؑ عرض کرتیں یارسول اللہؐ حسنؑ باوجودیکہ حسینؑ سے بڑا ہے آپ انہیں حسینؑ کے خلاف شاباش اور تشویق دلا رہے ہیں۔

آپؐ نے جواب دیا کہ حسینؑ باوجودیکہ حسنؑ سے چھوٹے ہیں لیکن شجاعت اور طاقت میں زیادہ ہیں اور پھر جناب جبرئیل حسینؑ کو تشویق اور شاباش دے رہے ہیں[2]

جابرؓ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ رسول خداؐ پاؤں اور ہاتھوں پر چل رہے ہیں اور آپ کی پشت پر حسنؑ اور حسین سوار ہیں اور فرما رہے تھے تمہارا اونٹ سب سے بہتر اونٹ ہے اور تم بہترین سوار ہو[3]

امام رضا علیہ السلام نے اپنے اجداد سے روایت کی ہے کہ جناب حسنؑ اور حسینؑ کافی رات تک جناب رسول خداؐ کے گھر میں کھیلتے رہتے تھے جناب رسول خدا اس کے بعد ان سے فرماتے کہ اب اپنی ماں کے پاس چلے جاؤ جب آپ گھر سے باہر نکلتے تو بجلی چمکتی اور راستہ روشن ہو جاتا اور اپنے گھر تک جا پہنچتے۔ اور پیغمبرؐ نے فرمایا کہ اس اللہ کا شکر کہ جس نے ہم اہلبیت کو معظم قرار دیا ہے[4]

---

[1] ۔ بحارالانوار، ج ۴۳ ص ۲۸۶ ۔
[2] ۔ بحارالانوار، ج ۴۳ ص ۲۶۵ ۔
[3] ۔ بحارالانوار، ج ۴۳ ص ۲۸۵ ۔
[4] ۔ بحارالانوار، ج ۴۳ ص ۲٦٦ ۔

حصہ چہارم

فضائل حضرت زہراؑ

پیغمبرؐ نے فرمایا ہے کہ بہترین عورتیں چار ہیں، مریم دختر عمران، فاطمہؑ دختر محمدؐ، خدیجہ بنت خویلد، آسیہ زوجۂ فرعون[1]

پیغمبرؐ نے فرمایا کہ بہشت کی عورتوں میں سے بہترین عورت فاطمہؑ ہیں[2]

جناب رسول خداؐ نے فرمایا ہے کہ جب قیامت برپا ہوگی، عرش سے اللہ کا منادی ندا دے گا، لوگو! اپنی آنکھیں بند کر لو تا کہ فاطمہؑ پل صراط سے گزر جائیں[3]

پیغمبرؐ نے جناب فاطمہؑ سے فرمایا کہ خدا تیرے واسطے سے غضب کرتا ہے اور تیری خوشنودی کے ذریعہ خوشنود ہوتا ہے[4]

جناب عائشہ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد

---

۱ ۔ کشف الغمہ ج ۲ ص ۷۶ ۔

۲ ۔ کشف الغمہ، ج ۲ ص ۷۶ ۔

۳ ۔ کشف الغمہ، ج ۲ ص ۸۳ ۔ ذخائر العقبیٰ، ص ۴۸ ۔

۴ ۔ کشف الغمہ، ج ۲ ص ۸۴ ۔ اسد الغابہ، ج ۵ ص ۵۲۲ ۔

کسی کو جناب فاطمہؑ سے زیادہ سچا نہیں دیکھا[1]

امام محمد باقرؑ نے فرمایا ہے کہ خدا کی قسم، اللہ نے فاطمہؑ کو علم کے وسیلہ سے فساد اور برائیوں سے محفوظ رکھا ہے[2]

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے جناب فاطمہؑ اللہ تعالیٰ کے یہاں نو ناموں سے یاد کی جاتی ہے۔ فاطمہ، صدیقہ، مبارکہ، طاہرہ، زکیہ، رضیہ، مرضیہ، محدثہ، زہرا۔ فاطمہؑ کے نام رکھے جانے کی وجہ یہ ہے کہ آپ برائی اور فساد سے محفوظ اور معصوم ہیں۔ اگر حضرت علی علیہ السلام نہ ہوتے تو فاطمہؑ کا کوئی ہمسر نہ ہوتا[3]

جناب امام محمد باقرؑ سے پوچھا گیا کہ جناب فاطمہؑ کا نام زہرا کیوں رکھا گیا؟ آپ نے فرمایا اس لئے کہ خدا نے آپ کو اپنی عظمت کے نور سے پیدا کیا ہے آپ کے نور سے زمین اور آسمان اتنے روشن ہوئے کہ ملائکہ اس نور سے متاثر ہوئے اور وہ اللہ کے لئے سجدہ میں گر گئے اور عرض کی خدایا یہ کس کا نور ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میری عظمت کے نور سے ایک شعلہ ہے کہ جسے میں نے پیدا کیا ہے اور اسے آسمان پر سکونت دی ہے اسے پیغمبروں میں سے بہترین پیغمبرؐ کے صلب سے پیدا کروں گا اور اسی نور سے دین کے امام اور پیشوا پیدا کروں گا تا کہ لوگوں کو حق کی طرف ہدایت کریں وہ پیغمبرؐ کے جانشین اور خلیفہ ہوں گے[4]

---

۱ ۔ کشف الغمہ، ج ۲ ص ۸۹ ۔ ذخائر العقبیٰ، ص ۴۴ ۔

۲ ۔ کشف الغمہ، ج ۲ ص ۸۹ ۔

۳ ۔ کشف الغمہ، ج ۲ ص ۸۹ ۔

۴ ۔ کشف الغمہ، ج ۲ ص ۹۰ ۔

پیغمبرؐ نے جناب فاطمہؑ سے فرمایا بیٹی خداوند عالم نے دنیا کی طرف پہلی دفعہ توجہ کی اور مجھے تمام مردوں پر چنا دوسری مرتبہ اس کی طرف توجہ کی تو تمہارے شوہر علیؑ کو تمام لوگوں پر چنا، تیسری مرتبہ اس کی طرف توجہ کی تو تمہیں تمام عالم کی عورتوں پر برتری اور فضیلت دی چوتھی مرتبہ توجہ کی تو حسنؑ اور حسینؑ کو جنت کے جوانوں پر امتیاز دیا[1]

پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بہشت چار عورتوں کے دیکھنے کی مشتاق ہے، پہلی مریم دختر عمران، دوسری آسیہ فرعون کی بیوی، تیسری خدیجہ دختر خویلد، چوتھی فاطمہؑ دختر محمدؐ[2]

پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ فاطمہؑ میرے جسم کا ٹکڑا ہے اس کی اذیت میری اذیت ہے اور اس کی خوشنودی میری خوشنودی ہے[3]

پیغمبرؐ نے اس حالت میں جب کہ فاطمہؑ کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے فرمایا جو شخص اسے پہچانتا ہے تو وہ پہچانتا ہے اور جو نہیں پہچانتا وہ پہچان لے کہ یہ فاطمہؑ پیغمبرؐ کی دختر ہے اور میرے جسم کا ٹکڑا ہے اور میرا دل اور روح ہے جو شخص اسے اذیت دے گا اس نے مجھے اذیت دی ہے اور جو شخص مجھے اذیت دے گا اس نے خدا کو اذیت دی ہے[4]

جناب ام سلمہ نے فرمایا کہ سب سے زیادہ شباہت پیغمبر اسلامؐ سے

---

[1] ۔ کشف الغمہ، ج ۲ ص ۹۱ ۔
[2] ۔ کشف الغمہ، ج ۲ ص ۹۲ ۔
[3] ۔ کشف الغمہ، ج ۲ ص ۹۳ ۔
[4] ۔ کشف الغمہ، ج ۲ ص ۹۲ اور الفصول المہمہ مولفہ ابن صباغ نجف، ص ۱۳۹ ۔

جناب فاطمہؑ کو تھی[1]

پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ فاطمہؑ انسانوں کی شکل میں جنت کی حور ہیں[2]

پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ فاطمہؑ سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گی[3]

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ فاطمہؑ کا نام فاطمہؑ اس لئے رکھا گیا ہے کہ لوگوں کو آپ کی حقیقت کے درک کرنے کی قدرت نہیں ہے[4]

پیغمبرؐ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ نے مجھے اور علیؑ اور فاطمہؑ اور حسن و حسین کو ایک نور سے پیدا کیا ہے[5]

ابن عباس فرماتے ہیں کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ وہ کلمات کہ جو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو بتلائے اور ان کی وجہ سے ان کی توبہ قبول ہوئی وہ کیا تھے؟ آپ نے فرمایا کہ جناب آدم نے خدا کو محمدؐ اور علیؑ اور فاطمہؑ اور حسنؑ اور حسینؑ کے حق کی قسم دی اسی وجہ سے آپ کی توبہ قبول ہوئی[6]

---

[1] ۔ کشف الغمہ، ج ۲ ص ۹۷ ۔
[2] ۔ دلائل الامامہ، ص ۵۲ ۔
[3] ۔ بحار الانوار، ج ۴۳ ص ۱۲ ۔
[4] ۔ بحار الانوار، ج ۴۳ ص ۶۵ ۔
[5] ۔ کشف الغمہ، ج ۲ ص ۹۱ ۔
[6] ۔ کشف الغمہ، ج ۲ ص ۹۱ ۔

پیغمبرؐ نے فرمایا اگر علیؑ نہ ہوتے تو جناب فاطمہؑ کا کوئی ہمسر نہ ہوتا۔[۱]

پیغمبرؐ فرماتے ہیں کہ جب میں معراج پر گیا تو بہشت کی سیر کی میں نے جناب فاطمہؑ کا محل دیکھا جس میں ستر قصر تھے کہ جو لؤلؤ اور مرجان سے بنائے گئے تھے۔[۲]

پیغمبرؐ نے فاطمہؑ سے فرمایا تھا کہ جانتی ہو کہ کیوں تیرا نام فاطمہؑ رکھا گیا ہے؟ حضرت علیؑ نے عرض کی یا رسول اللہؐ کیوں فاطمہؑ نام رکھا گیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا چوں کہ آپ اور اس کے پیروکار دوزخ کی آگ سے امان میں ہیں۔[۳]

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فاطمہؑ کو زیادہ بوسہ دیا کرتے تھے ایک روز جناب عائشہ نے اعتراض کیا پیغمبر اسلامؐ نے اس کے جواب میں فرمایا جب مجھے معراج پر لے جایا گیا تو میں بہشت میں داخل ہوا، جبرئیلؑ مجھے طوبیٰ کے درخت کے نزدیک لے گئے اور اس کا میوہ مجھے دیا میں نے اس کو کھایا تو اس سے نطفہ وجود میں آیا، جب میں زمین پر آیا اور جناب خدیجہؑ سے ہمبستر ہوا تو اس سے جناب فاطمہؑ کا حمل ٹھہرا یہی وجہ ہے کہ جب میں فاطمہؑ کو بوسہ دیتا ہوں تو درخت طوبیٰ کی خوشبو میرے مشام میں پہنچتی ہے۔[۴]

ابن عباس کہتے ہیں کہ ایک دن علیؑ اور فاطمہؑ اور حسنؑ و حسینؑ پیغمبرؐ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے تو پیغمبرؐ نے فرمایا اے خدا مجھے علم ہے کہ یہ میرے اہلبیتؑ

---

۱ - کشف الغمہ، ج ۲ ص ۹۸ -

۲ - بحار الانوار، ج ۴۳ ص ۷۶ -

۳ - بحار الانوار ج ۴۳ ص ۱۴ - کشف الغمہ، ج ۲ ص ۸۹ -

۴ - بحار الانوار، ج ۴۳ ص ۶

ہیں اور میرے نزدیک سب سے زیادہ عزیز ہیں ان کے دوستوں سے محبت اور ان کے دشمنوں سے دشمنی رکھ ان کی مدد کرنے والوں کی مدد فرما انہیں تمام برائیوں سے پاک رکھ اور تمام گناہوں سے محفوظ رکھ روح القدس کے ذریعے ان کی تائید فرما اس کے بعد آپ نے فرمایا، یا علیؑ تم اس امت کے امام اور میرے جانشین ہو اور مومنین کو بہشت کی طرف ہدایت کرنے والے ہو، گویا میں اپنی بیٹی کو دیکھ رہا ہوں کہ قیامت کے دن ایک نورانی سواری پر سوار ہے کہ جس کے دائیں جانب ستر ہزار فرشتے اور بائیں جانب ستر ہزار فرشتے اس کے آگے ستر ہزار فرشتے اور اس کے پیچھے ستر ہزار فرشتے چل رہے ہیں اور تم میری امت کی عورتوں کو بہشت میں لئے جا رہی ہو پس جو عورت پانچ وقت کی نماز پڑھے اور ماہ رمضان کے روزے رکھے خانہ کعبہ کا حج بجالائے اور اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کرے اور اپنے شوہر کی اطاعت کرے اور علی ابن ابیطالب کو دوست رکھتی ہو وہ جناب فاطمہؑ کی شفاعت سے بہشت میں داخل ہوگی، فاطمہؑ دنیا کی عورتوں میں سے بہترین عورت ہے۔

عرض کیا گیا یا رسول اللہؐ فاطمہؑ اپنے زمانے کی عورتوں سے بہتر ہیں؟ آپ نے فرمایا وہ تو جناب مریم ہیں کہ جو اپنے زمانے کی عورتوں سے بہتر ہیں، میری بیٹی فاطمہؑ تو پچھلی اور اگلی عورتوں سے بہتر ہے، جب محراب عبادت میں کھڑی ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ کے ستر ہزار مقرب فرشتے اسے سلام کرتے ہیں اور عرض کرتے ہیں اے فاطمہؑ اللہ نے تجھے چنا ہے اور پاکیزہ کیا ہے اور تمام عالم کی عورتوں پر تجھے برتری دی ہے۔

اس کے بعد آپ علیؑ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا یا علیؑ، فاطمہؑ میرے جسم کا ٹکڑا ہے اور میری آنکھوں کا نور اور دل کا میوہ ہے جو بھی اسے تکلیف دے

اس نے مجھے تکلیف دی اور جس نے اسے خوشنود کیا اس نے مجھے خوشنود کیا فاطمہؑ پہلی شخصیت ہیں جو مجھ سے ملاقات کریں گی میرے بعد اس سے نیکی کرنا، حسنؑ اور حسینؑ میرے فرزند ہیں اور میرے پھول ہیں اور جنت کے جوانوں سے بہتر ہیں انہیں بھی آپ آنکھ اور کان کی طرح محترم شمار کریں۔

اس کے بعد آپ نے اپنے ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے اور فرمایا اے میرے خدا تو گواہ رہنا کہ میں ان کے دوستوں کو دوست رکھتا ہوں اور ان کے دشمنوں کو دشمن رکھتا ہوں[1]

فاطمہؑ کا علم و دانش

عمار کہتے ہیں ایک دن حضرت علیؑ گھر میں داخل ہوئے تو جناب فاطمہؑ نے فرمایا یا علیؑ آپ میرے نزدیک آئیں تاکہ میں آپ کو گزشتہ اور آئندہ کے حالات بتلاؤں، حضرت علیؑ، فاطمہؑ کی اس گفتگو سے حیرت میں پڑ گئے اور پیغمبرؐ کی خدمت میں شرفیاب ہوئے اور سلام کیا اور آپ کے نزدیک جا بیٹھے، پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا آپ بات شروع کریں گے یا میں کچھ کہوں؟ حضرت علیؑ نے عرض کی کہ میں آپ کے فرمان سے استفادہ کرنے کو دوست رکھتا ہوں۔ پیغمبرؐ نے فرمایا گویا آپ سے فاطمہؑ نے یہ کہا ہے اور اسی وجہ سے تم نے میری طرف مراجعت کی ہے۔ حضرت علی علیہ السلام نے عرض کی یا رسول اللہؐ کیا فاطمہؑ کا نور بھی ہمارے نور سے ہے۔ پیغمبرؐ نے فرمایا کیا آپ کو علم نہیں ہے؟ حضرت علیؑ یہ بات

[1] ۔ بحار الانوار، ج ۴۳ ص [illegible] ۔

سن کر سجدۂ شکر میں گر گئے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔

اس کے بعد جناب فاطمہؑ کے پاس لوٹ آئے۔ حضرت فاطمہؑ نے فرمایا یا علیؑ گویا میرے بابا کے پاس گئے تھے اور آپؐ نے یہ فرمایا؟ آپ نے فرمایا ہاں اے دختر پیغمبرؐ۔ فاطمہؑ نے فرمایا، اے ابوالحسنؑ خداوند عالم نے میرے نور کو پیدا کیا اور وہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتا تھا اس وقت اللہ تعالیٰ نے اس نور کو بہشت کے ایک درخت میں ودیعت رکھ دیا جب میرے والد بہشت میں داخل ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا کہ اس درخت کا میوہ تناول کریں، میرے والد نے اس درخت کے میوے تناول فرمائے اسی ذریعہ سے میرا نور آپؐ کے صلب میں منتقل ہو گیا اور میرے بابا کے صلب سے میری ماں کے رحم میں وارد ہوا۔ یا علیؑ میں اسی نور سے ہوں اور گزشتہ اور آئندہ کے حالات اور واقعات کو اس نور کے ذریعہ پالیتی ہوں۔ یا اباالحسن، مومن نور کے واسطے سے خدا کو دیکھتا ہے[1]

امام حسن عسکری علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ایک عورت حضرت فاطمہؑ کی خدمت میں شرفیاب ہوئی اور عرض کی کہ میری ماں عاجز ہے اسے نماز کے بارے میں بعض مشکل مسائل درپیش ہیں مجھے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے کہ میں آپ سے سوال کر دوں، اس نے مسئلہ پیش کیا اور جناب فاطمہؑ نے اس کا جواب دیا اس عورت نے دوسری دفعہ دوسرا مسئلہ پوچھا جناب فاطمہؑ نے اس کا بھی جواب دیا، اس عورت نے تیسری دفعہ پھر تیسرا مسئلہ پوچھا اور اسی طرح آپ سے دس مسئلے پوچھے اور حضرت زہراؑ نے سب کے جواب دیئے اس کے بعد وہ عورت

[1] ۔ بحار الانوار، ج ۴۳ ص [illegible] ۔

زیادہ سوال کرنے کی وجہ سے شرمسار ہوئی اور عرض کی، دختر رسولؐ اب اور میں مزاحم نہیں ہوتی آپ تھک گئی ہیں، جناب فاطمہؑ نے فرمایا شرم نہ کر جو بھی سوال ہو پوچھو تاکہ میں اس کا جواب دوں۔ میں تیرے سوالوں سے نہیں تھکتی بلکہ کمال محبت سے جواب دوں گی اگر کسی کو زیادہ بوجھ چھت تک اٹھا کرے جانے کے لئے اجرت پر لیا جائے اور وہ اس کے عوض ایک لاکھ دینار اجرت لے تو کیا وہ بار کے اٹھانے سے تھکے گا؟ اس عورت نے جواب دیا نہیں، کیوں کہ اس نے اس بار کے اٹھانے کی زیادہ مزدوری وصول کی ہے حضرت فاطمہؑ نے فرمایا کہ خدا ہر ایک مسئلے کے جواب میں اتنا ثواب عنایت فرماتا ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ ہے کہ زمین اور آسمان کو مروارید سے پر کر دیا جائے تو کیا اس کے باوجود میں مسئلے کے جواب دینے میں تھکوں گی۔

میں نے اپنے والد سے سنا ہے کہ فرما رہے تھے کہ میرے شیعوں کے علماء قیامت میں محشور ہوں گے اور خدا ان کے علم کی مقدار اور لوگوں کو ہدایت اور ارشاد کرنے میں کوشش اور جد وجہد کے مطابق خلعت اور ثواب عطا فرمائے گا، یہاں تک کہ ان میں سے ایک کو دس لاکھ حلے نور کے عطا فرمائے گا اور اس کے بعد حق کا منادی ندا دے گا، اے وہ لوگو کہ جنہوں نے آل محمدؐ کے یتیموں کی کفالت کی ہے، اور اس زمانے میں کہ ان کے امام کا سلسلہ ان سے منقطع ہو چکا تھا یہ لوگ تمہارے شاگرد تھے اور وہ یتیم ہیں کہ جو تمہاری کفالت کے ماتحت اپنی دینداری پر باقی رہے ہیں اور ارشاد اور ہدایت کرتے رہے ہیں، جتنی مقدار انہوں نے تمہارے علوم سے استفادہ کیا ہے ان کو بھی خلعت دو اس وقت میری امت کے علماء اپنے پیروکاروں

کو خلعت عطا فرمائیں گے، پھر وہ پیروکار اور شاگرد اپنے شاگردوں کو خلعت دیں گے، جب لوگوں میں خلعت تقسیم ہو چکے گی تو اللہ کی طرف سے دستور دیا جائے گا جو خلعت علماء نے تقسیم کی ہیں ان کو مکمل کیا جائے یہاں تک کہ سابقہ تعداد کے برابر ہو جائے، پھر دستور ملے گا کہ اسے دو برابر کر دو اور اس طرح ان کے پیروکاروں کو بھی اسی طرح دو۔

اس وقت جناب فاطمہؑ نے فرمایا: اے کنیز خدا اس خلعت کا ایک دھاگا ہزار درجہ اس چیز سے بہتر ہوگا جس پر سورج چمکتا ہے اس لئے کہ دنیا کی امور مصیبت اور کدورت سے آلودہ ہوتے ہیں، لیکن اخروی نعمات میں کوئی نقص اور عیب نہیں ہوتا۔[1]

امام حسن عسکری علیہ السلام فرماتے ہیں کہ دو عورتیں کہ ان میں سے ایک مومن اور دوسری معاند اور دشمن تھی، ایک دینی مطلب میں آپس میں اختلاف رکھتی تھیں اس اختلاف کے حل کرنے کے لئے جناب فاطمہؑ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور اپنے مطلب کو بتلایا چونکہ حق مومن عورت کے ساتھ تھا تو حضرت فاطمہؑ نے اپنی گفتگو اور دلائل اور برہان سے اس کی تائید کی اور اسے اس ذریعے سے اس پر فتح مند کر دیا اور وہ مومن عورت اس کامیابی سے خوشحال ہو گئی۔ جناب فاطمہؑ نے اس مومن عورت سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے فرشتے تجھ سے زیادہ خوشحال ہوئے ہیں اور شیطان اور اس کے پیروکاروں پر غم و اندوہ اس سے زیادہ ہوا ہے جو اس معاند اور دشمن عورت پر وارد ہوا ہے۔

---

[1] بحار الانوار، ج ۲ ص ۳۔

اس وقت امام حسن عسکری علیہ السلام نے فرمایا اسی وجہ سے خدا نے فرشتوں سے فرمایا ہے کہ اس خدمت کے عوض جو فاطمہؑ نے اس مومن عورت کے لئے انجام دی ہے، بہشت اور بہشتی نعمتوں کو اس سے جو پہلے سے مقرر تھیں کئی ہزار گنا مقرر کر دیا جائے اور یہی روش اور سنت اس عالم کے بارے میں بھی جاری کی جاتی ہے جو اپنے علم سے کسی مومن کو کسی معاند پر فتح دلاتا ہے اور اس کے ثواب کو اللہ تعالیٰ کئی کئی ہزار برابر مقرر کر دیتا ہے [۱]

فاطمہؑ کا ایمان اور عبادت

پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب فاطمہؑ کے بارے میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ایمان فاطمہؑ کے دل کی گہرائیوں اور روح کے اندر اتنا نفوذ کر چکا ہے کہ وہ اللہ کی عبادت کے لئے اپنے آپ کو ہر ایک چیز سے مستغنی کر لیتی ہیں [۲]

امام حسن علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ میری والدہ شب جمعہ صبح تک اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول رہتی تھیں اور متواتر رکوع اور سجود بجا لاتی تھیں یہاں تک کہ صبح نمودار ہو جاتی میں نے سنا کہ آپ مومنین کے لئے نام بنام دعا کر رہی ہیں لیکن وہ اپنے لئے دعا نہیں کرتی تھیں میں نے عرض کی اماں جان: کیوں اپنے لئے دعا نہیں کرتیں؟ آپؑ نے

---

۱ ـ بحار الانوار، ج ۷۲ ص ۸ ـ

۲ ـ بحار الانوار، ج ۴۳ ص ۷۶ ـ

فرمایا پہلے ہمسائے اور پھر خود [۱]

امام حسن علیہ السلام فرماتے تھے کہ جناب فاطمہ زہراؑ تمام لوگوں سے زیادہ عبادت کرنے والی تھیں اللہ تعالیٰ کی عبادت میں اتنا کھڑی رہتیں کہ ان کے پاؤں ورم کر جاتے [۲]

پیغمبر اکرمؐ فرماتے تھے کہ میری بیٹی فاطمہ عالم کی عورتوں سے بہترین عورت ہیں، میرے جسم کا ٹکڑا ہیں، میری آنکھوں کا نور، دل کا میوہ اور میری روح رواں ہیں، انسان کی شکل میں حور ہیں، جب عبادت کے لئے محراب میں کھڑی ہوتیں تو آپ کا نور فرشتوں میں چمکتا تھا، خداوند عالم نے ملائکہ کو خطاب کیا کہ میری کنیز کو دیکھو میرے مقابل نماز کے لئے کھڑی ہے اور اس کے اعضا میرے خوف سے لرز رہے ہیں اور میری عبادت میں غرق ہے، ملائکہ گواہ رہو میں نے فاطمہؑ کے پیروکاروں کو دوزخ کی آگ سے مامون قرار دے دیا ہے [۳]

البتہ جو شخص قرآن کے نزول کے مرکز میں پیدا ہوا ہو اور وحی کے دامن میں رشد پایا اور غور کیا ہو اور دن رات اس کے کان قرآن کی آواز سے آشنا ہوں اور محمدؐ جیسے باپ کی تربیت میں رہا ہو کہ آنجناب اس قدر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے کہ آپ کے پائے مبارک ورم کر جاتے تھے اور علی جیسے شوہر کے گھر رہی ہو تو اسے اہل زمان کے افراد سے عابد ترین انسان ہونا

---

۱ ـ کشف الغمہ، ج ۲ ص ۱۲ و دلائل الامامہ، ص ۵۶ ـ

۲ ـ بحار الانوار، ج ۴۳ ص ۷۶ ـ

۳ ـ بحار الانوار، ج ۴۳ ص ۱۷۲ ـ

ہی چاہیئے اسے عبادت میں اتنا بلند مقام رکھنا چاہیئے اور ایمان اس کی روح کی گہرائیوں میں سماجاتا چاہیئے۔

بابرکت ہار

جابر بن عبداللہ انصاری فرماتے ہیں کہ میں نے ایک دن عصر کی نماز پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ پڑھی آپ کے اصحاب آپ کے ارد گرد بیٹھے تھے، اچانک ایک آدمی پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا جس کا لباس پرانا اور پھٹا ہوا اور سخت بڑھاپے کی وجہ سے اپنی جگہ پر کھڑا نہیں ہو سکتا تھا، پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی طرف متوجہ ہوئے اور اس کی مزاج پرسی کی، یارسول اللہؐ میں ایک بھوکا آدمی ہوں مجھے سیر کیجئے ننگا ہوں مجھے لباس عنایت فرمائیے اور خالی ہاتھ ہوں مجھے کچھ عنایت فرمایئے۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا سردست تو میرے پاس کچھ نہیں ہے لیکن میں تجھے ایک جگہ کی راہنمائی کرتا ہوں شاید وہاں تیری حاجت پوری ہو جائے۔ اس شخص کے گھر جا کر جو خدا اور رسولؐ کو دوست رکھتا ہے اور خدا اور رسول اسے دوست رکھتے ہیں جا میری بیٹی فاطمہؑ کے گھر کہ شاید تجھے وہ کوئی چیز عنایت فرما دے آپ نے اس کے بعد بلال سے فرمایا کہ اسے فاطمہؑ کا گھر دکھلاآؤ۔

جناب بلال اس بوڑھے کے ساتھ جناب فاطمہؑ کے گھر گئے، بوڑھے نے عرض کی سلام ہو میرا خانوادہ اہلبیت پر کہ جو فرشتوں کے نازل ہونے کا مرکز ہے جناب فاطمہؑ نے اس کے سلام کا جواب دیا اور فرمایا کہ تم کون ہو؟ اس نے عرض کیا کہ میں ایک فقیر ہوں، پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں گیا تھا انہوں نے

مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے اے دختر پیغمبر! بھوکا ہوں سیر کیجئے، برہنہ ہوں لباس مجھے پہنائیے، فقیر ہوں کوئی چیز عنایت فرمائیے، جناب فاطمہ جانتی تھیں کہ گھر میں کوئی غذا موجود نہیں ہے ایک گوسفند کی کھال ہے کہ جو امام حسنؑ اور امام حسینؑ کے فرش کے لئے تھی اسے دی اس نے عرض کی یہ چمڑے کی کھال میری زندگی کی اصلاح کہاں کر سکتی ہے۔ جناب فاطمہؑ نے ایک ہار جو آپ کے چچا کی لڑکی نے بطور ہدیہ دیا تھا اس فقیر کو دے دیا اور فرمایا اسے فروخت کر کے اپنی زندگی کی اصلاح کر لے

وہ بوڑھا آدمی پیغمبر اکرمؐ کی خدمت میں لوٹ آیا اور تمام قصہ بیان کیا، آپ رو دیئے اور فرمایا کہ اس ہار کو فروخت کر ڈالو تاکہ میری بیٹی کے عطیئے کی برکت سے خدا تیری کشائش کر دے۔

عمار یاسر نے جناب رسول خداؐ سے اجازت لی کہ اس ہار کو خرید لوں اس بوڑھے سے پوچھا کہ اسے کتنے میں فروخت کرو گے؟ اس نے کہا کہ اتنی قیمت پر کہ روٹی اور گوشت سے میرا پیٹ سیر ہو جائے ایک یمانی چادر جسم کے ڈھانپنے کے لئے ہو جائے کہ جس میں نماز پڑھوں اور ایک دینار ــــ کہ میں اپنے گھر اور اہل وعیال کے پاس جا سکوں۔

عمار نے کہا میں اس ہار کو بیس دینار اور دو سو درہم اور ایک بردیمانی اور ایک سواری کا حیوان اور روٹی اور گوشت کے عوض خریدتا ہوں اس بوڑھے نے ہار جناب عمار کو فروخت کر دیا اور معاوضہ لے لیا اور پیغمبرؐ کی خدمت میں لوٹ آیا، پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے پوچھا کہ تمہاری حاجت پوری ہوئی، اس نے عرض کی ہاں، میں جناب فاطمہؑ کی بخشش کی بدولت بے نیاز ہو گیا ہوں کہ خداوند عالم اس کے عوض جناب فاطمہؑ کو ایسی

چیز دے کہ نہ آنکھ نے دیکھی ہو اور نہ کان نے سنی ہو۔

جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اصحاب سے فرمایا کہ خداوند عالم نے اسی دنیا میں اس قسم کی چیز جناب فاطمہؑ کو عطا کر دی ہے کیونکہ اسے مجھ جیسا باپ اور علی جیسا شوہر اور حسنؑ اور حسینؑ جیسے فرزند عنایت فرمائے ہیں، جب عزرائیل فاطمہؑ کی روح قبض کرے گا اور اس سے قبر میں سوال کرے گا کہ تیرا پیغمبر کون ہے؟ تو جواب دے گی میرا باپ، اور اگر پوچھے گا تیرا امام کون ہے تو جواب دے گی میرا شوہر علی بن ابیطالبؑ، خداوند عالم نے ملائکہ کی ایک جماعت کی ڈیوٹی لگا دی ہے کہ آپ کے مرنے کے بعد ہمیشہ ان پر اور ان کے والد اور شوہر پر درود بھیجتے رہیں۔ خبردار ہو جو شخص میرے مرنے کے بعد میری زیارت کو آئے تو وہ اس کے مانند ہے کہ وہ میری زندگی میں میری زیارت کو آیا ہے اور جو شخص فاطمہؑ کی زیارت کو جائے اس کے مثل ہے کہ اس نے میری زیارت کی۔

جناب عمار نے وہ ہار لیا اور اسے خوشبو لگائی اور یمانی کپڑے میں لپیٹ کر اپنے غلام کو دیا اور کہا کہ اسے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لے جا کر حاضر کر دو میں نے تجھے بھی آنجناب کو بخش دیا ہے۔ جب وہ غلام جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں گیا تو حضرت نے وہ ہار مع غلام کے جناب فاطمہ علیہا السلام کو بخش دیا۔ جناب فاطمہ علیہا السلام نے وہ ہار لیا اور اس غلام کو آزاد کر دیا۔ جب غلام آزاد ہوا تو ہنسنے لگا جب اس سے ہنسنے کی علت پوچھی گئی تو اس نے جواب دیا کہ اس ہار کی برکت پر مجھے تعجب ہوا ہے کیونکہ اس نے بھوکے کو سیر کیا ہے، برہنہ کو کپڑا پہنایا، فقیر کو غنی

کر دیا، غلام کو آزاد کر دیا اور پھر وہ اپنے مالک کے پاس لوٹ گیا[1]۔

پیغمبرؐ کی فاطمہؑ سے محبت اور ان کا احترام

جناب عائشہ فرماتی ہیں کہ جناب فاطمہؑ بات کرنے میں تمام لوگوں کی نسبت پیغمبرؐ سے زیادہ شباہت رکھتی تھیں، جب آپ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جاتیں تو پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کا ہاتھ پکڑتے اور اسے بوسہ دیتے اور جناب فاطمہؑ کو اپنی جگہ بٹھاتے اور جب رسول خداؐ جناب فاطمہؑ کے پاس جاتے تو آپ والد کے احترام کے لئے کھڑی ہو جاتیں اور آپ کے ہاتھ چومتیں اور اپنی جگہ آپ کو بٹھلاتیں[2]۔

ایک دن جناب عائشہ نے دیکھا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جناب فاطمہؑ کو بوسہ دے رہے ہیں تو عرض کیا یا رسول اللہؐ اب بھی آپ فاطمہؑ کو چومتے جب کہ وہ شوہردار ہو چکی ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ اگر تجھے پتہ ہو تا کہ میں کتنا فاطمہؑ کو دوست رکھتا ہوں تو تیری محبت بھی اس کے ساتھ زیادہ ہو جاتی، فاطمہؑ! یہ انسان کی شکل و صورت میں حور ہیں، جب بھی میں بہشت کی خوشبو کا مشتاق ہوتا ہوں تو اسے بوسہ دیتا ہوں[3]۔

---

[1] ـ بحار الانوار، ج ۴۳ ص ۵۶ ـ
[2] ـ کشف الغمہ، ج ۲ ص ۷۹ ـ
[3] ـ کشف الغمہ، ج ۲ ص ۸۵ ـ

علی بن ابیطالب نے پیغبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا یارسول اللہؐ مجھے زیادہ دوست رکھتے ہیں یا فاطمہؑ کو؟ تو آپ نے فرمایا تم عزیز ترین ہو اور فاطمہؑ محبوب تر[1]

جناب فاطمہؑ فرماتی ہیں جب یہ آیت نازل ہوئی کہ:

"لاتجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضاً"

یعنی پیغبر کو اپنی طرح آواز نہ دیا کرو۔ تو میں اس کے بعد اباجان کے لفظ سے آپ کو خطاب نہ کرتی تھی اور یارسول اللہؐ کہا کرتی تھی، کئی دفعہ میں نے آپ کو اسی سے آواز دی تو آپ نے میرا جواب نہ دیا اور اس کے بعد فرمایا بیٹی فاطمہؑ یہ آیت تمہارے اور تمہاری اولاد کے بارے میں نازل نہیں ہوئی تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں، یہ آیت قریش کے متکبر افراد کے لئے نازل ہوئی ہے، تم مجھے ابا کہہ کر پکارا کرو کیونکہ یہ لفظ میرے دل کو زندہ کرتا ہے اور پروردگار عالم کو خوشنود کرتا ہے[2]

جناب عائشہ سے سوال کیا گیا کہ پیغبرؐ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب کون تھا؟ تو آپ نے کہا کہ فاطمہؑ، اس کے بعد پوچھا گیا کہ مردوں میں سے زیادہ محبوب کون تھا تو آپ نے کہا فاطمہؑ کے شوہر علیؑ[3]

جب تک پیغبرؐ فاطمہؑ کو چوم نہ لیتے سویا نہیں کرتے تھے[4]

---

۱ ۔ کشف الغمہ، ج ۲ ص ۸۸ ۔

۲ ۔ بیت الاحزان، ص ۱۰ ۔

۳ ۔ کشف الغمہ ج ۲ ص ۸۸ ۔

۴ ۔ کشف الغمہ، ج ۲ ص ۹۳ ۔

پیغبرؐ جب سفر کو جاتے تھے تو آخری آدمی جسے وداع فرماتے تھے فاطمہؑ ہوتیں اور جب سفر سے واپس لوٹتے تو پہلا شخص جس کی ملاقات کو جلدی جاتے فاطمہؑ ہوتیں[1]

پیغبرؐ فرماتے تھے کہ فاطمہؑ میرے جسم کا ٹکڑا ہے جو اسے خوشنود کرے گا اس نے مجھے خوشنود کیا، اور جو شخص اسے اذیت دے گا اس نے مجھے اذیت دی سب سے عزیز ترین میرے نزدیک فاطمہؑ ہیں[2]

اس میں کوئی شک نہیں کہ رسول خدا حد سے زیادہ اور معمول اور متعارف سے بڑھ کر جناب فاطمہؑ سے محبت کا اظہار اس حد تک کرتے تھے کہ بسا اوقات اعتراض کئے جاتے تھے البتہ ہر باپ کو طبعی طور پر اولاد سے محبت ہوتی ہے لیکن جب محبت اور تعلق معمول سے تجاوز کر جائے تو اس کی کوئی خاص وجہ اور علت "جو فطری محبت کے علاوہ ہو" ہونی چاہیئے، ممکن ہے حد سے زیادہ محبت کا اظہار جہالت اور کوتاہ فکری کی وجہ سے ہو لیکن اس علت کی پیغبرؐ کی ذات کی طرف نسبت نہیں دی جاسکتی، کیونکہ اللہ تعالیٰ پیغبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق فرماتا ہے: انک لعلی خلق عظیم[3] یعنی تم خلق عظیم کے مالک ہو۔

پیغبرؐ کے تمام کام وحی الٰہی کے ماتحت ہوا کرتے تھے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان ھو الا وحیٌ یوحیٰ[4]

---

۱ ۔ ذخائر العقبیٰ، ص ۳۷ ۔

۲ ۔ مناقب ابن شہر آشوب، ج ۳ ص ۳۳۲ ۔

۳ ۔ سورہ قلم آیت ۴ ۔

۴ ۔ سورہ نجم آیت ۴ ۔

بس خدا کے رسول کا ان تمام غیر عادی محبت کے اظہار میں کوئی اور منشا اور غرض ہونی چاہیئے۔

جناب رسول خداؐ نے اپنی بیٹی فاطمہؑ کے مقام و مرتبت کو خود مشخص کیا تھا اور آپ ان کے رتبے کو اچھی طرح پہچانتے تھے۔ جی ہاں! پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جانتے تھے کہ فاطمہؑ ولایت اور امامت کی تولید کا مرکز اور دین کے پیشواؤں کی ماں ہیں، اسلام کی نمونہ اور مثال اور ہر گناہ سے معصوم ہیں۔ حضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت علی علیہ السلام کے علاوہ کوئی بھی آپ کے بلند مقام کو درک نہیں کر سکتا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جانتے تھے کہ فاطمہؑ کا نور آسمان کے فرشتوں کو روشنی دینے والا ہے، بہشت کی خوشبو کو فاطمہؑ سے استشمام کرتے تھے یہی علت تھی کہ آپ حد سے زیادہ فاطمہؑ سے اظہار محبت فرمایا کرتے تھے۔

فاطمہؑ اور علیؑ کی سخت زندگی

ایک زمانہ میں حضرت علیؑ کی زندگی بہت سخت گزر رہی تھی۔ جناب فاطمہؑ اپنے والد بزرگوار کی خدمت میں حاضر ہوئیں آپ نے دروازہ کھٹکھٹایا تو پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ام ایمن سے فرمایا گویا زہراؑ دروازے پر ہے دروازہ کھولو۔ دیکھو کون ہے۔ جب انہوں نے گھر کا دروازہ کھولا تو جناب فاطمہ علیہا السلام گھر کے اندر داخل ہوئیں سلام کیا اور باپ کی خدمت میں بیٹھ گئیں، جناب رسول خداؐ نے فرمایا بیٹی فاطمہؑ تم اس وقت پہلے کبھی ہمارے گھر نہیں آیا کرتی تھیں کیا ہوا ہے؟ آپ نے عرض کی یا رسول اللہؐ ملائکہ کی غذا کیا ہے آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ

کی حمد۔ عرض کیا، ابا جان ہماری غذا کیا ہے؟ آپ نے فرمایا خدا کی قسم ایک مہینہ ہونے کو ہے کہ آل محمدؐ کے گھر میں آگ نہیں جلائی گئی۔ میری آنکھوں کا نور، آگے آؤ میں تمہیں وہ پانچ کلمات بتلاتا ہوں جو جبرئیل نے مجھے تعلیم دیئے ہیں۔

"یا رب الاولین والآخرین یا ذا القوۃ المتین
و یا راحم المساکین و یا ارحم الراحمین"

جناب فاطمہؑ نے یہ دعا یاد کی اور گھر لوٹ آئیں، حضرت علی علیہ السلام نے پوچھا کہاں گئی تھیں؟ جواب دیا دنیا طلب کرنے گئی تھی لیکن آخرت کے لئے دستور لے کر آئی ہوں۔ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا آج سب سے بہتر دن تھا۔[1]

ایک دن پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب فاطمہؑ کی عیادت کی اور آپ کے احوال پوچھے تو آپ نے عرض کیا ابا جان بیمار ہوں اور اس سے بدتر یہ کہ گھر میں کوئی چیز موجود نہیں جو کھاؤں، آپ نے فرمایا کیا یہ تمہارے لئے کافی نہیں کہ دنیا کی عورتوں سے بہتر ہو۔[2]

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ ایک دن جناب فاطمہؑ نے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ حضرت علی علیہ السلام کے پاس جو آتا ہے وہ فقراء میں تقسیم کر دیتے ہیں پیغمبرؐ نے فرمایا: بیٹی فاطمہؑ خبردار میرے بھائی اور چچازاد علیؑ کو ناراحت نہ کرنا

---

[1] ۔ بحار الانوار، ج ۴۳ ص ۱۵۲۔

[2] ۔ درر السمطین، ص ۱۷۹۔

کیوں کہ علیؑ کا غضب میرا غضب ہے اور میرا غضب خدا کا غضب ہے[1]

اسماء بنت عمیس کہتی ہیں کہ ایک دن رسول خداؐ جناب فاطمہؑ کے گھر گئے دیکھا کہ حسنؑ اور حسینؑ گھر میں موجود نہیں ہیں ان کی حالت پوچھی، جناب فاطمہؑ نے عرض کی، آج ہمارے گھر میں کھانے کے لئے کچھ موجود نہ تھا، علیؑ نے جب باہر جانا چاہا تو فرمایا کہ میں حسنؑ اور حسینؑ کو اپنے ساتھ باہر لے جاتا ہوں تاکہ یہاں روئیں نہ اور تم سے غذا کا مطالبہ نہ کریں۔ ان کو اٹھایا اور فلاں یہودی کے پاس چلے گئے۔ جناب رسول خداؐ علیؑ کی تلاش میں باہر گئے اور انہیں یہودی کے باغ میں ڈول کھینچتے دیکھا اور دیکھا کہ حسنؑ اور حسینؑ کھیل میں مشغول ہیں اور ان کے سامنے تھوڑی مقدار خرما کی بھی موجود ہے۔ پیغمبرؐ نے علیؑ سے فرمایا کہ دن گرم ہونے سے پہلے حسنؑ و حسینؑ کو گھر لوٹانا نہیں چاہتے؟ آپ نے عرض کی یا رسول اللہؐ جب میں گھر سے باہر آیا تھا تو ہمارے گھر کوئی غذا موجود نہ تھی آپ تھوڑا توقف کریں تاکہ میں کچھ خرما جناب فاطمہؑ کے لئے مہیا کرلوں۔ میں نے اس یہودی سے ہر ڈول کے کھینچنے پر ایک خرما مقرر کیا ہے۔ جب کچھ خرمے مہیا ہوگئے انہیں آپ نے اپنے دامن میں ڈالا اور حسنؑ اور حسینؑ کو اٹھایا اور گھر واپس لوٹ آئے[2]

ایک دن پیغمبرؐ فاطمہؑ کے پاس آئے تو دیکھا کہ فاطمہؑ گلوبند پہنے ہوئے ہیں، آپ نے فاطمہؑ سے روگردانی کی اور چلے گئے، جناب فاطمہؑ آپ کی روگردانی

---

[1] ۔ کشف الغمہ، ج ۲ ص ۹۹۔

[2] ۔ بحار الانوار، ج ۴۳ ص ۸۳۔

کی علت کو بھانپ گئیں، ہار اتارا اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر کر دیا آپ نے فرمایا فاطمہؑ تم مجھ سے ہو۔ اس کے بعد ایک غریب آدمی آیا تو آپ نے وہ ہار اس کو عطا کر دیا اور فرمایا کہ جو شخص ہمارا خون بہائے اور میرے اہل بیت کے بارے میں مجھے اذیت دے خداوند عالم اس پر غضب کرے گا[1]

اسماء بنت عمیس کہتی ہیں کہ میں جناب فاطمہؑ کی خدمت میں بیٹھی تھی کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں آئے، آپ نے فاطمہؑ کی گردن میں سونے کا ہار دیکھا آپ نے فرمایا فاطمہؑ! لوگوں کے اس کہنے پر کہ فاطمہؑ رسولؐ کی دختر ہے مغرور نہ ہونا جب کہ تم اس حالت میں ہو کہ ظالموں کا لباس تمہارے جسم پر ہو۔ جناب زہراؑ نے فوراً ہار کو اتارا اور فروخت کر دیا اور اس کی قیمت سے ایک غلام خرید کر آزاد کر دیا، پیغمبرؐ آپ کے اس کام سے بہت خوش ہوئے[2]

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عادت یہ تھی کہ جب سفر کو جاتے تو آخری آدمی کہ جس سے وداع کرتے وہ فاطمہؑ ہوتیں اور جب سفر سے واپس آتے تھے تو پہلا انسان جس کا آپ دیدار کرتے تھے وہ فاطمہؑ ہوتیں، آپ ایک سفر سے جب جناب فاطمہؑ کے گھر آئے تو دیکھا کہ حضرت حسنؑ اور حضرت حسینؑ کے ہاتھوں میں چاندی کا دست بند ہے اور ایک پردہ بھی لٹکا ہوا ہے آپ نے اسے تھوڑی دیر تک دیکھا اور اپنی عادت کے خلاف

---

[1] ۔ بحار الانوار، ج ۴۳ ص ۱۵۲۔

[2] ۔ نظم درر السمطین ص ۱۷۹۔

جناب زہراؑ کے گھر نہ ٹھہرے اور فوراً واپس لوٹ گئے، جناب فاطمہؑ غمگین ہوئیں اور اس واقعہ کی علت سمجھ گئیں، پردہ اتارا اور حضرت حسنؑ اور حضرت حسینؑ کے ہاتھ سے دست بند بھی اتارا، اور یہ کسی ذریعہ سے جناب رسول خداؐ کی خدمت میں روانہ کر دیا۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کی آنکھوں کو بوسہ دیا اور آپ کو نوازش دی اور دست بند کو مسجد میں جو فقراء رہتے تھے ان میں تقسیم کر دیا اور پردے کے ٹکڑے کر کے مختلف برہنہ انسانوں کو دیئے تاکہ وہ ستر عورت کر سکیں اس کے بعد جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ خدا فاطمہؑ پر رحمت کرے اور اسے بہشتی لباس پہنائے اور بہشتی زینت اسے عطا کرے[1]

عمران ابن حصین کہتے ہیں کہ میں ایک دن جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا کہ جناب فاطمہؑ زہراء وہاں تشریف لے آئیں۔ جب رسول خدا کی نگاہ آپ کے چہرے پر پڑی جو بھوک سے زرد ہو چکا تھا اور اس پر خون کے موجود ہونے کے آثار نہیں نظر آ رہے تھے تو انہوں نے اپنے پاس بلایا اور اپنا دست مبارک جناب فاطمہؑ کے سینے پر رکھا اور فرمایا اے وہ خدا جو بھوکوں کو سیر کرتا ہے اور ضعیفوں کو بلند کرتا ہے، فاطمہؑ محمدؐ کی دختر کو بھوکا نہ رکھ۔ عمران کہتا ہے کہ پیغمبرؐ کی دعا کی برکت سے جناب فاطمہؑ کے چہرے کی زردی ختم ہو گئی، اور آپ کے چہرے پر خون دوڑنے کے آثار پیدا ہو گئے[2]

---

[1] ۔ بحارالانوار، ج ۴۳ ص ۸۲ ۔

[2] ۔ نظم درر السمطین، ص ۱۹۱

عملی دعوت

روایات اور تواریخ یہ گواہی دے رہی ہیں کہ اہلبیت کی فرد اول یعنی پیغمبر اسلامؐ اور اسلام کی دوسری شخصیت علی بن ابیطالبؑ اور اسلام کی پہلی خاتون فاطمہؑ زہراؑ کی زندگی بہت سادہ بلکہ بہت سختی اور مشقت سے گزرتی تھی، اور اس پر بہت زیادہ تعجب بھی نہیں کیا جانا چاہیئے کیوں کہ اس زمانے میں تمام مسلمانوں کی عمومی زندگی اچھی نہ تھی۔

اکثر مسلمان فقیر اور معاشرے سے محروم افراد ہوا کرتے تھے وہ گروہ کہ جن کی ایک حد تک زندگی بری نہ تھی وہ بھی دشمنوں کے خوف سے مجبور ہو گئے تھے اور اپنی تمام پونجی اور گھر بار مکہ چھوڑ کر مدینہ میں ہجرت کر آئے تھے، مدینہ میں بھی اکثریت فقراء کی تھی اور جو چند آدمی جن کی وضع کسی حد تک اچھی تھی وہ بھی مجبور تھے کہ ان مسلمانوں سے جو مکہ چھوڑ کر ہجرت کر آئے تھے ہمدردی اور مالی مواسات بجالائیں اور اپنی قدرت کے مطابق ان کی مدد اور مساعدت کریں اور دوسری طرف وہ زمانہ اسلام کا بحرانی زمانہ تھا مسلمان ہر وقت جنگ کے لئے تیار رہتے تھے اور اکثر اوقات جنگ اور دفاع میں مشغول رہتے تھے اسی وجہ سے اپنی اقتصادی اوضاع کو قوی نہیں کر سکتے تھے۔

ان حالات میں کیا پیغمبرؐ اور علیؑ اور فاطمہؑ کے لئے مناسب اور ممکن تھا کہ وہ اپنے لئے اچھی زندگی فراہم کریں اور فقراء اور بیچاروں سے ہمدردی نہ کریں اگرچہ پیغمبرؐ اور حضرت علیؑ خود کام کیا کرتے تھے اور اسی ذریعہ سے

ان کے پاس مشروع اور جائز دولت بھی اکٹھی ہو جاتی تھی اور جنگ کی غنیمت سے بھی انہیں حصہ ملتا تھا اور اگر چاہتے تو اچھی زندگی گزار سکتے تھے، لیکن کیا یہ ممکن تھا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے داماد اور ان کی بیٹی تو آرام سے زندگی گزاریں لیکن مدینہ کے فقراء کی فریادیں بلند ہوں، کیا یہ مناسب تھا کہ پیغمبرؐ کی دختر تو گھر پر پردے لٹکائے رکھے اور مسلمانوں کی ایک جماعت کے پاس ستر عورت کے لئے کپڑے تک موجود نہ ہوں، کیا یہ ہو سکتا تھا کہ حسنؑ اور حسینؑ تو ہاتھوں میں چاندی کے دست بند پہنے ہوئے ہوں اور مسلمانوں کے بچوں کی بھوک سے فضا میں آوازیں بلند ہو رہی ہوں۔

قاعدتاً اگر اسلام کا پہلا شخص اور اہلبیت گرامی دوسرے مسلمانوں سے مواسات نہ کرتے تو کیا ممکن ہوتا کہ مسلمانوں کے مستضعف گروہ کو صدر اسلام میں کہ جو ابھی اچھی طرح پیغمبری اور وحی کے معنی کو درک نہیں کرتے تھے اور ان کی عقلیں صرف ان کی آنکھوں تک محدود تھی حاضر کیا جاتا کہ وہ میدان جہاد میں فداکاری کریں اور اپنی جان کو قربان کریں؟ اسلام کی پیشرفت اور اس کے معنوی نفوذ کی ایک علت یہ بھی تھی کہ جو آنحضرت سے سنتے تھے اسے عملی طور سے بھی رفتار و گفتار اور زندگی، فردی اور خانوادے کی زندگی میں مشاہدہ بھی کرتے تھے اسی عملی دعوت کی وجہ سے وہ اسلام اور جانبازی کی طرف مائل ہوا کرتے تھے لیکن ....

حضرت زہراؑ کی عصمت

لغت میں لفظ معصوم کے معنی محفوظ اور ممنوع کے ہیں۔ اصطلاح میں معصوم اس شخص کو کہا جاتا ہے جو غلطی اور اشتباہ اور گناہوں سے امان میں ہو اور محفوظ ہو معصوم اسے کہتے ہیں کہ اس کی بصیرت

کی آنکھ ایسی ہو کہ عالم سے حقائق کا مشاہدہ کر رہی ہو اور اس ارتباط اور اتصال کی وجہ سے جو اسے عالم ملکوت سے ہے اور غیبی تائیدات سے گناہ اور نافرمانی نہ کرے اور اس کے وجود مقدس میں غلطی اور اشتباہ اور سرکشی اور عصیان گزر نہ کر سکے۔ عصمت کا بلند و بالا رتبہ اور مقام دلائل عقلی اور نقلی اور براہین سے پیغمبروں کے لئے تو ثابت ہو چکا ہے۔

شیعہ امامیہ کا عقیدہ ہے کہ ہمارے پیغمبرؐ کے حقیقی جانشین و خلفاء اور بارہ اماموں کو بھی معصوم ہونا چاہئے اور ان کے پاس ان بزرگوں کی عصمت کے لے دلائل اور براہین بھی موجود ہیں۔ اگر ہم ان کا ذکر یہاں شروع کر دیں تو اصل مقصد سے ہٹ جائیں گے۔

شیعہ امامیہ پیغمبروں کی عصمت کے علاوہ حضرت زہراؑ کو بھی گناہوں اور نافرمانی سے معصوم جانتے ہیں اور آپ کی عصمت کے ثبوت کے لئے بہت سی دلیلیں پیش کی جا سکتی ہیں۔ بعض کو یہاں ذکر کیا جاتا ہے۔

پہلی دلیل اس آیت سے تمسک کر کے آپ کی عصمت کو ثابت کیا جا سکتا ہے

"انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت
ویطھرکم تطھیرا"[۱]

آیت کا ترجمہ اس طرح کیا گیا ہے۔ "خدا چاہتا ہے کہ ناپاکی اور آلودگی کو تم اہلبیت سے دور کر دے اور کاملاً تمہیں پاکیزہ اور طاہر کر دے۔"

شیعہ اور سنی نے بہت زیادہ احادیث نقل کی ہے جو دلالت کرتی ہیں کہ یہ آیت پیغمبرؐ اور علیؑ اور فاطمہؑ اور حسنؑ اور حسینؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔

---

[۱] ۔ سورہ احزاب آیت ۳۳۔

جناب عائشہ فرماتی ہیں کہ ایک دن جناب پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے کندھے پر سیاہ پشم کا بنا ہوا کپڑا ڈالے گھر سے باہر نکلے اس کے بعد حسن اور حسینؑ اور فاطمہؑ اور علیؑ کو اس کپڑے اور چادر کے درمیان لیا اور فرمایا:

انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ... الخ [1]

جناب ام سلمہؓ فرماتی ہیں ایک دن جناب فاطمہؑ ایک ظرف میں حریرہ (ایک کا حلوہ ہے) لے کر جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں، پیغمبرؐ نے فرمایا کہ علیؑ اور حسنؑ اور حسینؑ کو بھی بلاؤ، جب یہ تمام حضرات بلائے گئے ہوئے کی خدمت میں حاضر ہوئے اور غذا کھانے میں مشغول ہوئے تو یہ آیت نازل ہوئی، اس کے بعد پیغمبرؐ نے خیبری چادر ان کے سر پر ڈالی اور تین مرتبہ فرمایا کہ اے میرے خدا یہ میرے اہل بیت ہیں، آلودگی کو ان سے زائل کر دے اور پاکیزہ بنا دے [2]

عمر ابن ابی سلمہ کہتے ہیں کہ یہ آیت "انما یرید اللہ... الخ" جناب ام سلمہ کے گھر میں نازل ہوئی، پس پیغمبر اکرمؐ نے علیؑ اور فاطمہ اور حسن اور حسین علیہم السلام کو اپنے پاس بلایا اور چادر ان کے سر پر ڈالی اور فرمایا، اے میرے خدا، یہ میرے اہلبیت ہیں آلودگی کو ان سے زائل کر دے اور ان کو اس طرح پاک و پاکیزہ فرما جو حق ہے جناب ام سلمہ نے عرض کی یا رسول اللہؐ میں بھی ان کے ساتھ ہوں یعنی اہلبیت میں داخل ہوں آپ نے جواب دیا کہ تم بھی اچھائی پر ہو [3]

---

[1] - ینابیع المودہ، ص ۱۲۴، درالمنثور، ج ۵، ص ۱۹۸۔

[2] - ینابیع المودہ، ص ۱۲۵ اور درالمنثور، ج ۵، ص ۱۹۸۔

[3] - ینابیع المودہ، ص ۱۲۵۔

واثلہ ابن اسقع کہتے ہیں کہ ایک دن پیغمبرؐ جناب فاطمہؑ کے گھر تشریف لے گئے علیؑ اور فاطمہؑ کو سامنے بٹھایا اور حسنؑ اور حسینؑ کو زانو پر، اس کے بعد ان کے سروں پر چادر ڈال کر فرمایا، اے میرے خدا، یہ میرے اہلبیت ہیں آلودگی کو ان سے زائل کر دے۔ [1]

خلاصہ رسول خداؐ کے اصحاب کی ایک جماعت جیسے جناب عائشہ، ام سلمہ، معقل بن یسار، ابی الحمراء، انس بن مالک، سعد ابن ابی وقاص، واثلہ ابن اسقع، حسن ابن علی، علی بن ابیطالب، ابو سعید خدری، زینب، ابن عباس اور ان کے علاوہ ایک اور جماعت نے اسی سے ملتی جلتی روایات اس آیت کی شان نزول میں نقل کی ہیں۔ شیعہ اور سنی علماء جیسے جلال الدین سیوطی نے درالمنثور میں اور سلیمان بن ابراہیم قندوزی نے ینابیع المودۃ اور دوسرے سنی علماء نے ان روایات کو اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے۔

ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ پیغمبرؐ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد متعدد مقامات پر اور ان میں سے خود جناب فاطمہؑ اور جناب ام سلمہ کے گھر اپنی عبا علیؑ اور فاطمہؑ اور حسنؑ اور حسینؑ کے سر پر ڈالتے اور اس آیت کی تلاوت فرماتے تھے اور فرماتے تھے کہ اے خدا جو اشخاص میری عبا کے نیچے موجود ہیں یہی میرے اہلبیت ہیں، آلودگی کو ان سے دور فرما، رسول خداؐ اس قسم کا عمل اس لئے انجام دیتے تھے تاکہ اہلبیتؑ کی شناخت ہو جائے اور یہ موضوع پایہ ثبوت کو پہنچ جائے یہاں تک کہ چھ ماہ اور بعض روایات کی بنا پر سات اور بعض دوسری روایت کی بنا پر آٹھ مہینہ تک آپ کی یہ عادت تھی

---

[1] - ینابیع المودہ، ص ۱۲۵ و درالمنثور ج ۵ ص ۱۹۹۔

کہ آپ صبح کے وقت جب نماز کے لئے جاتے اور حضرت فاطمہ علیہا السلام کے گھر سے گزرتے تو ٹھہر جاتے اور یہ آیت تلاوت فرماتے[1]

رسول خداؐ ان موارد اور مواقع پر اپنی چادر علیؑ اور فاطمہؑ اور حسنؑ اور حسینؑ علیہم السلام کے سر پر ڈالتے اور یہی آیت تلاوت فرماتے تاکہ اس سے غلط مطلب لینے کی کسی کو گنجائش نہ رہے کہ کوئی دعویٰ کرے کہ میں بھی اہلبیت کا مصداق اور فرد ہوں، آپ اس مطلب کو اتنی اہمیت دیتے تھے کہ جب ام سلمہ نے عبا کے اندر داخل ہونا چاہا تو آپ نے چادر ان کے ہاتھ سے کھینچ لی اور فرمایا کہ تم نیکی پر ہو۔ ایک زمانے تک صبح کے وقت جب آپ نماز کے لئے تشریف لے جاتے تو فاطمہؑ کے گھر میں رہنے والوں کو خطاب کرتے ہوئے یہ آیت تلاوت فرماتے تاکہ لوگ سن لیں اور اس کے بعد انکار نہ کر سکیں۔ علیؑ اور حسنؑ اور حسینؑ بھی متعدد مقامات پر اور صحابہ کے روبرو فرمایا کرتے تھے کہ یہ آیت ہمارے حق میں نازل ہوئی ہے۔ اور کسی وقت بھی اس کا کسی نے انکار نہیں کیا۔

اس آیت کے مطابق خداوند عالم فرماتا ہے کہ خدا نے ارادہ کیا کہ تم اہلبیت کو آلودگی اور رجس سے منزہ قرار دے۔ اس رجس سے مراد ظاہری نجاست نہیں ہے کیونکہ اس کا دور کرنا اہلبیت کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ تمام مسلمان مکلف ہیں کہ وہ اپنے آپ سے ظاہری نجاست کو دور رکھیں اور اس سے پرہیز کریں، اس کے علاوہ اگر ظاہری نجاست مراد ہوتی تو اس کے لئے اتنے اہتمام اور تکلف کی ضرورت نہ تھی اور نہ ہی پیغمبرؐ کو دعا

---

[1] کشف الغمہ، ج ۲، ص ۸۳۔ درالمنثور ج ۵، ص ۱۹۹۔ فصول المہمہ ص ۸۔

کی ضرورت تھی۔ مطلب اتنا مبہم نہیں تھا کہ ام سلمہ اس کا مصداق ہونے کی خواہش کرتیں اور رسول خدا اس سے مانع ہوتے اس سے معلوم ہو جائے گا کہ مراد اس آیت میں ظاہری نجاست اور آلودگی نہیں ہے، بلکہ اس سے مراد اور مقصود باطنی آلودگی یعنی گناہ اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہے، لہٰذا اس آیت کے معنی یہ ہوں گے کہ خدا نے چاہا ہے اور اس کا ارادہ ہے کہ اہلبیت گناہ سے پاکیزہ ہوں اور اس ارادہ سے مراد بھی ارادہ تشریعی نہیں ہے، یعنی یوں نہیں کہا جا سکتا کہ خدا تعالیٰ نے اہلبیت سے طلب کیا ہے کہ وہ خود اپنے آپ کو گناہ اور معصیت سے پاک کریں کیونکہ ایسا ارادہ بھی اہلبیت کے ساتھ اختصاص نہیں رکھتا، کیوں کہ خداوند عالم تمام لوگوں سے یہی چاہتا ہے کہ وہ گناہ کا ارتکاب نہ کریں بلکہ اس ارادے سے مراد اس آیت میں تکوینی ارادہ ہے یعنی خدا نے اس طرح مقدر کر دیا ہے کہ اہلبیت کا دامن معصیت اور گناہ سے پاک اور منزہ ہو حالانکہ تمام بشر مختار ہیں کہ وہ علم اور ارادے سے گناہوں کو ترک کریں۔

پیغمبرؐ نے بھی اس آیت کی یہی تفسیر کی ہے یعنی گناہوں سے معصوم ہونا۔ ابن عباس نے رسول خداؐ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی دو قسم کی ہیں اور مجھے بہترین قسم میں قرار دیا ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:

"اصحاب الیمین ما اصحاب الیمین و اصحاب الشمال
ما اصحاب الشمال"۔

میں اصحاب یمین سے اور ان سے بہترین میں سے ہوں، اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کی تین قسمیں کی ہیں اور مجھے ان میں سے بہترین قسم میں قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:

"فاصحاب المیمنۃ ما اصحاب المیمنۃ و اصحاب
المشئمۃ ما اصحاب المشئمۃ والسابقون السابقون"

میں سابقین میں سے ہوں اور ان میں سے بہترین ہوں۔ پھر ان تین قسموں کو قبیلوں میں تقسیم کیا ــ اور مجھے بہترین میں قرار دیا ــ جیسے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

"وجعلناکم شعوبا و قبائل لتعارفوا ان
اکرمکم عند اللہ اتقاکم."

پس میں حضرت آدمؑ کی اولاد میں سے پرہیزگاروں اور معظم ترین لوگوں میں سے ہوں، لیکن اس پر میں فخر نہیں کرتا پھر اللہ تعالیٰ نے ان قبائل کو خاندانوں میں تقسیم کیا ہے، اور مجھے بہترین خاندان میں قرار دیا ہے۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس
اھل البیت ویطھرکم تطھیرا"

پس میں اور میرے اہلبیت گناہوں اور معصیت سے معصوم ہیں۔[1]

اعتراض

کہا گیا ہے کہ یہ آیت عصمت پر دلالت نہیں کرتی کیوں کہ اس سے پہلی آیت اور اس سے بعد کی آیات تمام کی تمام پیغمبرؐ کی ازواج کے بارے میں نازل ہوئی ہیں اور انہی کو خطاب کیا گیا ہے۔

اس قرینے کے لحاظ سے کہا جا سکتا ہے کہ یہ آیت بھی پیغمبرؐ کی ازواج

---

[1] - درالمنثور، ج ۵، ص ۱۹۹۔

کی شان میں نازل ہوئی ہے اور وہی اس آیت میں اس کی مخاطب ہیں اور اگر اس آیت کی دلالت عصمت پر مان لی جائے تو پھر کہنا پڑے گا کہ پیغمبرؐ کی ازواج گناہوں سے معصوم ہیں حالانکہ اس مطلب کو کسی نے نہیں کہا اور نہ ہی یہ مطلب کہا جا سکتا ہے لہٰذا کہنا ہوگا کہ اصلاً یہ آیت عصمت پر دلالت ہی نہیں کرتی نہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج کے مورد میں اور نہ ہی اہلبیت کے مورد میں۔

اعتراض کا جواب

علامہ سید عبدالحسین شرف الدین نے اس اشکال کو نقل کر کے اس کا جواب دیا ہے۔ ہم یہاں وہ جواب نقل کر رہے ہیں۔

پہلا جواب:

یہ ہے کہ جو احتمال اعتراض میں دیا گیا ہے وہ نص اور صریح روایات کے خلاف ہے اور یہ ایک ایسا اجتہاد ہے کہ جو نصوص اور روایات کے خلاف ہے کیوں کہ روایات حد تواتر تک موجود ہیں کہ جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ آیت حضرات علیؑ اور فاطمہؑ اور حسنؑ اور حسینؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے اور یہ آیت انہیں سے مخصوص ہے۔ یہاں تک کہ جب جناب ام سلمہ نے چاہا کہ چادر کے اندر داخل ہو جائیں تو پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں سختی سے روک دیا۔

دوسرا جواب:

اگر یہ آیت پیغمبرؐ کی ازواج کے حق میں نازل ہوتی تو پھر

چاہیے تھا کہ صیغہ مونث حاضر کا استعمال کیا جاتا اور یوں آیت ہوتی انما یریداللہ لیذھب عنکم کی جگہ عنکنّ ہوتا اور جمع مذکر کا صیغہ جو موجودہ آیت میں ہے نہ لایا جاتا۔

تیسرا جواب:

عربی فصیح زبان میں عربوں کے درمیان یہ عام رواج ہے کہ وہ ایک مطلب کے درمیان جملہ معترضہ لایا کرتے ہیں، لہذا کیا حرج ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو جو اہلبیت سے مخصوص ہے ازواج پیغمبرؐ کے ذکر کے درمیان ذکر کر دیا ہو تاکہ اہلبیت کے موضوع کی اہمیت واضح ہو جائے اور اس نکتہ کی طرف توجہ دلائی ہو کہ چونکہ پیغمبرؐ کے اہلبیت گناہوں سے معصوم ہیں کسی کو اس مقام کے حاصل کرنے کی کوشش نہیں کرنی چاہیے یہاں تک کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ازواج مطہرات بھی اس مقام کے حاصل کرنے کا حق نہیں رکھتیں۔

چوتھا جواب:

باوجودیکہ قرآن مجید میں تحریف واقع نہیں ہوئی اور قرآن مجید کی آیات میں کمی زیادتی نہیں ہوئی لیکن یہ مطلب تمام کے نزدیک مسلم نہیں کہ قرآن کی تدوین اور جمع کرنے کے وقت ان تمام آیات اور سورتوں کو بعینہٖ ویسے ہی رکھا گیا ہے جس ترتیب سے نازل ہوئی تھیں مثلاً کوئی بعید نہیں کہ اس آیت کو جو اہلبیت کے بارے میں نازل ہوئی ہے ایک علیحدہ جگہ نازل ہوئی ہو لیکن قرآن جمع کرنے کے وقت اس کو ان آیات کے درمیان رکھ دیا ہو جو پیغمبرؐ کی ازواج کے بارے میں نازل ہوئی ہیں۔[۱]

۱۔ کتاب کلمۃ الغراء فی تفضیل الزہراء۔ مولفہ سید عبدالحسین شرف الدین، ص ۲۱۲۔

دوسری دلیل

جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جناب فاطمہؑ سے فرمایا تھا کہ فاطمہؑ خدا تیرے غضبناک ہونے پر غضبناک ہوتا ہے اور تیری خوشنودی پر خوشنود ہوتا ہے۔[۱]

اس حدیث کو شیعہ اور سنیوں نے نقل کیا ہے اور اس حدیث کو دونوں قبول کرتے ہیں، اس حدیث کے مطابق جس جگہ فاطمہؑ غضبناک ہوں گی خدا بھی غضبناک ہوگا اور فاطمہؑ خوشنود ہوگی تو خدا بھی راضی اور خوشنود ہوگا اور یہ امر مسلم ہے کہ خدا واقع اور حق کے مطابق راضی اور غضبناک ہوتا ہے اور کبھی بھی برے یا خلاف حق کام کرنے پر راضی اور خوشنود نہیں ہوتا اگرچہ دوسرے اس پر راضی اور خوشنودی کیوں نہ ہوں اور کبھی بھی اچھے کاموں اور حق کے مطابق اعمال پر غضب ناک نہیں ہوتا اگرچہ دوسرے لوگ اس پر غضبناک ہی کیوں نہ ہوتے ہوں، ان دو چیزوں کا لازمہ یہ ہوگا کہ جناب فاطمہؑ گناہ اور خطا سے معصوم ہوں، کیوں کہ اگر معصوم ہوئیں تو آپ کا غضب اور رضا شریعت کے میزان کے مطابق ہوگی اور کبھی بھی اللہ تعالیٰ کی رضا کے خلاف راضی نہ ہوں گی اور کبھی بھی نیک اور حق کاموں سے غضبناک نہ ہوں گی اس صورت میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ اگر فاطمہؑ غضب کرے تو خدا غضب کرتا ہے اور اگر وہ خوشنود ہو تو خدا خوشنود ہوتا ہے۔

بخلاف اگر گناہ اور خطا آپ کے حق میں جائز قرار دیا جائے تو بطور کلی یہ

۱۔ ینابیع المودہ، ص ۲۰۳ اور مجمع الزوائد، ج ۹، ص ۲۰۳۔

نہیں کہا جاسکتا کہ فاطمہؑ سے غضب سے خدا غضبناک ہوتا ہے اور ان کی خوشنودی سے خدا خوشنود ہوتا ہے، اس مطلب کو ایک مثال دیکر واضح کر دوں — فرض کریں کہ حضرت فاطمہؑ معصوم نہ ہوں اور ان کے حق میں اشتباہ اور خطا ممکن ہو تو اس صورت میں ممکن ہے کہ آپ اشتباہ یا خواہشات نفسانی کی وجہ سے حق اور واقع کے خلاف کسی سے کوئی چیز طلب کریں اور اس کی وجہ سے ان میں نزاع اور کشمکش کی نوبت پہنچ جائے اور آپ کا مد مقابل اس مقابلے پر جو آپ کر رہی ہیں راضی نہ ہو اور آپ کو مغلوب کر دے تو ممکن ہے کہ آپ اس صورت میں غضب ناک ہو جائیں اور عدم رضایت کا اظہار کر دیں تو کیا اس فرض اور صورت میں یہ کہنا درست ہو گا کہ چونکہ فاطمہؑ اس شخص پر غضبناک ہیں لہٰذا اللہ بھی اس پر غضبناک ہے گرچہ حق اسی مد مقابل کے ساتھ ہے۔ ایسا بالکل نہیں ہو سکتا اور نہ ہی ایسے برے کام کو اللہ کی طرف نسبت دی جا سکتی ہے۔

ایک دوسری روایت سے بھی جناب فاطمہؑ کی عصمت کو ثابت کیا جا سکتا ہے کہ جس میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ فاطمہؑ میرے جسم کا ٹکڑا ہے جو بھی اسے غضبناک کرے اس نے مجھے غضبناک کیا۔[۱]

یہ حدیث بھی شیعہ اور سنی کتابوں میں موجود ہے اور تمام مسلمان اس حدیث کو حتی کہ جناب عمر اور ابوبکر بھی صحیح تسلیم کرتے ہیں۔ سابقہ بیان کو جب اس حدیث کے پیرایہ میں دیکھا جاتا ہے تو اس سے بھی حضرت زہراؑ کی عصمت پر دلالت ہو جاتی ہے۔ کیونکہ پیغمبرؐ گناہ اور خطا اور خواہشات نفسانی سے معصوم ہیں

---

[۱] ۔ صحیح بخاری، ج ۲ ص ۳۰۲

آپ اس کام پر غضبناک ہوتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مبغوض ہوتا ہے اور اس چیز سے راضی ہوتے ہیں کہ جس پر اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے اس صورت میں کہا جاسکتا ہے کہ فاطمہؑ معصوم اور گناہ اور خطا کا احتمال ان کے حق میں جائز نہیں۔

ایک اور دلیل جو حضرت زہراؑ کی عصمت کو ثابت کرتی ہے، وہ حدیث ہے جو امام صادقؑ نے نقل فرمائی ہے، آپ فرماتے ہیں کہ آپ کا نام زہرا اس لئے رکھا گیا ہے کہ آپ کے وجود میں شر اور برائی کو کوئی راستہ نہیں ہے۔[۱]

عورت جناب زہراؑ کی نظر میں

علی ابن ابی طالبؑ فرماتے ہیں کہ میں ایک دن ایک جماعت کے ساتھ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا آپ نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ عورت کی مصلحت کس میں ہے؟ آپ کو کوئی صحیح جواب نہ دے سکا، جب اصحاب چلے گئے اور میں بھی گھر گیا تو میں نے پیغمبرؐ کے سوال کو جناب فاطمہؑ کے سامنے پیش کیا۔ جناب فاطمہؑ نے فرمایا کہ میں اس کا جواب جانتی ہوں، عورت کی مصلحت اس میں ہے کہ وہ اجنبی مرد کو نہ دیکھے اور اسے اجنبی مرد نہ دیکھے۔ میں جب جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے عرض کی کہ آپ کے سوال

---

[۱] ۔ کشف الغمہ، ج ۲ ص ۸۹

سے جواب میں جناب فاطمہؑ نے یہ فرمایا ہے۔ پیغمبرؐ نے آپ کے اس جواب سے تعجب کیا اور فرمایا کہ فاطمہؑ میرے جسم کا ٹکڑا ہے[1]

اس میں کوئی شک نہیں کہ دین مقدس اسلام نے عورتوں کی ترقی اور پیشرفت کے لئے بہت بلند قدم اٹھائے ہیں اور ان کے حقوق کو پورا کرنے کے لئے ان کے لئے عادلانہ قوانین اور احکام وضع کئے ہیں، اسلام نے عورت کو علم حاصل کرنے کی آزادی دے رکھی ہے اس کے مال اور کام کو محترم قرار دیا ہے، اجتماعی قوانین وضع کرتے وقت عورتوں کے واقعی منافع اور مصالح کی پوری طرح مراعات کی ہے۔

لیکن یہ بات قابل بحث ہے کہ آیا عورت کی مصلحت اجتماع اور معاشرے میں اجنبی مردوں کے ساتھ مخلوط رہنے میں ہے یا عورت کی مصلحت اس میں ہے کہ وہ بھی مردوں کی طرح عمومی مجالس اور محافل میں بیگانوں کے ساتھ گھل مل کر پھرتی رہے؟ کیا یہ مطلب واقعاً عورتوں کے فائدے میں ہے کہ وہ زینت کرکے بغیر کسی بند و بار کے مردوں کی مجالس میں شریک ہو اور اپنے آپ کو انظار عمومی میں قرار دے؟ کیا یہ عورتوں کے لئے مصلحت ہے کہ وہ بیگانوں کے لئے آنکھ مچولی کرنے کا موقع فراہم کرنے اور مردوں کے لئے امکانات فراہم کرے کہ وہ اس سے دیدنی لذت اور مفت کی لذت حاصل کرتے رہیں؟ کیا یہ عورتوں کی منفعت میں ہے کہ کسی پابندی کو اپنے لئے جائز قرار نہ دیں اور پوری طرح اجنبی مردوں کے ساتھ گھل مل کر رہیں اور آزادانہ طور سے ایک دوسرے کو دیکھیں؟ کیا عورتوں کی مصلحت اسی میں ہے کہ وہ گھر سے اس طرح نکلے کہ

---

[1] ۔ کشف الغمہ، ج ۲، ص ۹۲۔

اس کا تعاقب اجنبی لوگوں کی نگاہیں کر رہی ہوں۔

یا نہ بلکہ عورتوں کی مصلحت معاشرے میں اس میں ہے کہ اپنے آپ کو مستور کرکے سادہ طریقے سے گھر سے باہر آئیں اور اجنبی مردوں کے لئے زینت ظاہر نہ کریں نہ خود بیگانوں کو دیکھیں اور نہ کوئی بیگانہ انہیں دیکھے۔

آیا پہلی کیفیت میں تمام عورتوں کی مصلحت ہے اور وہ ان کے منافع کو بہتر طور پر محفوظ کر سکتی ہے یا دوسری کیفیت میں؟ آیا پہلی کیفیت عورتوں کی روح اور ترقی اور پیشرفت کے بہتر اسباب فراہم کر سکتی ہے یا دوسری کیفیت؟ پیغمبر اسلامؐ نے اس مہم اور اجتماع اور معاشرے کے اساسی مسئلہ کو اپنے اصحاب کے افکار عمومی کے سامنے پیش کیا اور ان کی اس میں رائے طلب کی لیکن اصحاب میں سے کوئی بھی اس کا پسندیدہ جواب نہ دے سکا جب اس کی اطلاع حضرت زہراؑ کو ہوئی تو آپ نے اس مشکل موضوع میں اس طرح اپنا نظریہ بیان کیا کہ عورتوں کی معاشرے میں مصلحت اس میں ہے کہ نہ وہ اجنبی مردوں کو دیکھیں اور نہ اجنبی مرد انہیں دیکھیں۔ وہ زہراؑ جو وحی اور ولایت کے گھر میں تربیت پا چکی تھی اس کا اتنا ٹھوس اور قیمتی جواب دیا اور اجتماعی موضوع میں سے ایک حساس اور مہم موضوع میں اپنے نظریئے اور عقیدے کا اظہار کیا کہ جس سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تعجب کیا اور فرمایا کہ فاطمہؑ میرے جسم کا ٹکڑا ہے۔

اگر انسان اپنے ناپختہ احساسات کو دور رکھ کر غیر جانبدارانہ اس مسئلے میں سوچے اور اس کے نتائج اور عواقب پر خوب غور اور فکر کرے تو اس بات کی تصدیق کرے گا کہ جو جواب جناب فاطمہؑ نے دیا ہے وہ بہترین دستور العمل ہو سکتا ہے جو عورتوں کے منافع کا ضامن ہو۔ اور اس کے مقام اور رتبے کو

معاشرے میں محفوظ کر دے گا کیونکہ اگر عورتیں گھر سے اُس طرح نکلیں اور اجنبیوں کے ساتھ اس طرح میل جول رکھیں کہ مرد ان سے ہر قسم کی تمتعات حاصل کر سکیں اور عورتیں ہر جگہ مردوں کے لئے آنکھ مچولی کے اسباب فراہم کریں تو پھر جوان دیر سے شادی کریں گے اور وہ زندگی اور ازدواج کے زیر بار نہیں ہوں گے، ہر روز لڑکیوں اور عورتوں کی تعداد میں جو بے شوہر ہوں گی اضافہ ہوتا جائے گا اور یہ علاوہ ازیں کہ معاشرے کے لئے مضر ہے اور ماں، باپ کے لئے مشکلات اور محذورات کا موجب ہے خود عام عورتوں کے اجتماع کے لئے بھی موجب ضرر ہوگا، اور اگر عورتیں اپنی خوبصورتی کو تمام نگاہوں کے لئے عام قرار دے دیں اور اجنبیوں میں دلربائی کرتی رہیں تو ایک بہت بڑے گروہ کا دل اپنے ساتھ لئے پھریں گی اور چونکہ مرد محرومیت سے دوچار ہوں گے اور ان تک دست رسی اور وصال بغیر قید اور شرط کے حاصل نہ کر سکیں گے قہراً ان میں نفسیاتی بیماریاں اور ضعف اعصاب اور خودکشی اور زندگی سے مایوسی عام ہو جائے گی۔

اس کا نتیجہ بلا واسطہ خود عورتوں کی طرف لوٹے گا، یہی عام طلعت نگاہ ہے کہ بعض مرد مختلف قسم کے حیلے اور فریب کرتے ہیں اور معصوم اور سادہ لوح لڑکیوں کو دھوکا دیتے ہیں اور ان کی عفت و آبرو کے سرمایہ کو برباد کر دیتے ہیں اور انہیں فساد اور بدبختی اور تباہی کی وادی میں ڈھکیل دیتے ہیں۔

جب شوہر دار عورت دیکھے کہ اس کا شوہر دوسری عورتوں کے ساتھ آتا جاتا ہے، اور عمومی مجالس اور محافل میں ان سے ارتباط رکھتا ہے تو غالباً عورت کی غیرت کی حس اسے اکساتی ہے کہ اس میں بدگمانی اور سوءظن پیدا

ہو جائے اور وہ بات بات پر اعتراض شروع کر دے، بے جہت باصفا اور گرم زندگی کو سرد اور متزلزل بنا کر رکھ دے گی اور نتیجہ، جدائی اور طلاق کی صورت میں ظاہر ہوگا یا ایسی ناگوار حالت میں گھر کے تحت قید خانے میں زندگی گزارتے رہے گا اور قید خانے کی مدت کے خاتمہ کا انتظار کرنے میں زندگی کے دن شمار کرتی رہے گی اور میاں، بیوی دو سپاہیوں کی طرح ایک دوسرے کی مراقبت میں لگے رہیں گے۔

اگر مرد اجنبی عورتوں کو آزادانہ دیکھ سکتا ہو تو قہراً ان میں ایسی عورتیں دیکھ لے گا جو اس کی بیوی سے خوبصورت اور جاذب نظر ہوں گی اور بسا اوقات زبان کے زخم اور سرزنش سے اپنی بیوی کے لئے ناراحتی کے اسباب فراہم کرے گا اور مختلف اعتراضات اور بہانوں سے باصفا اور گرم زندگی کو جلانے والی جہنم میں تبدیل کر دے گا۔

جس مرد کو آزاد فکری سے کسب و کار اور اقتصادی فعالیت میں مشغول ہونا چاہیئے جب آنے جانے میں یا کام کی جگہ نیم عریاں اور آرائش کی ہوئی عورتوں سے ملے گا تو قہراً غریزۂ جنسی سے مغلوب ہو جائے گا اور اپنے دل کو کسی دلربا کے سپرد کر دے گا، ایسا آدمی کبھی آزاد فکری سے کسب و کار میں یا تحصیل علم میں مشغول نہیں ہو سکتا اور اقتصادی فعالیت میں پیچھے رہ جائے گا اس قسم کے ضرر میں خود عورتیں بھی شریک ہوں گی۔ اور یہ ضرر ان پر بھی وارد ہوگا۔

اگر عورت پردہ نشین ہو تو وہ اپنی قدر اور قیمت کو بہتر مرد کے دل میں جاگزیں کر سکتی ہے اور عورتوں کے عمومی منافع کو معاشرے میں حفظ کر سکتی ہے اور اجتماع کے نفع کے لئے قدم اٹھا سکتی ہے۔

اسلام چونکہ عورت کو اجتماع اور معاشرے کا ایک اہم جزو جانتا

ہے اور اس کی رفتار اور سلوک کو معاشرے میں موثر جانتا ہے، لہذا اس سے بڑا وظیفہ طلب کیا گیا ہے کہ وہ پردے کے ذریعہ فساد اور انحراف کے عوامل سے جلوگیری کرے اور ملت کی ترقی اور عمومی صحت اور پیداشت کو برقرار رکھنے میں مدد کرے ۔ اسی لئے اسلام کی نمونہ اور مثالی خاتون نے جو وحی کے گھر کی تربیت یافتہ تھی عورتوں کے معاشرے کے متعلق اس قسم کے عقیدہ کا اظہار کیا ہے کہ عورتوں کی مصلحت اس میں ہے کہ وہ اس طرح سے زندگی بسر کریں کہ نہ انہیں اجنبی مرد دیکھ سکیں اور نہ وہ اجنبی مردوں کو دیکھ سکیں ۔

پیغمبر اسلامؐ نے سنہ ۱۰ ہجری کو تمام مسلمانوں کو حج بجالانے کی دعوت دی اور آپ آخری دفعہ مکہ مشرف ہوئے آپ نے مسلمانوں کو حج کے اعمال اور مراسم بتلائے اور واپسی پر جب آپ غدیر خم پہنچے تو وہاں ٹھہر گئے اور مسلمانوں کو اکٹھا کیا اور اس کے بعد آپ منبر پر تشریف لے گئے اور علی ابن ابیطالبؑ کو اپنا جانشین اور خلیفہ معین فرمایا اس کے بعد مسلمانوں نے حضرت علیؑ کی بیعت کی اور اپنے اپنے شہروں کو واپس چلے گئے اور رسول خداؐ بھی مدینہ واپس لوٹ آئے، آپ سفر کی مراجعت کے بعد مریض ہو گئے آپ کی حالت دگرگوں ہوتی گئی، آپ کے احوال سے معلوم ہو رہا تھا کہ آپ کی وفات کا وقت آگیا ہے۔ کبھی کبھار کسی مناسبت سے اپنے اہل بیت کی سفارش فرمایا کرتے تھے، کبھی جنت البقیع کے قبرستان جاتے اور مردوں کے لئے طلب مغفرت کرتے۔

جناب فاطمہؑ نے حجۃ الوداع کے بعد خواب دیکھا کہ ان کے ہاتھ میں قرآن ہے اور اچانک وہ ان کے ہاتھ سے گرا ــــ اور غائب ہو گیا۔ آپ وحشت زدہ جاگ اٹھیں اور اپنے خواب کو اپنے والد کے سامنے نقل کیا، جناب رسول خداؐ

نے فرمایا میری آنکھوں کی نور، میں وہ قرآن ہوں کہ جس کو تم نے خواب میں دیکھا ہے، انہیں دنوں میں لوگوں کی نگاہوں سے غائب ہو جاؤں گا[۱]۔

آپ پر آہستہ آہستہ بیماری کے آثار ظاہر ہونے لگے۔ آپ نے ایک لشکر جناب اسامہ کی سپہ سالاری میں مرتب کیا اور فرمایا کہ تم روم کی طرف روانہ ہو جاؤ، آپ نے چند آدمیوں کے خصوصیت سے نام لئے اور فرمایا کہ یہ لوگ اس جنگ میں ضرور شریک ہوں آپ کی اس سے غرض یہ تھی کہ مدینہ میں کوئی منافق نہ رہے اور خلافت اعلیٰ کا مسئلہ کسی کی مدافعت اور مخالفت کے بغیر حضرت علیؑ کے حق میں طے ہو جائے۔ رسول خداؐ کی بیماری میں شدت آگئی اور گھر میں صاحب فراش ہو گئے۔ پیغمبرؐ کی بیماری نے جناب فاطمہؑ کو وحشت اور اضطراب میں ڈال دیا، کبھی آپ باپ کے زرد چہرے اور ان کے اڑے ہوئے رنگ کو دیکھتیں اور روتیں اور کبھی باپ کی صحت اور سلامتی کے لئے دعا کرتیں اور کہتیں خدایا میرے والد نے ہزاروں رنج اور مشقت سے اسلام کے درخت کا پودا لگایا ہے اور ابھی ثمر آور ہوا ہی ہے اور فتح و نصرت کے آثار ظاہر ہوئے ہیں۔

مجھے امید ہو گئی تھی کہ میرے والد کے واسطے سے دین اسلام غالب ہو جائے گا اور کفر اور بت پرستی، ظلم اور ستم ختم ہو جائیں گے لیکن صد افسوس کہ میرے باپ کی حالت اچھی نہیں۔ خدایا تجھ سے ان کی شفا اور صحت چاہتی ہوں۔

پیغمبرؐ کی حالت شدید بدتر ہو گئی اور بیماری کی شدت سے بیہوش ہو گئے

۱۔ ریاحین الشریعۃ، ج ۱، ص ۲۳۹۔

جب ہوش میں آئے اور دیکھا جناب ابوبکر اور عمر اور ایک گروہ کہ جن کو اسامہ کے لشکر میں شریک ہونا تھا شریک نہیں ہوئے اور مدینہ میں رہ گئے ہیں آپ نے ان سے فرمایا کہ کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ اسامہ کے لشکر میں شریک ہو جاؤ؟ ہر ایک نے اپنے جواب میں کوئی عذر اور بہانا تراشا، لیکن پیغمبرؐ کو ان کے خطرناک عزائم اور ہدف کا علم ہو چکا تھا اور جانتے تھے کہ یہ حضرات خلافت کے حاصل کرنے کی غرض سے مدینہ میں رہ گئے ہیں۔

اس وقت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کاغذ اور دوات لاؤ تاکہ میں وصیت لکھ دوں حاضرین میں سے بعض نے چاہا کہ آپ کے حکم پر عمل کیا جائے لیکن حضرت عمر نے کہا —— کہ آپ پر بیماری کا غلبہ ہے، ہذیان کہہ رہے ہیں لہذا قلم و قرطاس دینے کی ضرورت نہیں ہے[1]

جناب زہراؑ یہ واقعات دیکھ رہی تھیں آور آپ کا غم اور اندوہ زیادہ ہو رہا تھا اپنے آپ سے کہتی تھیں کہ ابھی سے لوگوں میں اختلاف اور دوروئی کے آثار ظاہر ہونے لگے ہیں —— میرے باپ کے کام اور حکم اللہ کی وحی سے سرچشمہ لیتے ہیں اور آپ ملت کے مصالح اور منافع کو مدنظر رکھتے ہیں پس کیوں لوگ آپ کے فرمان سے روگردانی کرنے لگے ہیں، گویا مستقبل بہت خطرناک نظر آرہا ہے گویا لوگوں نے مصمم ارادہ کرلیا ہے کہ میرے والد کی زحمات کو پائمال کردیں۔

تعجب اور تبسم

پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حالت سخت ہوگئی آپ نے

---

[1] ۔ الکامل فی التاریخ، ج ۲ ص ۲۱۷ و صحیح بخاری، ج ۳ ص ۱۲۵۹

اپنا سر مبارک حضرت علیؑ کے زانو پر رکھا اور بے ہوش ہو گئے، حضرت زہراؑ اپنے باپ کے نازنین چہرے کو دیکھتیں اور رونے لگتیں اور فرماتیں۔ آہ، میرے باپ کی برکت سے رحمت کی بارش ہوا کرتی تھی آپ یتیموں کی خبر لینے والے اور بیواؤں کے لئے پناہ گاہ تھے۔ آپ کے رونے کی آواز پیغمبرؐ کے کانوں تک پہنچی آپ نے آنکھیں کھولیں اور نحیف آواز میں فرمایا بیٹی یہ آیت پڑھو

"وما محمد الّا رسول قد خلت من قبله الرسل

أفائن مات او قتل انقلبتم علیٰ اعقابکم"[2]

موت سے گریز نہیں جیسے سابقہ پیغمبرؑ مر گئے ہیں میں بھی مروں گا کیوں ملت اسلامی میرے بعد کا پیچھا نہیں کرتی اور اس کے ختم کرنے اور لوٹ جانے کا قصد رکھتی ہے۔

اس گفتگو کے سننے سے حضرت زہراؑ کے رونے میں شدت پیدا ہوگئی رسول خدا کی حالت اپنی بیٹی کو روتے اور پریشان دیکھ کر دگرگوں ہوگئی۔ آپ نے انہیں تسلی دینا چاہی مگر کیا آپ کو آسانی سے آرام میں لایا جاسکتا تھا؟ اچانک آپ کی فکر میں ایک چیز آئی، جناب فاطمہؑ سے فرمایا میرے پاس آؤ جب جناب فاطمہؑ اپنا چہرہ اپنے باپ کے نزدیک لے گئیں تو آپ نے جناب فاطمہؑ کے کان میں کچھ کہا۔ حاضرین نے دیکھا کہ جناب فاطمہؑ کا چہرہ روشن ہوگیا اور آپ مسکرانے لگیں، اس بے جا ہنسی اور تبسم پر حاضرین نے تعجب کیا تبسم کی علت آپ سے دریافت کی تو آپ نے فرمایا کہ جب تک میرے باپ

---

[2] ۔ سورہ آل عمران آیت ۱۴۴۔

زندہ ہیں میں یہ راز فاش نہیں کر دوں گی آپ نے آن جناب کے فوت ہونے کے بعد اس راز سے پردہ اٹھایا اور فرمایا کہ میرے باپ نے میرے کان میں یہ فرمایا تھا کہ فاطمہؑ تمہاری موت نزدیک ہے تو پہلی فرد ہوگی جو مجھ سے ملحق ہوگی[1]

انسؓ نے کہا ہے کہ اس زمانے میں جب پیغمبرؐ بیمار تھے جناب فاطمہؑ نے امام حسنؑ اور امام حسینؑ کا ہاتھ پکڑا اور باپ کے گھر آئیں اپنے آپ کو پیغمبرؐ کے جسم مبارک پر گرا دیا اور پیغمبرؐ کے سینے سے لگ کر رونے لگیں۔ پیغمبرؐ نے فرمایا۔ فاطمہؑ رو مت، میری موت پر منہ پر طمانچے نہ مارنا، بالوں کو پریشان نہ کرنا، میرے لئے رونے اور نوحہ سرائی کی مجلس منعقد کرنا اس کے بعد پیغمبر خداؐ کے آنسو جاری ہو گئے اور فرمایا اے میرے خدا میں اپنے اہلبیت کو تیرے اور مومنین کے سپرد کرتا ہوں[2]

راز کی پرسش

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام فرماتے ہے کہ پیغمبرؐ نے اپنی زندگی کی آخری رات حضرات علی، فاطمہ، حسن اور حسین علیہم السلام کی دعوت کی اور گھر کا دروازہ بند کر دیا اور انہیں کے ساتھ تنہائی میں رہے جناب فاطمہؑ کو اپنے پاس بلایا اور کافی وقت تک آپ کے کان میں کچھ فرماتے رہے چونکہ آپ کی

۱۔ الکامل فی التاریخ، ج ۲ ص ۲۱۹ و بحار الانوار، ج ۲۲ ص ۴۷۵۔ ارشاد مفید، ص ۸۹
طبقات ابن سعد، ج ۲ قسمت دوم ص ۳۹، ۴۰۔ صحیح مسلم، ج ۲ ص ۱۹۵۔

۲۔ بحار الانوار، ج ۲۲ ص ۴۶۰۔

گفتگو طویل ہو گئی تھی اس لئے حضرت علیؑ اور حضرت حسنؑ اور حضرت حسینؑ وہاں سے چلے آئے تھے اور دروازے پر آ کھڑے ہوئے تھے اور لوگ دروازے کے پیچھے کھڑے ہوئے تھے۔ پیغمبرؐ کی ازواج حضرت علیؑ کو دیکھ رہی تھیں۔ جناب عائشہ نے حضرت علیؑ سے کہا کہ کیوں پیغمبرؐ نے آپ کو اس وقت وہاں سے باہر نکال دیا ہے اور فاطمہؑ کے ساتھ تنہائی میں ہیں آپ نے جواب دیا میں جانتا ہوں کس غرض کے لئے اپنی بیٹی سے خلوت فرمائی ہے اور کون سے راز انہیں بتلا رہے ہیں؟ تمہارے والد اور ان کے ساتھیوں کے کاموں کے متعلق گفتگو فرما رہے ہیں۔ جناب عائشہ ساکت ہو گئیں۔

حضرت علیؑ نے فرمایا بہت زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ جناب فاطمہؑ نے مجھے بلایا جب میں اندر گیا تو دیکھا کہ پیغمبرؐ کی حالت خطرناک ہے تو میں اپنے آنسوؤں پر قابو نہ رکھ سکا۔ جناب پیغمبرؐ نے فرمایا یا علیؑ کیوں روتے ہو فراق اور جدائی کا وقت آپہنچا ہے تمہیں خدا کے سپرد کرتا ہوں اور پروردگار کی طرف جا رہا ہوں میرا غم اور اندوہ تمہارے اور زہراؑ کے واسطے ہے اس لئے کہ لوگوں نے ارادہ کر لیا ہے کہ تمہارے حقوق کو پائمال کریں اور تم پر ظلم ڈھائیں، تمہیں خدا کے سپرد کرتا ہوں خدا میری امانت قبول فرمائے گا۔

یا علیؑ چند ایک اسرار میں نے فاطمہؑ کو بتلائے ہیں وہ تمہیں بتلائیں گی میرے دستورات پر عمل کرنا اور یہ جان لو کہ فاطمہؑ سچی ہے اس کے بعد پیغمبرؐ نے جناب فاطمہؑ کو بغل میں لیا آپ کے سر کا بوسہ لیا اور فرمایا، بیٹی فاطمہؑ تیرا باپ قربان جائے اس وقت زہراؑ کے رونے کی صدا بلند ہو گئی۔ پیغمبرؐ نے فرمایا خدا ظالموں سے تمہارا انتقام لے گا۔ وای ہو ظالموں پر۔ اس کے بعد آپ نے رونا شروع کر دیا۔

حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ پیغمبرؐ کے آنسو بارش کی طرح جاری تھے آپ کی ریش مبارک تر ہو گئی اور آپ اس حالت میں فاطمہؑ سے جدا نہ ہوئے تھے۔ اور آپ نے سر مبارک میرے سینے پر رکھے ہوئے تھے اور حسنؑ و حسینؑ آپ کے پاؤں کا بوسہ لے رہے تھے اور چیخ چیخ کر رو رہے تھے، میں ملائکہ کے رونے کی آوازیں سن رہا تھا۔ یقیناً اس قسم کے اہم موقع پر جناب جبرئیل نے بھی آپ کو تنہا نہیں چھوڑا ہوگا۔ جناب فاطمہؑ اس طرح رو رہی تھیں کہ زمین اور آسمان آپ کے لئے گریہ کر رہے تھے پیغمبرؐ نے اس کے بعد فرمایا بیٹی فاطمہؑ، خدا تمہارا میری جگہ خلیفہ ہے اور وہ بہترین خلیفہ ہے۔ عزیزم مت رو کیونکہ تمہارے رونے سے عرش خدا اور ملائکہ اور زمین اور آسمان گریاکناں ہیں۔ خدا کی قسم، جب تک میں بہشت میں داخل نہ ہوں گا کوئی بھی بہشت میں داخل نہ ہوگا اور تم پہلی شخصیت ہوگی جو میرے بعد بہترین لباس کے ساتھ بہشت میں داخل ہوگی اللہ تعالیٰ کی تکریم تمہیں مبارک ہو، خدا کی قسم تم بہشتی عورتوں میں سے بزرگ ہو۔ خدا کی قسم دوزخ اس طرح فریاد کرے گی کہ جس کی آواز سے ملائکہ اور انبیاء آواز دیں گے، پروردگار کی طرف سے خطاب ہوگا کہ چپ ہو جاؤ، جب تک فاطمہؑ جناب محمدؐ کی دختر بہشت کی طرف جا رہی ہے، بخدا یہ اس حالت میں ہوگا کہ حسنؑ تیرے دائیں جانب چل رہے ہوں گے اور حسینؑ بائیں جانب اور تم بہشت میں داخل ہوگی، بہشت کے اوپر والے طبقے سے محشر کا نظارہ کرو گی، جب کہ محمدؐ کا پرچم حضرت علیؑ کے ہاتھ میں ہوگا۔ خدا کی قسم اس وقت اللہ تعالیٰ تمہارے حق کا دشمنوں سے مطالبہ کرے گا اس وقت جن لوگوں نے تمہارا حق غصب کیا ہوگا اور تمہاری دوستی کو چھوڑ دیا ہوگا پشیمان ہوں گے میں جتنا بھی کہتا رہوں گا خدا یا میری امت

کی داد کو پہنچو، میرے جواب میں کہا جائے گا تمہارے بعد انہوں نے دستورات اور قوانین کو تبدیل کیا ہے اس لئے وہ دوزخ کے مستحق ٹھہرے ہیں[1]

فاطمہؑ باپ کے بعد

اس حالت میں کہ پیغمبرؐ کا سر مبارک حضرت علیؑ کے زانو پر تھا اور جناب فاطمہؑ اور حسنؑ و حسینؑ، پیغمبرؐ کے نازنین چہرے کو دیکھ رہے تھے اور رو رہے تھے کہ آپ کی حق بین آنکھ بند ہو گئی اور حق گو زبان خاموش ہو گئی اور آپ کی روح عالم ابدی کی طرف پرواز کر گئی، پیغمبرؐ کی اچانک اور غیر منتظرہ موت سے جہان کا غم اور اندوہ حضرت فاطمہؑ پر آپڑا وہ فاطمہؑ کہ جس نے اپنی عمر غم اور غصہ اور گرفتاری میں کاٹی تھی صرف ایک چیز سے دل خوش تھیں اور وہ تھا ان کے والد کا وجود مبارک۔ اس جانگداز حادثہ کے پیش آنے سے آپ کی امیدوں اور آرزوؤں کا محل یکدم زمین پر آگرا۔

اسی حالت میں آپ باپ کی کمر شکن موت میں گریہ وزاری اور نوحہ سرائی کر رہی تھیں، اور حضرت علیؑ آپ کے دفن کے مقدمات کفن اور دفن میں مشغول تھے اچانک یہ خبر ملی کہ مسلمانوں کے ایک گروہ نے سقیفہ بنی ساعدہ میں اجتماع کیا ہے تاکہ پیغمبرؐ کے جانشین کو مقرر کریں زیادہ وقت نہیں گزرا تھا کہ دوسری خبر آملی کہ انہوں نے جناب ابوبکر کو پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جانشین اور خلیفہ منتخب کر لیا ہے۔

گریہ و بکا اور غم و غصہ کے اس بحرانی وقت میں اتنی بڑی خبر نے حضرت فاطمہؑ

---

[1] - بحار الانوار، ج ۲۲ ص ۴۹۰۔

اور حضرت علیؑ کے مغز کو تکان دی اور ان کے تھکے ماندے اعصاب کو دوبارہ کوٹ کر رکھ دیا۔ سبحان اللہ۔ کیا میرے باپ نے حضرت علیؑ کو اپنا جانشین اور خلیفہ مقرر نہیں کیا؟ کیا دعوت ذوالعشیرہ سے لے کر زندگی کے آخری لمحات تک کئی مرتبہ حضرت علیؑ کی خدمت کی سفارش نہیں کرتے رہے؟ کیا چند مہینہ پہلے ایک بہت بڑے اجتماع میں غدیر خم کے مقام پر انہیں خلیفہ معین نہیں فرمایا تھا؟ کیا میرے شوہر علیؑ کے جہاد اور فداکاری کا انکار کیا جا سکتا ہے؟ کیا علیؑ کی علمی منزلت کا کوئی شخص انکار کر سکتا ہے؟ مگر میرے باپ نے علیؑ کو بچپن سے اپنی تربیت اور تعلیم میں نہیں رکھا تھا؟ خدایا اسلام کا انجام کیا ہوگا؟ اسلام کو ایسے رہبر کی ضرورت ہے جو مقام عصمت پر فائز ہو اور لغزش اور انحراف سے دوچار نہ ہو۔ آہ۔ مسلمان کس خطرناک راستے پر چل پڑے ہیں؟

اے میرے خدا میرے باپ نے اسلام کے لئے کتنی زحمت برداشت کی ہے، میرے شوہر نے کتنی فداکاری اور قربانی دی ہے، میدان جنگ میں سخت ترین اور خطرناک ترین حالت میں اپنی جان کو خطرے میں نہیں ڈالا؟ میں ان کے زخمی بدن اور خون آلودہ لباس سے باخبر ہوں۔ خدایا ہم نے کتنی مصیبتیں اور زحمات دیکھی ہیں۔ فاقہ کاٹے ہیں وطن سے بے وطن ہوئے۔ یہ سب کچھ توحید اور خداپرستی کے لئے تھا، مظلوموں کے دفاع کے لئے تھا اور ظالموں کے ظلم کا مبارزہ اور مقابلہ تھا۔ مگر ان مسلمانوں کو علم نہیں کہ اگر علیؑ مسلمانوں کا خلیفہ ہو تو وہ اپنی عصمت اور علوم کے مقام سے جو انہیں میرے باپ کے ورثہ میں ملے ہیں مسلمانوں کے اجتماع اور معاشرے کی بہترین طریقے سے رہبری کرے گا اور میرے باپ کے مقدس ہدف اور غرض کو آگے بڑھائے گا اور جو اسلام کو سعادت اور کمال کی

کی طرف لے جائے گا۔

جی ہاں! یہ اور اس قسم کے دوسرے افکار جناب زہراؑ کے ذہن اور اعصاب پر فشار وارد کرتے تھے اور اس بہادر اور شجاع بی بی کے صبر اور تحمل کی طاقت کو ختم کر دیا تھا۔

حضرت زہراؑ کے تین مبارزے

اگر ہم سقیفہ کی طولانی اور وسیع کہانی اور جناب ابوبکر کے انتخاب کے بارے میں بحث شروع کر دیں تو ہم اصل مطلب سے ہٹ جائیں گے اور بات بہت طویل ہو جائے گی، لیکن مختصر روداد یوں ہے کہ جب حضرت علیؑ اور فاطمہؑ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دفن اور کفن سے فارغ ہو گئے تو وہ ایک تمام شدہ کام کے روبرو ہوئے انہوں نے دیکھا کہ جناب ابوبکر خلافت کے لئے منصوب کئے جا چکے ہیں اور مسلمانوں کے ایک گروہ نے ان کی بیعت بھی کر لی ہے۔

اس حالت میں حضرت علی علیہ السلام کے لئے ان طریقوں میں سے کوئی ایک طریقہ اختیار کرنا چاہیئے تھا۔

پہلا: یہ کہ حضرت علیؑ ایک سخت قدم اٹھائیں اور رسماً جناب ابوبکر کی حکومت کے خلاف اقدام کریں اور لوگوں کو ان کے خلاف بھڑکائیں اور برانگیختہ کریں۔

دوسرا: جب وہ دیکھ چکے کہ کام ختم ہو چکا ہے تو اپنے شخصی مفاد اور مستقبل کی زندگی کے لئے جناب ابوبکر کی بیعت کر لیں اس صورت میں آپ کے شخصی منافع

بھی محفوظ ہو جائیں گے اور حکومت کے نزدیک قابل احترام میں قرار پائیں گے۔ لیکن دونوں طریقوں میں سے کوئی بھی طریقہ حضرت علی کے لئے ممکن نہ تھا کیونکہ اگر چاہتے کہ کھلم کھلا حکومت سے ٹکر لیں اور میدان مبارزہ میں وارد ہو جائیں تو ان کا یہ اقدام اسلام کے لئے ضرر رساں ہوتا اور اسلام کے وہ دشمن جو کمین گاہ میں بیٹھے ہوئے تھے موقع سے فائدہ اٹھاتے اور ممکن تھا کہ اسلام جو ابھی جوان ہوا ہے کلی طور پر ختم کر دیا جاتا اسی لئے حضرت علیؑ نے اسلام کے اعلیٰ اور ارفع منافع کو ترجیح دی اور سخت کاروائی کرنے سے گریز کیا۔

آپ کے دوسرے طریقے پر عمل کرنے میں بھی مصلحت نہ تھی کیونکہ جانتے تھے کہ اگر ابتدا ہی سے جناب ابوبکر کی بیعت کر لیں تو اس کی وجہ سے لوگوں اور جناب ابوبکر کی کاروائی جو انجام پا چکی تھی اس کی تائید ہو جائے گی اور پیغمبرؐ کی خلافت اور امامت کا مسئلہ اپنے حقیقی محور سے منحرف ہو جائے اور پیغمبرؐ اور ان کی اپنی تمام ترزحمات اور فداکاریاں بالکل ختم ہو کر رہ جائیں گی۔ اس کے علاوہ جو کام بھی جناب ابوبکر اور عمر اپنے دور خلافت میں انجام دیں گے وہ پیغمبرؐ اور دین کے حساب میں شمار کئے جائیں گے حالانکہ وہ دونوں معصوم نہیں ہیں اور ان سے خلاف شرع اعمال کا صادر ہونا بعید نہیں۔

تیسرا: جب آپ نے پہلے اور دوسرے طریقے میں مصلحت نہ دیکھی تو سوائے ایک معتدل روش کے انتخاب کے اور کوئی چارہ کار نہ تھا۔ حضرت علیؑ اور فاطمہؑ نے ارادہ کیا کہ ایک وسیع اور عاقلانہ مبارزہ اور اقدام کیا جائے تاکہ اسلام کو ختم ہونے اور متغیر ہونے سے نجات دلا سکیں گرچہ اس عاقلانہ اقدام کا نتیجہ مستقبل بعید میں ہی ظاہر ہوگا آپ کے اس اقدام اور مبارزے کو تین مرحلوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے

پہلا مرحلہ:

حضرت علیؑ اور جناب فاطمہؑ امام حسنؑ اور امام حسینؑ کا ہاتھ پکڑتے اور رات کے وقت مدینہ کے بڑے لوگوں کے گھر جاتے اور انہیں اپنی مدد کے لئے دعوت دیتے۔ پیغمبر اکرمؐ کے وصایا اور سفارشات کا تذکرہ کرتے[1]

جناب فاطمہؑ فرماتیں، لوگو! کیا میرے باپ نے حضرت علیؑ کو خلافت کے لئے معین نہیں فرمایا؟ کیا ان کی فداکاریوں کو فراموش کر گئے ہو؟ اگر میرے والد کے دستورات پر عمل کرو اور علیؑ کو رہبری کے لئے معین کر دو تو تم میرے والد کے ہدف پر عمل کرو گے اور وہ تمہیں اچھی طرح ہدایت کریں گے۔ لوگو! مگر میرے باپ نے نہیں فرمایا تھا کہ میں تم سے رخصت ہو رہا ہوں لیکن دو چیزیں تمہارے درمیان چھوڑے جا رہا ہوں اگر ان سے تمسک رکھو گے تو ہرگز گمراہ نہ ہو گے، ایک اللہ کی کتاب دوسرے میرے اہلبیتؑ۔ لوگو! کیا یہ مناسب ہے کہ ہمیں تنہا چھوڑ دو اور ہماری مدد سے ہاتھ کھینچ لو

حضرت علیؑ اور فاطمہؑ مختلف طریقوں سے مسلمانوں کو اپنی مدد کے لئے دعوت دیتے تھے کہ شاید وہ اپنے کرتوت پر پشیمان ہو جائیں اور خلافت کو اس کے اصلی مرکز طرف لوٹا دیں۔

اس روئیے سے بہت تھوڑا گروہ اس تبلیغ سے متاثر ہوا اور مدد کرنے کا وعدہ کیا، لیکن ان تھوڑے سے آدمیوں نے بھی اپنے وعدہ پر عمل نہیں کیا

---

[1] - الامامۃ والسیاستہ، ج ۱ ص ۱۲۔

اور انہوں نے حکومت کی مخالفت کی جرأت نہیں کی۔

حضرت علیؑ اور فاطمہؑ بغیر شور و غل اور تظاہر کے جناب ابوبکر ـــ سے اپنی مخالفت ظاہر کرتے تھے اور انہوں نے ملت اسلامی کو ایک حد تک بیدار بھی کیا اور اسی رویے سے مسلمانوں کا ایک گروہ باطنی طور سے ان کا ہم عقیدہ ہو گیا۔ لیکن صرف یہی نتیجہ معتدل اقدام سے برآمد ہوا اور اس سے زیادہ کوئی اور نتیجہ نہ نکل سکا۔

دوسرا مرحلہ:

حضرت علیؑ نے مصمم ارادہ کر لیا کہ وہ جناب ابوبکر کی بیعت نہیں کریں گے تاکہ اس رویہ سے جناب ابوبکر کی انتخابی حکومت سے اپنی مخالفت ظاہر کر سکیں اور عملی طور سے تمام جہان کو سمجھا دیں کہ علیؑ ابن ابیطالب اور ان کا خاندان جو پیغمبر اسلام کے نزدیکی ہیں جناب ابوبکر کی خلافت سے ناراض ہیں تو معلوم ہو جائے گا کہ اس خلافت کی بنیاد اسلام کے مذاق کے خلاف ہے، حضرت زہرا نے بھی حضرت علی کے اس نظریئے کی تائید کی اور ارادہ کر لیا کہ احتمالی خطرات اور حوادث کے ظاہر ہونے میں اپنے شوہر کی حتمی مدد کریں گی اور عملی لحاظ سے جہان کو سمجھائیں گی کہ میں پیغمبر اسلام کی دختر جناب ابوبکر کی خلافت کے موافق نہیں ہوں، لہذا حضرت علیؑ اس غرض کی تکمیل کے لئے گھر میں گوشہ نشین ہو گئے اور قرآن مجید کے جمع کرنے میں مشغول ہو گئے اور یہ ایک قسم کا منفی مبارزہ تھا جو آپ نے شروع کیا تھا۔

چند دن اسی حالت میں گزر گئے، ایک دن جناب عمر نے حضرت ابوبکر سے اظہار کیا کہ تمام لوگوں نے سوائے علیؑ اور ان کے رشتہ داروں کے تمہاری

بیعت کر لی ہے، لیکن تمہاری حکومت کا استحکام بغیر علیؑ کی بیعت کے ممکن نہیں ہے، علیؑ کو حاضر کیا جائے اور انہیں بیعت پر مجبور کیا جائے، حضرت ابوبکر نے جناب عمر کی اس رائے کو پسند کیا اور قنفذ سے کہا کہ علیؑ کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ رسولؐ کے خلیفہ چاہتے ہیں کہ تم بیعت کے لئے مسجد میں حاضر ہو جاؤ۔

قنفذ کئی بار حضرت علیؑ کے پاس آئے اور گئے لیکن حضرت علیؑ نے جناب ابوبکر کے پاس آنے سے انکار کر دیا۔ جناب عمر خشمناک ہوئے اور خالد بن ولید اور قنفذ اور ایک گروہ کے ساتھ حضرت زہراؑ کے گھر کی طرف روانہ ہوئے دروازہ کھٹکھٹایا اور کہا یا علیؑ دروازہ کھولو۔ فاطمہؑ سر پر پٹی باندھے اور بیماری کی حالت میں دروازے کے پیچھے آئیں اور فرمایا۔ اے عمر ہم سے تمہیں کیا کام ہے؟ تم ہمیں اپنی حالت پر کیوں نہیں رہنے دیتے؟ جناب عمر نے زور سے آواز دی کہ دروازہ کھولو ورنہ گھر میں آگ لگا دوں گا[1]

جناب فاطمہؑ نے فرمایا اے عمر خدا سے نہیں ڈرتے، میرے گھر میں داخل ہونا چاہتے ہو؟ آپ کی گفتگو سے عمر اپنے ارادے سے منحرف نہ ہوئے، جب جناب عمر نے دیکھا کہ دروازہ نہیں کھولتے تو حکم دیا کہ لکڑیاں لے آؤ تاکہ میں گھر کو آگ لگا دوں[2]

دروازہ کھل گیا جناب عمر نے گھر کے اندر داخل ہونا چاہا حضرت زہراؑ

---

[1] ـ شرح ابن ابی الحدید، ج ۲ ص ۵۶ اور ج ۱ ص ۴۵۔

[2] ـ اثبات الوصیۃ، ص ۱۱۶۔ بحار الانوار، ج ۲۸ ص ۱۹۷۔ الامامۃ والسیاسۃ، ج ۱ ص ۱۲۔

نے جب دروازہ کھلا دیکھا اور خطرے کو نزدیک پایا تو مردانہ وار جناب عمر کے سامنے آکر مانع ہوئیں [1]۔

لہ۔ سنی شیعہ تاریخ اور مدارک اس پر متفق ہیں کہ جناب ابوبکر کے سپاہیوں نے حضرت زہراؑ کے گھر پر حملہ کر دیا اور جناب عمر نے لکڑیاں طلب کی اور گھر والوں کو گھر جلا دینے کی دھمکی دی بلکہ یہاں تک لکھا ہے کہ جناب عمر سے کہا گیا کہ اس گھر میں فاطمہؑ موجود ہیں آپ نے جواب دیا کہ اگر بیعت کے لئے حاضر نہ ہوں گے تو میں اس گھر کو آگ لگا دوں گا اگرچہ اس میں فاطمہؑ ہی موجود ہوں۔ جیسے کہ یہ مطلب ابوالفداء، ابن ابی الحدید، ابن قتیبہ نے امامہ والسیاسہ میں، انساب الاشرف یعقوبی اور دوسروں نے گھر پر حملہ کرنے اور جلانے کی دھمکی کو تحریر کیا ہے، خود حضرت ابوبکر نے اپنی موت کے وقت حضرت زہراؑ کے گھر پر حملے پر ندامت کا اظہار کیا ہے۔ چنانچہ ابن ابی الحدید جلد ۲ ص ۴۶ پر اور ج ۱۳ ص ۱۹۲ پر لکھتے ہیں کہ جس وقت جناب زینب پیغمبرؐ کی لڑکی مکہ سے مدینہ آرہی تھیں تو راستے میں دشمنوں نے ان پر حملہ کر دیا اور ھبار بن الاسود نے آپ کے کجاوے پر حملہ کر دیا اور نیزے سے آپ کو تہدید کی اس وجہ سے جناب زینب کا بچہ ساقط ہو گیا، رسول اللہؐ اس مطلب سے اس قدر ناراحت ہوئے کہ آپ نے فتح مکہ کے دن ھبار کے خون کو مباح قرار دے دیا۔ اس کے بعد ابن ابی الحدید لکھتا ہے کہ میں نے یہ واقعہ نقیب ابی جعفر کے سامنے پڑھا تو اس نے کہا کہ جب رسول خداؐ نے ھبار کے خون مباح کر دیا تھا تو معلوم ←

لہ۔ ضعیف روایات کی بناء پر مؤلف نے حاشیہ لگایا ہے ورنہ رسولؐ کی بیٹی فقط جناب فاطمہؑ ہیں ان کے علاوہ کوئی بیٹی تاریخ سے اگر ثابت ہے تو ضعیف روایات کی رو سے۔

اور بہ آواز بلند گریہ و بکا اور شیون کرنا شروع کر دیا تاکہ لوگ خواب غفلت سے بیدار ہو جائیں اور حضرت علیؑ کا دفاع کریں۔ زہراؑ کے استغاثے اور گریہ و بکا نے صرف ان لوگوں پر اثر نہیں کیا بلکہ انہوں نے تلوار کا دستہ آپ کے پہلو پر مارا اور تازیانے سے آپ کے بازو کو بھی سیاہ کر دیا تاکہ آپ اپنا ہاتھ علیؑ کے ہاتھ سے ہٹا لیں [1]۔

آخر الامر حضرت علیؑ کو گرفتار کر لیا گیا اور آپ کو مسجد کی طرف لے گئے جناب زہراؑ علیؑ کی جان کو خطرے میں دیکھ رہی تھیں، مردانہ وار اٹھیں اور حضرت علیؑ کے دامن کو مضبوطی سے پکڑ لیا اور کہا کہ میں اپنے شوہر کو نہ جانے دوں گی۔ قنفذ نے دیکھا کہ زہراؑ اپنے ہاتھ سے علیؑ کو نہیں چھوڑتیں تو اس نے اتنے تازیانے آپ کے ہاتھ پر مارے کہ آپ کا بازو ورم کر گیا [2]۔

حضرت زہرا سلام اللہ علیہا اس جمیعت میں دیوار اور دروازے کے درمیان ہو گئیں اور آپ پر دروازے کے ذریعہ اتنا زور پڑا کہ آپ کے پہلو کی ہڈی ٹوٹ گئی اور وہ بچہ جو آپ کے شکم مبارک

← ہوتا ہے کہ رسول خداؐ زندہ ہوتے تو اس شخص کے خون کو جس نے فاطمہؑ کو تہدید کی تھی کہ جس سے فاطمہؑ کا بچہ ساقط ہو گیا تھا مباح کر دیتے۔

اہلسنت کی کتابیں تہدید کے بعد کے واقعات کے بیان کرنے میں ساکت ہیں، لیکن شیعوں کی تواریخ اور احادیث نے بیان کیا ہے کہ بالآخر آپ کے گھر کے دروازے کو آگ لگا دی گئی اور پیغمبرؐ کی دختر کو اتنا زدوکوب کیا گیا کہ بچہ ساقط ہو گیا ''مؤلف''

لہ۔ بحار الانوار ج ۴۳ ص ۱۹۷۔

ٹہ۔ بحار الانوار ج ۴۳ ص ۱۹۸۔

میں تھا ساقط ہو گیا[1]

حضرت علیؑ کو پکڑا اور مسجد کی طرف لے گئے۔ جب جناب فاطمہؑ نے دیکھا کہ علیؑ کو مسجد لے گئے ہیں فوراً اپنی جگہ سے اٹھیں چونکہ حضرت علیؑ کی جان کو خطرے میں دیکھ رہی تھیں اور ان کا دفاع کرنا چاہتی تھیں لہٰذا نحیف جسم پہلو شکستہ کے باوجود گھر سے باہر نکلیں اور بنی ہاشم کی مستورات کے ساتھ مسجد کی طرف روانہ ہو گئیں دیکھا کہ علیؑ کو پکڑے ہوئے ہیں آپ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئیں اور فرمایا میرے چچازاد سے ہاتھ اٹھا لو ورنہ خدا کی قسم اپنے سر کے بال پریشان کر دوں گی اور پیغمبر اسلام کا پیراہن سر پر رکھ کر اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں نالہ کروں گی اور تم پر نفرین اور بددعا کروں گی۔ اس کے بعد جناب ابوبکر کی طرف متوجہ ہوئیں اور فرمایا کیا تم نے میرے شوہر کو قتل کرنے کا ارادہ کر لیا ہے اور میرے بچوں کو یتیم کرنا چاہتے ہو اگر تم نے انہیں نہ چھوڑا تو اپنے بال پریشان کر دوں گی اور پیغمبرؐ کی قبر پر اللہ کی درگاہ میں استغاثہ کروں گی یہ کہا اور جناب حسنؑ اور جناب حسینؑ کا ہاتھ پکڑا اور رسول خداؐ کی قبر کی طرف روانہ ہو گئیں آپ نے ارادہ کر لیا تھا کہ اس جمعیت پر نفرین کریں اور اپنے دل ہلا دینے والے گریہ سے حکومت کو الٹ کر رکھ دیں۔

حضرت علیؑ نے دیکھا کہ وضع بہت خطرناک ہے اور کسی صورت میں ممکن نہیں کہ حضرت زہراؑ کو اپنے ارادے سے روکا جائے تو آپ نے سلمان فارسی سے فرمایا کہ پیغمبرؐ کی دختر کے پاس جاؤ اور انہیں بددعا کرنے سے منع کر دو۔

---

[1] بحارالانوار، ج ۴۳ ص ۱۹۷۔

جناب سلمان جناب زہراؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی اے پیغمبرؐ کی دختر آپ کے والد دنیا کے لئے رحمت تھے آپ ان پر نفرین نہ کیجئے۔

جناب زہراؑ نے فرمایا۔ اے سلمان مجھے چھوڑ دو میں ان متجاوزین سے دادخواہی کروں۔ سلمان نے عرض کیا کہ مجھے حضرت علیؑ نے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے اور حکم دیا ہے کہ آپ اپنے گھر لوٹ جائیں۔ جب حضرت زہراؑ نے حضرت علیؑ کا حکم دریافت کیا تو آپ نے کہا جب انہوں نے حکم دیا ہے تو میں اپنے گھر لوٹ جاتی ہوں اور صبر کا آغاز کروں گی۔ ایک اور روایت میں آیا ہے کہ آپ نے حضرت علیؑ کا ہاتھ پکڑا اور گھر لوٹ آئیں [illegible]۔

مختصر مبارزہ

حضرت زہراؑ کے زمانۂ جہاد اور مبارزہ کی مدت گرچہ تھوڑی اور آپ کی حیات کا زمانہ بہت ہی مختصر تھا لیکن آپ کی حیات بعض جہات سے بہت اہم اور قابل توجہ تھی۔

پہلے: جب حضرت زہراؑ نے دیکھا کہ حکومت کے حامیوں نے حضرت علیؑ کو گرفتار کرنے کے لئے ان کے گھر کا محاصرہ کر لیا ہے تو آپ عام عورتوں کی روش سے ہٹ کر جو معمولاً ایسے مواقع میں کنارہ گیری کر لیتی ہیں گھر کے دروازے کے پیچھے آگئیں اور استقامت کا مظاہرہ کیا۔

دوسرے: جب دروازہ کھول لیا گیا تب بھی جناب فاطمہؑ وہاں سے نہ ہٹیں

---

[1] بحارالانوار، ج ۲۸ ص ۲۲۷ و روضہ کافی، ص ۱۹۹۔

بلکہ اپنے آپ کو میدان کارزار میں برقرار رکھا اور دشمن کے مقابلے میں ڈٹ گئیں اتنی مضبوطی سے کھڑی رہیں کہ تلوار کے نیام سے آپ کے پہلو کو مارا گیا اور تازیانے سے آپ کے بازو سیاہ کر دیئے گئے۔

تیسرے جب علیؑ گرفتار کر لئے گئے اور چاہتے تھے کہ آپ کو وہاں سے لے جائیں تب بھی آپ میدان میں آگئیں اور علیؑ کے دامن کو پکڑ لیا اور وہاں سے لے جانے میں مانع ہوئیں اور جب تک آپ کا بازو تازیانے سے سیاہ نہ کر دیا گیا آپ نے اپنے ہاتھ سے دامن نہ چھوڑا۔

چوتھے: جناب فاطمہؑ نے اپنا آخری مورچہ گھر کو بنایا اور گھر میں آکر علیؑ کو باہر لے جانے سے ممانعت کی، اس مورچہ میں اتنی پائیداری سے کام لیا کہ دروازے اور دیوار کے درمیان آپ کا پہلو ٹوٹ گیا اور بچہ ساقط ہو گیا۔

اس مرحلہ کے بعد آپ نے سوچا کہ چونکہ میرا یہ مبارزہ گھر کے اندر واقع ہوا ہے شاید اس کی خبر باہر نہ ہوئی ہو لہذا ضروری ہو گیا ہے کہ مجمع عام میں علیؑ کا دفاع کرنا چاہئے اس غرض کے لئے آپ گھر سے باہر آئیں اور گریہ و بکا اور آہ و زاری شروع کر دی اور جب تمام طریقوں سے ناامید ہو گئیں تو مصمم ارادہ کر لیا کہ ان لوگوں پر نفرین اور بد دعا کریں، لیکن حضرت علیؑ کے پیغام پہنچنے پر ہی آپ کے حکم کی اطاعت کی اور واپس گھر لوٹ آئیں۔

جی ہاں! حضرت زہراؑ نے مصمم ارادہ کر لیا تھا کہ آخری لحظہ اور قدرت تک علیؑ سے دفاع کرتی رہیں گی اور یہ سوچا تھا کہ جب میدان مبارزہ میں وارد ہو گئی ہوں تو مجھے اس سے کامیاب اور فتحیاب ہو کر نکلنا ہو گا اور حضرت علیؑ کو بیعت کے لئے لے جانے میں ممانعت کرنی ہو گی، اس طرح عمل کر کے

اپنے شوہر کے نظریئے اور عمل اور رفتار کی تائید کر دوں گی اور جناب ابوبکر کی خلافت سے اپنی ناراضگی کا اظہار کر دوں گی اور اگر مجھے مارا پیٹا گیا تب بھی شکستہ پہلو اور سیاہ شدہ بازو اور ساقط شدہ بچے کے باوجود جناب ابوبکر کی خلافت کو بدنام اور رسوا کر دوں گی اور اپنے عمل سے جہان کو سمجھاؤں گی کہ حق کی حکومت سے روگردانی کا ایک نتیجہ یہ ہے کہ اپنی حکومت کو دوام دینے کے لئے پیغمبرؐ کی دختر کا پہلو توڑنے اور رسول خداؐ کے فرزند کو ماں کے پیٹ میں شہید کرنے پر بھی تیار ہو جاتے ہیں اور ابھی سے تمام عالم کے مسلمانوں کو بتلا دینا چاہتی ہوں کہ بیداری اور ہوش میں آجاؤ کہ انتخابی حکومت کا ایک زندہ اور واضح فاسد نمونہ یہ ہو رہا ہے۔

البتہ جناب فاطمۃ زہراؑ نبوت اور ولایت کے مکتب کی تربیت شدہ تھیں، فداکاری اور شجاعت کا درس ان دو گھروں میں پڑھا تھا اپنے پہلو کے شکستہ ہونے اور مار پیٹ کھانے سے نہ ڈریں اور اپنے ہدف کے دفاع کے معاملے میں کسی بھی طاقت کے استعمال کی پرواہ نہ کی۔

تیسرا مرحلہ فدک[1]

جب سے جناب ابوبکر نے مسلمانوں کی حکومت کو اپنے ہاتھ میں لیا اور تخت خلافت پر بیٹھے اسی وقت سے ارادہ کر لیا تھا کہ فدک کو جناب فاطمہؑ سے واپس لے لوں، فدک ایک علاقہ

---

[1] فدک کا موضوع اور اس میں حضرت فاطمہؑ کا ادعا مفصل اور عمیق اس کتاب کے آخر میں بیان کیا گیا ہے۔

ہے جو مدینے سے چند فرسخ پر واقع ہے، اس میں کئی ایک باغ اور بستان ہیں یہ علاقہ قدیم زمانے میں بہت زیادہ آباد تھا اور یہودیوں کے ہاتھ میں تھا، جب اس علاقے کے مالکوں نے اسلام کی طاقت اور پیشرفت کو جنگ خیبر میں مشاہدہ کیا تو ایک آدمی کو رسول خداؐ کی خدمت میں روانہ کیا اور آپ سے صلح کی پیش کش کی پیغمبر اسلامؐ نے ان کی صلح کو قبول کر لیا اور بغیر لڑائی کے صلح کا عہد نامہ پایۂ تکمیل تک پہنچ گیا اس قرارداد کی رو سے فدک کی آدھی زمین جناب رسول خداؐ کے اختیار میں دے دی گئی اور یہ خالص رسولؐ کا مال ہو گیا[1]۔

کیونکہ اسلامی قانون کی رو سے جو زمین بغیر جنگ کے حاصل اور فتح ہو وہ خالص رسول خداؐ کی ہوا کرتی ہے اور باقی مسلمانوں کا اس میں کوئی حق نہیں ہوا کرتا۔

فدک کی زمینیں پیغمبرؐ کی ملکیت اور اختیار میں آگئی تھیں آپ اس کے منافع کو بنی ہاشم اور مدینہ کے فقراء اور مساکین میں تقسیم کیا کرتے تھے اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی۔ "وآت ذاالقربیٰ حقہ[2]"۔ اور جب یہ آیت نازل ہوئی تو پیغمبرؐ نے اللہ تعالیٰ کے دستور اور حکم کے مطابق فدک جناب فاطمہؑ کو بخش دیا اس باب میں پیغمبرؐ سے کافی روایات وارد ہوئی ہیں نمونے کے طور پر چند یہ ہیں۔

ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت "وآت ذاالقربیٰ حقہ" نازل

---

[1] شرح ابن ابی الحدید، ج ۱۶ ص ۲۱۰۔

[2] سورۂ اسراء آیت ۲۶۔

ہوئی تو پیغمبرؐ نے فاطمہؑ سے فرمایا کہ فدک تمہارا مال ہے[1]۔

علیہ کہتے ہیں کہ جب آیت "وآت ذاالقربیٰ حقہ" نازل ہوئی تو پیغمبرؐ نے جناب فاطمہؑ کو بلایا اور فدک انہیں بخش دیا[2]۔

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ رسول خداؐ نے اپنی زندگی میں فدک فاطمہؑ کو بخش دیا تھا[3]۔

فدک کا علاقہ معمولی اور کم قیمت نہ تھا بلکہ آباد علاقہ تھا اور اس کی کافی آمدنی تھی ہر سال تقریباً چوبیس ہزار یا ستر ہزار دینار اس سے آمدنی ہوا کرتی تھی[4]۔

اس کے ثبوت کے لئے دو چیزوں کو ذکر کیا جا سکتا ہے یعنی فدک کا علاقہ وسیع اور بیش قیمت تھا اسے دو چیزوں سے ثابت کیا جا سکتا ہے۔

پہلی: جناب ابوبکر نے جناب فاطمہ زہراؑ کے جواب میں، جب آپ نے فدک کا مطالبہ کیا تھا تو فرمایا تھا کہ فدک رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مال نہ تھا بلکہ یہ عام مسلمانوں کے اموال میں سے ایک مال تھا کہ پیغمبر اسلامؐ اس کے ذریعے جنگی آدمیوں کو جنگ کے لئے روانہ کرتے تھے اور اس آمدنی کو خدا کی راہ میں خرچ کرتے تھے[5]۔

---

[1] کشف الغمہ، ج ۲ ص ۱۰۲ اور تفسیر در منثور، ج ۴ ص ۱۷۷

[2] کشف الغمہ، ج ۲ ص ۱۰۲

[3] کشف الغمہ، ج ۲ ص ۱۰۴ اور کتاب در منثور، ج ۴ ص ۱۷۷ اور غایۃ المرام ص ۳۲۳ میں اس موضوع کی احادیث کا مطالعہ کیجئے۔

[4] سفینۃ البحار، ج ۲ ص ۳۵۱۔

[5] شرح ابن ابی الحدید، ج ۱۶ ص ۲۱۲۔

دوسرے: جب معاویہ خلیفہ ہوا تو اس نے فدک مروان ابن حکم اور عمر بن عثمان اور اپنے فرزند یزید کے درمیان تقسیم کر دیا[1]

ان دونوں سے یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ فدک ایک پر قیمت اور زرخیز علاقہ تھا کہ جس کے متعلق جناب ابو بکر نے فرمایا کہ رسول خدا اس کی آمدنی سے لوگوں کو جنگ کے لئے روانہ کرتے تھے، اور خدا کی راہ میں خرچ کیا کرتے تھے۔

اگر فدک معمولی ملکیت ہوتا تو معاویہ اسے اپنے فرزند اور دوسرے آدمیوں کے درمیا تقسیم نہ کرتا۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فدک کیوں فاطمہؑ کو بخشا

پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کے مطالعے سے یہ امر بخوبی معلوم کیا جا سکتا ہے کہ آپ ثروت اور مال کے شیدائی نہ تھے اور مال کو ذخیرہ کرنا اور جمع رکھنے کی کوشش نہیں کیا کرتے تھے اپنے مال کو اپنے ہدف یعنی خدا پرستی کے لئے خرچ کر دیا کرتے تھے، مگر یہی پیغمبرؐ نہ تھے کہ جناب خدیجہ کی بے حد اور بے حساب دولت کو اسی ہدف اور راستے میں خرچ کر رہے تھے اور خود اور آپ کے داماد اور لڑکی کمال سختی اور مضیقہ میں زندگی بسر کرتے تھے

---

[1] شرح ابن ابی الحدید، ج ۱۶ ص ۲۱۶۔

کبھی بھوک کی شدت کی وجہ سے اپنے شکم مبارک پر پتھر باندھا کرتے تھے۔ پیغمبرؐ ان آدمیوں میں سے نہ تھے کہ موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنی اولاد کے لئے مال، دولت حاصل کرتے مگر یہی پیغمبرؐ نہ تھے کہ جو نہیں چاہتے تھے کہ ان کی لڑکی اپنے گھر کے لئے ایک پشمی پردہ لٹکائے رکھے اور حسنؑ اور حسینؑ کو چاندی کا دستبند پہنائیں ــــ اور خود گردن میں ہار پہنے رکھے۔

سوچنے کی بات ہے اپنی زندگی اور بیٹی کی داخلی زندگی میں اتنا سخت گیر ہونے کے باوجود کس علت کی بنا پر اتنے بڑے علاقے اور باقیمت مال کو فاطمہؑ کے لئے بخش دیا تھا؟ آپ کا یہ غیر معمولی کام بے جہت اور بے علت نہ تھا اس واقعہ کی یوں علت بیان کی جا سکتی ہے کہ پیغمبرؐ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مامور تھے کہ علیؑ کو اپنا جانشین اور خلیفہ معین کریں اور یہ بھی جانتے تھے کہ لوگ اتنی آسانی سے آپ کی رہبری اور حکومت کو قبول نہیں کریں گے اور آپ کی خلافت کے لئے رکاوٹیں ڈالیں گے اور یہ بھی جانتے تھے کہ عرب کے بہت زیادہ گھرانے اور خاندان حضرت علیؑ کی طرف سے بغض و کدورت رکھتے ہیں کیونکہ علیؑ شمشیر زن مرد تھے اور بہت تھوڑے گھر ایسے تھے کہ جن میں کا ایک یا ایک سے زائد آدمی زمانہ کفر میں علیؑ کے ہاتھوں قتل نہ ہوا ہو ــــ پیغمبرؐ کو علم تھا کہ خلافت اور مملکت کے چلانے کے لئے مال اور دولت کی ضرورت ہوتی ہے ان حالات اور شرائط میں فوری مال کا جمع ہو جانا مشکل کام ہوگا۔ پیغمبرؐ جانتے تھے کہ اگر علیؑ فقرا اور بیچاروں کی مدد اور اعانت کر سکے اور ان کی معاشی احتیاجات برطرف کر سکے تو دلوں کا بغض اور کدورت ایک حد تک کم ہو جائے گا اور آپ کی طرف دل مائل ہو جائیں گے۔

یہی وجہ تھی کہ آنحضرت نے فدک جناب فاطمہؑ کو بخش دیا۔ درحقیقت پیغمبر مستقبل کے حقیقی خلیفہ کے اختیار میں دے دیا تھا تاکہ اس کی زیادہ آمدنی فقراء اور مساکین کے درمیان تقسیم کریں شاید کینے اور پرانی کدورتیں لوگ بھول جائیں اور حضرت علیؑ کی طرف متوجہ ہو جائیں، خلافت کے آغاز میں اس کی بحرانی حالت میں اس مال سے استفادہ کریں اور خدا اور رسولؐ کے ہدف کی ترقی اور پیشرفت میں اس سے بہرہ برداری کریں۔ درحقیقت پیغمبر اسلامؐ نے اس ذریعے سے خلافت کی اقتصادی مدد کی تھی۔

فدک جناب رسول خداؐ کی زندگی میں جناب زہراؑ کے تصرف اور قبضے میں تھا آپ قوت لایموت یعنی معمولی مقدار اپنے لئے لیتیں اور باقی کو خدا کی راہ میں خرچ کر دیتیں اور فقراء کے درمیان تقسیم کر دیتیں۔

جب جناب ابوبکر نے مسلمانوں کی حکومت پر قبضہ کیا اور تخت خلافت پر متمکن ہوئے تو آپ نے مصمم ارادہ کر لیا کہ فدک آنجناب سے واپس لے لیں، چنانچہ انہوں نے حکم دیا کہ جناب فاطمہؑ کے کارکنوں اور عمال اور مزارعین کو نکال دیا جائے اور ان کی جگہ حکومت کے کارکن نصب کر دیئے جائیں چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔[1]

فدک لینے کے اسباب

فدک لینے کے لئے دو اصلی عوامل قرار دیئے جا سکتے ہیں کہ جن کے بعد جناب ابوبکر نے مصمم ارادہ

---

[1]۔ تفسیر نور الثقلین، ج ۴، ص ۲۷۲۔

کر لیا تھا کہ فدک جناب فاطمہؑ سے واپس لے لیا جائے۔

پہلا عامل: تاریخ کے مطالعے سے یہ مطلب روز روشن کی طرح واضح ہے کہ جناب عائشہ دو چیزوں سے ہمیشہ رنجیدہ خاطر رہتی تھی۔ پہلی: چونکہ پیغمبر اسلامؐ جناب خدیجہ سے بہت زیادہ محبت رکھتے تھے اور ان کا کبھی کبھار نیکی سے ذکر کیا کرتے تھے، اس وجہ سے جناب عائشہ کے دل میں ایک خاص کیفیت پیدا ہو جاتی تھی اور بسا اوقات اعتراض بھی کر دیتی تھیں اور کہتی تھیں خدیجہ ایک بوڑھی عورت سے زیادہ کچھ نہ تھیں آپ ان کی اتنی تعریف کیوں کرتے ہیں۔ پیغمبرؐ جواب دیا کرتے تھے، خدیجہ جیسا کون ہو سکتا ہے؟ پہلی عورت تھیں جو مجھ پر ایمان لائیں اور اپنا تمام مال میرے اختیار میں دے دیا، میرے تمام کاموں میں میری یار و مددگار تھیں خداوند عالم نے میری نسل کو اس کی اولاد سے قرار دیا ہے۔[1]

جناب عائشہ فرماتی ہیں کہ میں نے خدیجہ جتنا کسی عورت سے بھی رشک نہیں کیا حالانکہ آپ میری شادی سے تین سال پہلے فوت ہو چکی تھیں کیونکہ رسول خداؐ ان کی بہت زیادہ تعریف کرتے تھے، خداوند عالم نے رسول خداؐ کو حکم دے رکھا تھا کہ خدیجہ کو بشارت دے دیں کہ بہشت میں ان کے لئے ایک قصر تیار کیا جا چکا ہے، بسا اوقات رسول خداؐ کوئی گوسفند ذبح کرتے تو اس کا گوشت جناب خدیجہ کے سہیلیوں کے گھر بھی بھیج دیتے تھے۔[2]

---

[1]۔ تذکرۃ الخواص، ص ۳۰۲ و مجمع الزوائد، ج ۹، ص ۲۲۳
[2]۔ صحیح مسلم ج ۲، ص ۱۸۸۹۔

جناب امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں کہ ایک دن جناب رسول خداؐ گھر میں آئے تو دیکھا کہ جناب عائشہ حضرت زہراؑ کے سامنے کھڑی قیل و قال کر رہی ہیں اور کہہ رہی ہیں اے خدیجہ کی بیٹی تو گمان کرتی ہے کہ تیری ماں مجھ سے افضل تھی، اسے مجھ پر کیا فضیلت تھی؟ وہ بھی میری طرح کی ایک عورت تھی جناب رسول خداؐ نے جناب عائشہ کی گفتگو سن لی اور جب جناب فاطمہؑ کی نگاہ باپ پر پڑی تو آپ نے رونا شروع کر دیا۔ پیغمبر نے فرمایا فاطمہؑ کیوں روتی ہو؟ عرض کیا کہ جناب عائشہ نے میری ماں کی توہین کی ہے رسول خداؐ خشمناک ہوئے اور فرمایا۔ عائشہ ساکت ہو جاؤ، خداوند عالم نے محبت کرنے والی بچہ دار عورتوں کو مبارک قرار دیا ہے۔ جناب خدیجہ سے میری نسل چلی، لیکن خداوند عالم نے تمہیں بانجھ قرار دیا[۱]۔

دوسرا عامل: پیغمبر اکرمؐ حد سے زیادہ جناب فاطمہؑ سے محبت کا اظہار فرمایا کرتے تھے آپ کے اس اظہار محبت نے جناب عائشہ کے دل میں ایک خاص کیفیت پیدا کر رکھی تھی کہ جس کی وجہ سے وہ عذاب میں مبتلا رہتی تھیں کیونکہ عورت کی فطرت میں ہے کہ اسے اپنی سوکن کی اولاد پسند نہیں آتی اور عائشہ کبھی اتنی سخت ناراحت ہوتیں کہ پیغمبرؐ پر بھی اعتراض فرما دیتیں اور کہتیں کہ اب جب کہ فاطمہؑ کی شادی ہو چکی ہے آپ پھر بھی اس کا بوسہ لیتے ہیں۔ پیغمبرؐ اس کے جواب میں فرماتے ہیں تم فاطمہؑ کے مقام اور مرتبے سے بے خبر ہو ورنہ ایسی بات نہ کرتیں[۲]۔

۱ـ بحارالانوار، ج ۱۶ ص ۳۔

۲ـ کشف الغمہ، ج ۲ ص ۸۵۔

آپ جناب فاطمہؑ کی جتنی زیادہ تعریف کرتے اتنا ہی جناب عائشہ کی اندرونی کیفیت دگرگوں ہوتی اور اعتراض کرنا شروع کر دیتیں۔

ایک دن جناب ابوبکر پیغمبرؐ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتے تھے کہ آپ نے جناب عائشہ کی آواز اور چیخنے کو سنا کہ رسول خداؐ سے کہہ رہی ہیں کہ خدا کی قسم مجھے علم ہے کہ آپ علیؑ اور فاطمہؑ کو میرے اور میرے باپ سے زیادہ دوست رکھتے ہیں، جناب ابوبکر اندر آئے اور جناب عائشہ سے کہا کیوں پیغمبرؐ سے بلند آواز سے بات کر رہی ہو[۱]۔

ان دو باتوں کے علاوہ اتفاق سے جناب عائشہ بے اولاد اور بانجھ بھی تھیں اور پیغمبرؐ کی نسل جناب فاطمہؑ سے وجود میں آئی یہ مطلب بھی جناب عائشہ کو رنج پہنچاتا تھا، بنا برایں جناب عائشہ کے دل میں کدورت اور خاص زنانہ کیفیت کا موجود ہو جانا فطری تھا اور آپ کبھی اپنے والد جناب ابوبکر کے پاس جاتیں اور جناب فاطمہؑ کی شکایت کرتیں ہو سکتا ہے کہ جناب ابوبکر بھی دل سے جناب فاطمہؑ کے حق میں بہت زیادہ خوش نہ رہتے ہوں اور منتظر ہوں کہ کبھی اپنی اس کیفیت کو بجھانے کے لئے جناب فاطمہؑ سے انتقام لیں۔

جب پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وفات پا چکے تو جناب فاطمہؑ رویا کرتیں اور فرماتیں کتنے برے دن آگئے ہیں، جناب ابوبکر فرماتے کہ ابھی برے دن اور آگے ہیں[۲]۔

۱ـ مجمع الزوائد، ج ۹ ص ۲۰۱۔

۲ـ ارشاد شیخ مفید، ص ۹۰۔

دوسرا مطلب: جناب عمر اور ابوبکر سوچتے تھے کہ حضرت علیؑ کے ذاتی کمالات اور فضائل اور علم و دانش کا مقام قابل انکار نہیں اور پھر پیغمبرؐ کی سفارشات بھی ان کی نسبت بہت معروف اور مشہور ہیں پیغمبرؐ کے داماد اور چچازاد بھائی ہیں اگر ان کی مالی اور اقتصادی حالت اچھی ہوئی اور ان کے ہاتھوں میں روپیہ بھی ہوا تو ممکن ہے کہ ایک گروہ ان کا مددگار ہو جائے اور پھر وہ خلافت کے لئے خطرے کا موجب بن جائے یہ ایک نکتہ تھا کہ جس کا ذکر جناب عمر نے جناب ابوبکر سے کیا اور جناب ابوبکر سے کہا کہ لوگ دنیا کے بندے ہوا کرتے ہیں اور دنیا کے سوا ان کا کوئی ہدف نہیں ہوتا تم خمس اور غنائم کو علیؑ سے لے لو اور فدک بھی ان کے ہاتھ سے نکال لو جب ان کے چاہنے والے انہیں خالی ہاتھ دیکھیں گے تو انہیں چھوڑ دیں گے اور تیری طرف مائل ہو جائیں گے۔[1]

جی ہاں! یہ دو مطلب مہم عامل اور سبب تھے کہ جناب ابوبکر نے مصمم ارادہ کر لیا کہ فدک کو مصادرہ کر کے واپس لے لیں اور حکم دیا کہ فاطمہؑ کے عمال اور کارکنوں کو باہر کیا جائے اور اسے اپنے عمال کے تصرف میں دے دیا۔

جناب زہراؑ کا رد عمل

جب جناب فاطمہؑ کو اطلاع ملی کہ آپ کے کارکنوں کو فدک سے نکال دیا گیا ہے تو آپ بہت غمگین ہوئیں اور

[1] ۔ ناسخ التواریخ جلد زہرا ص ۱۲۳ ۔

اپنے آپ کو ایک نئی مشکل اور مصیبت میں دیکھا کیونکہ حکومت کا نقشہ حضرت علیؑ اور حضرت فاطمہؑ پر مخفی نہ تھا اور ان کے اصلی اقدام کی غرض و غایت سے بھی بے خبر نہ تھے۔

اس موقع پر جناب فاطمہؑ کو ان دو راستوں میں سے ایک راستہ اختیار کرنا تھا۔

پہلا راستہ یہ تھا کہ جناب ابوبکر کے سامنے ساکت ہو جائیں اور اپنے مشروع اور جائز حق سے چشم پوشی کر لیں اور کہیں کہ ہمیں تو دنیا کے مال و متاع سے کوئی محبت اور علاقہ نہیں چھوڑو فدک بھی جناب ابوبکر لے جائیں اس کے ساتھ یہ بھی اس کے لئے ہو سکتا ہے کہ وہ جناب خلیفہ کو خوش کرنے کی غرض سے پیغام ڈالوائیں کہ تم میرے ولی امر ہو میں ناچیز فدک کو آپ کی خدمت میں پیش کرتی ہوں۔

دوسرا راستہ یہ تھا کہ اپنی پوری قدرت سے کہ رکھتی ہیں اپنے حق کا دفاع کریں۔

پہلا راستہ اختیار کرنا حضرت زہراؑ کے لئے ممکن نہ تھا کیونکہ وہ حکومت کے پوشیدہ منصوبے سے بے خبر نہ تھیں جانتی تھیں کہ وہ اقتصادی دباؤ اور آمدنی کے ذریعے قطع کر دینے سے اسلام کے حقیقی خلیفہ حضرت علیؑ کے اثر کو ختم کرنا چاہتے ہیں تاکہ ہمیشہ کے لئے حضرت علیؑ کا ہاتھ حکومت سے کوتاہ ہو جائے اور وہ کسی قسم کا خلافت کے خلاف اقدام کرنے سے مایوس ہو جائیں اور یہ بھی جانتی تھیں کہ فدک کو زور سے لے لینے سے علیؑ کے گھر کا دروازہ بند کرنا چاہتے تھے۔

جناب فاطمہؑ نے سوچا کہ اب بہت اچھی فرصت اور مدرک ہاتھ آگیا ہے اس وسیلے سے جناب ابوبکر کی انتخابی خلافت سے مبارزہ کر کے

اسے بدنام اور رسوا کیا جائے اور عمومی افکار کو بیدار کیا جائے اور اس قسم کی فرصت ہمیشہ ہاتھ نہیں آیا کرتی۔

حضرت فاطمہؑ نے سوچا کہ اگر میں جناب ابوبکر کے دباؤ میں آجاؤں اور اپنے مسلم حق سے دفاع نہ کروں تو جناب ابوبکر کی حکومت دوسروں پر غلط دباؤ ڈالنے کی عادی ہو جائے گی اور پھر لوگوں کے حقوق کی مراعات نہ ہو سکے گی۔

جناب فاطمہؑ نے فکر کی کہ اگر میں نے اپنے حق کا دفاع نہ کیا تو لوگ خیال کریں گے اپنے حق سے صرف نظر کرنا اور ظلم و ستم کے زیر بار ہونا اچھا کام ہے۔

جناب فاطمہؑ نے سوچا اگر میں نے ابوبکر کو بدنام نہ کیا تو دوسرے خلفاء کے درمیان عوام فریبی رواج پا جائے گی۔

حضرت فاطمہؑ نے فکر کی کہ پیغمبرؐ کی دختر ہو کر اپنے صحیح حق سے صرف نظر کر لوں تو مسلمان خیال کریں گے کہ عورت تمام اجتماعی حقوق سے محروم ہے اور اسے حق نہیں پہنچتا کہ وہ اپنے حق کے احقاق کے لئے مبارزہ کرے۔

حضرت فاطمہؑ نے سوچا کہ میں جو وحی کے دامن اور ولایت کے گھر کی تربیت یافتہ ہوں اور میں اسلام کی خواتین کے لئے نمونہ ہوں اور مجھے ایک اسلام کی تربیت یافتہ سمجھا جاتا ہے میرے اعمال اور رفتار کو ایک اسلام کی نمونہ عورت کی رفتار اور اعمال جانا جاتا ہے اگر میں اس مقام میں سستی کروں اور اپنے حق کے لینے میں عاجزی کا اظہار کروں تو پھر اسلام میں عورت عضو معطل سمجھی جائے گی۔

جی ہاں! یہ اور اس قسم کے دیگر عمدہ افکار تھے جو جناب فاطمہؑ کو اجازت نہیں دیتے تھے کہ وہ پہلا راستہ اختیار کریں یہی وجہ تھی کہ آپ نے ارادہ کر لیا تھا کہ تو انائی اور قدرت کی حد تک اپنے حق سے دفاع کریں گی۔

البتہ یہ کام بہت زیادہ سہل اور آسان نہ تھا کیوں کہ ایک عورت کا مقابلہ جناب خلیفہ ابوبکر سے بہت زیادہ خطرناک تھا اور وہ اس فاطمہؑ نامی عورت کا کہ جو پہلے سے پہلو شکستہ بازو سیاہ شدہ اور جنین ساقط شدہ تھیں، ان میں سے ہر ایک حادثہ اور واقعہ عورت کے لئے کافی تھا کہ وہ ہمیشہ کے لئے زبردست انسانوں سے مرعوب ہو جائے۔

لیکن فاطمہؑ نے فداکاری اور شجاعت اور بردباری اور استقامت کی عادت اپنے والد رسول خداؐ اور ماں خدیجہ کبریٰ سے وراثت میں پائی تھی اور انہوں نے مبارزات اسلامی کے مرکز میں تربیت پائی تھی انہوں نے ان فداکاروں اور قربانی دینے والوں کے گھر میں زندگی گزاری تھی کہ جہاں کئی دفعہ وہ شوہر کے خون آلود کپڑے دھو چکی تھیں اور ان کے زخمی بدن کی مرہم پٹی کر چکی تھیں وہ ان جزئی حوادث سے خوف نہیں کھاتی تھیں اور جناب ابوبکر کی حکومت سے مرعوب نہیں ہوتی تھیں۔

جناب زہراؑ نے اپنے اس مبارزے کو کئی ایک مراحل میں انجام دیا۔

بحث اور استدلال

جناب فاطمہؑ جناب ابوبکر کے پاس گئیں اور فرمایا کہ تم نے کیوں میرے کارکنوں کو میری ملکیت سے باہر

نکال دیا ہے ؟ میرے باپ نے اپنی زندگی میں فدک مجھے ہبہ کر دیا تھا جناب ابوبکر نے جواب دیا اگرچہ میں جانتا ہوں کہ تم جھوٹ نہیں بولتیں لیکن پھر بھی اپنے دعوے کے ثبوت کے لئے گواہ لے آؤ ۔ جناب زہراؑ جناب ام ایمن اور حضرت علیؑ کو گواہ کے طور پر لے گئیں ، جناب ام ایمن نے جناب ابوبکر سے کہا تجھے خدا کی قسم دیتی ہوں کہ کیا تم جانتے ہو کہ رسول خداؐ نے میرے بارے میں فرمایا ہے کہ ام ایمن بہشتی ہیں ، جناب ابوبکر نے جواب دیا ہاں ، یہ میں جانتا ہوں اس وقت جناب ام ایمن نے فرمایا میں گواہی دیتی ہوں کہ جب یہ آیت "وَآتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ" نازل ہوئی تو رسول خداؐ نے فدک فاطمہؑ کو دے دیا تھا ۔

حضرت علی علیہ السلام نے بھی اس قسم کی گواہی دی جناب ابوبکر مجبور ہو گئے کہ فدک جناب فاطمہؑ کو لوٹا دیں لہٰذا ایک تحریر اس کے متعلق لکھی اور وہ حضرت زہراؑ کو دے دی ۔

اچانک اسی وقت جناب عمر آ گئے اور مطلب دریافت کیا جناب ابوبکر نے جواب دیا کہ چونکہ جناب فاطمہؑ فدک کا دعویٰ کر رہی تھیں اور اس پر گواہ بھی پیش کر دیئے ہیں لہٰذا میں نے فدک انہیں واپس کر دیا ہے جناب عمر نے وہ تحریر زہراؑ کے ہاتھ سے لی اور اس پر لعاب دہن ڈالا اور پھر اسے پھاڑ ڈالا ۔ جناب ابوبکر نے بھی جناب عمر کی تائید کرتے ہوئے کہا کہ آپ علیؑ کے علاوہ کوئی اور آدمی گواہ لے آئیں یا ام ایمن کے علاوہ کوئی دوسری عورت بھی گواہی دے جناب فاطمہؑ روتی ہوئی جناب ابوبکر کے گھر سے باہر چلی گئیں ۔

ایک اور روایت کی بنا پر جناب عمر اور عبدالرحمٰن نے گواہی دی

کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فدک کی آمدنی کو مسلمانوں کے درمیان تقسیم کر دیتے تھے [1]

ایک دن حضرت علیؑ جناب ابوبکر کے پاس گئے اور فرمایا کہ کیوں فدک کو جو جناب رسول خداؐ نے جناب فاطمہؑ کو دیا تھا ان سے لے لیا ہے ؟ آپ نے جواب دیا انہیں اپنے دعویٰ پر گواہ لے آنے چاہئیں اور چونکہ ان کے گواہ ناقص تھے جو قبول نہیں کئے گئے ۔ حضرت علیؑ نے فرمایا اے ابوبکر ، کیا تم ہمارے بارے میں اس کے خلاف حکم کرتے ہو جو تمام مسلمانوں کے لئے ہوا کرتا ہے ۔ جناب ابوبکر نے کہا کہ نہیں ۔ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ اب میں تم سے سوال کرتا ہوں کہ اگر کچھ مال کسی کے ہاتھ میں ہو اور میں دعویٰ کر دوں کہ وہ میرا مال ہے اور فیصلہ کرانے کے لئے جناب کے پاس آئیں تو آپ کس سے گواہ کا مطالبہ کریں گے ؟ جناب ابوبکر نے کہا کہ آپ سے گواہ طلب کروں گا کیوں کہ مال کسی دوسرے کے تصرف میں موجود ہے ، آپ نے فرمایا پھر تم نے کیوں جناب فاطمہؑ سے گواہ لانے کا مطالبہ کیا ہے درانحالیکہ فدک آپؑ کی ملکیت اور تصرف میں موجود ہے ، جناب ابوبکر نے سکوت کے سوا کوئی چارہ نہ دیکھا لیکن جناب عمر نے کہا یا علی ایسی باتیں چھوڑ دو [2]

اگر انصاف سے دیکھا جائے تو اس فیصلے میں حق حضرت زہراؑ کے

---

[1] احتجاج طبرسی ، ج ۱ ص ۱۲۱ ، اور کشف الغمہ ج ۲ ص ۱۰۴ ـ اور شرح ابن ابی الحدید ، ج ۱۶ ص ۲۷۴ ـ

[2] احتجاج طبرسی ، ج ۱ ص ۱۲۱ ۔ کشف الغمہ ج ۲ ص ۱۰۴ ـ

ساتھ ہے کیونکہ فدک آپ کے قبضے میں تھا اسی لئے تو حضرت علیؑ نے اپنے ایک خط میں لکھا ہے ۔ جی ہاں دنیا کے اموال سے فدک ہمارے اختیار میں تھا لیکن ایک جماعت نے اس پر بھی بخل کیا اور ایک دوسرا گروہ اس پر راضی تھا[1]

قضاوت کے قواعد اور قانون کے لحاظ سے حضرت زہراؑ سے گواہوں کا مطالبہ نہیں کرنا چاہیئے تھا بلکہ دوسری طرف جو ابوبکر تھے انہیں گواہ لانے چاہیئے تھے ، لیکن جناب ابوبکر نے فیصلے کے اس مسلم قانون کی مخالفت کی ، حضرت زہراؑ اس مبارزے میں کامیاب ہوگئیں اور اپنی حقانیت کو مضبوط دلیل و برہان اور منطق سے ثابت کر دیا اور حضرت ابوبکر مجبور ہو گئے کہ وہ فدک کے واپس کر دینے کا دستور بھی لکھ دیں یہ اور بات ہے کہ جناب عمر آ پہنچے اور طاقت کی منطق کو میدان میں لائے اور لکھی ہوئی تحریر کو پھاڑ دیا اور گواہوں کے ناقص ہونے کا اس میں بہانا بنایا ۔

پھر بھی استدلال

ایک دن جناب فاطمہؑ جناب ابوبکر کے پاس گئیں اور باپ کی وراثت کے متعلق بحث اور احتجاج کیا آپ نے فرمایا اے ابوبکر ، میرے باپ کا ارث مجھے کیوں نہیں دیتے ہو ؟ جناب ابوبکر نے جواب دیا کہ پیغمبرؐ ارث نہیں چھوڑتے ۔

---

۱ ۔ نہج البلاغہ ، ج ۳ ص ۸۵ ۔

آپ نے فرمایا کہ خداوند عالم قرآن میں نہیں فرماتا :

"وورث سلیمان داؤد"[1]

کیا جناب سلیمان جناب داؤد کے وارث نہیں بنے ؟ جناب ابوبکر غضبناک ہوئے اور کہا تم سے کہا کہ پیغمبر میراث نہیں چھوڑتے ، جناب فاطمہؑ نے فرمایا کیا زکریا نبی نے خدا سے عرض نہیں کیا تھا ۔

"فھب لی من لدنک ولیاً یرثنی ویرث من آلِ یعقوب"[2]

جناب ابوبکر نے پھر بھی وہی جواب دیا کہ پیغمبر ارث نہیں چھوڑتے جناب فاطمہؑ نے فرمایا کیا خدا قرآن میں نہیں فرماتا :

"یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر حظ الانثیین"[3]

کیا میں رسول اللہؐ کی اولاد نہیں ہوں ؟ چونکہ جناب ابوبکر حضرت زہراؑ کے محکم دلائل کا سامنا کر رہے تھے اور اس کے سوا اور کوئی چارہ نہ تھا کہ اسی سابقہ کلام کی تکرار کریں اور کہیں کہ کیا میں نے نہیں کہا کہ پیغمبر ارث نہیں چھوڑتے ۔

جناب ابوبکر نے اپنی روش اور غیر شرعی عمل کے لئے ایک حدیث نقل کی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہم پیغمبر ارث نہیں چھوڑتے ۔ جناب عائشہ اور حفصہ نے بھی

---

۱ ۔ سورۂ نمل آیت ۱۶ ۔

۲ ۔ سورۂ مریم آیت ۶ ۔

۳ ۔ سورۂ نساء آیت ۱۱ ۔

جناب ابوبکر کی اس حدیث کی تائید کر دی [1]

جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں کہ اس مباحثے میں بھی حضرت زہراؑ غالب آئیں اور دلائل و برہان سے ثابت کر دیا کہ وہ حدیث جس کا تم دعویٰ کر رہے ہو وہ صریح قرآنی نصوص کے خلاف ہے اور جو حدیث بھی قرآن کی صریح نص کے خلاف ہو وہ معتبر نہیں ہوا کرتی جناب ابوبکر مغلوب ہوئے اور آپ کے پاس اس کے سوا کوئی علاج نہ تھا کہ جناب فاطمہؑ کے جواب میں اسی سابقہ جواب کی تکرار کریں۔

یہاں پر قابل توجہ نکتہ یہ ہے کہ یہی جناب عائشہ جنہوں نے اس جگہ اپنے باپ کی بیان کردہ وضعی حدیث کی تائید کی ہے جناب عثمان کی خلافت کے زمانے میں ان کے پاس گئیں اور پیغمبرؐ کی وراثت کا ادعا کیا۔ جناب عثمان نے جواب دیا کیا تم نے گواہی نہیں دی تھی کہ پیغمبرؐ نے فرمایا کہ ہم پیغمبر ارث نہیں چھوڑتے ؟ اور اسی سے تم نے جناب فاطمہؑ کو وراثت سے محروم کر دیا تھا، اب کیسے آپ خود رسولؐ کی وراثت کا مطالبہ کر رہی ہیں [2]

خلیفہ سے وضاحت کا مطالبہ

جناب زہراؑ پہلے مرحلہ میں کامیاب ہوئیں اور اپنی منطق اور برہان سے اپنے مدمقابل کو محکوم

---

[1] ۔ کشف الغمہ، ج ۲ ص ۱۰۴۔

[2] ۔ کشف الغمہ، ج ۲ ص ۱۰۵۔

کر دیا قرآن مجید کی آیات سے اپنی حقانیت کو ثابت کیا اور اپنے مدمقابل کو اپنے استدلال سے ناتواں بنا دیا، آپ نے دیکھا کہ مدمقابل اپنی روش کو صحیح ثابت کرنے کے لئے ہر قسم کے عمل کو بجا لانے کے لئے حتیٰ کہ حدیث بنا کر پیش کرنے کی بھی پرواہ نہیں کرتا اور دلیل و برہان کے مقابلے میں قوت اور طاقت کا سہارا ڈھونڈتا ہے۔

آپ نے تعجب کیا اور کہا عجیب انہوں نے میرے شوہر کی خلافت پر قبضہ کر لیا ہے۔ یہ آیات قرآن کے مقابل کیوں سر تسلیم خم نہیں کرتے ؟ کیوں اسلام کے خلاف فیصلہ دیتے ہیں ؟ کیوں جناب ابوبکر تو مجھے تحریر لکھ کر دیتے ہیں لیکن جناب عمر اسے پھاڑ ڈالتے ہیں ؟ اے میرے خدا یہ کس قسم کی حکومت ہے اور یہ کیسی قضاوت ہے ؟ تعجب در تعجب: جناب ابوبکر رسول خداؐ کی جگہ بیٹھتے ہیں، لیکن حدیث از خود بناتے ہیں تا کہ میرے حق کو پائمال کریں ؟ ایسے افراد دین اور قرآن کے حامی ہو سکتے ہیں ؟ مجھے فدک اور غیر فدک سے دلچسپی نہیں لیکن اس قسم کے اعمال کو بھی تحمل نہیں کر سکتی بالکل چپ نہ رہوں گی اور مجھے چاہیئے کہ تمام لوگوں کے سامنے خلیفہ سے وضاحت طلب کروں اور اپنی حقانیت کو ثابت کروں اور لوگوں کو بتلا دوں کہ جس خلیفہ کا تم نے انتخاب کیا ہے اس میں صلاحیت نہیں کہ قرآن اور اسلام کے دستور پر عمل کرے اپنی مرضی سے جو کام چاہتا ہے انجام دیتا ہے۔ جی ہاں مسجد جاؤں گی اور لوگوں کے سامنے تقریر کروں گی۔

یہ خبر بجلی کی طرح مدینہ میں پھیل گئی اور ایک بم کی طرح پورے شہر کو ہلا کر رکھ دیا، فاطمہؑ جو کہ پیغمبرؐ کی نشانی ہیں چاہتی ہیں کہ تقریر کریں، لیکن

کس موضوع پر تقریر ہو گی ؟ اور خلیفہ اس پر کیا ردعمل ظاہر کرے گا؟ چلیں آپ کی تاریخی تقریر کو سنیں ۔

مہاجر اور انصار کی جمعیت کا مسجد میں ہجوم ہو گیا، بنی ہاشم کی عورتیں جناب زہراؑ کے گھر گئیں اور اسلام کی بزرگ خاتون کو گھر سے باہر لائیں، بنی ہاشم کی عورتیں آپ کو گھیرے میں لئے ہوئے تھیں، بہت عظمت اور جلال کے ساتھ آپ چلیں، پیغمبرؐ کی طرح قدم اٹھا رہی تھیں، جب مسجد میں داخل ہوئیں تو پردہ آپ کے سامنے لٹکا دیا گیا، باپ کی جدائی اور ناگوار حوادث نے جناب فاطمہؑ کو منقلب کر دیا کہ آپ کے جگر سے آہ و نالہ بلند ہوا اور اس جلا دینے والی آواز نے مجمع پر بھی اثر کیا اور لوگ بلند آواز سے رونے لگے ۔

آپ تھوڑی دیر کے لئے ساکت رہیں تاکہ لوگ آرام میں آجائیں اس کے بعد آپ نے گفتگو شروع کی، اس کے بعد پھر ایک دفعہ لوگوں کے رونے کی آوازیں بلند ہوئیں آپ پھر خاموش ہو گئیں یہاں تک کہ لوگ اچھی طرح ساکت ہو گئے اس وقت آپ نے کلام کا آغاز کیا اور فرمایا:

جناب فاطمہؑ کی دہلا اور جلا دینے والی تقریر

میں خدا کی اس کی نعمتوں پر ستائش اور حمد بجا لاتی ہوں اور اس کی توفیقات پر شکر ادا کرتی ہوں اس کی بے شمار نعمتوں پر اس کی حمد و ثنا بجا لاتی ہوں وہ نعمتیں کہ جن کی کوئی انتہا نہیں اور نہیں ہو سکتا کہ

ان کی تلافی اور شمار کیا جا سکے ان کی انتہا کا تصور کرنا ممکن نہیں، خدا ہم سے چاہتا ہے کہ ہم اس کی نعمتوں کو جانیں اور ان کا شکریہ ادا کریں تاکہ اللہ تعالیٰ نعمتوں کو اور زیادہ کرے ۔ خدا ہم سے چاہتا ہے کہ ہم اس کی نعمتوں کو جانیں اور ان کا شکرہ ادا کریں تاکہ اللہ تعالیٰ مقامی نعمتوں کو اور زیادہ کرے ۔ خدا نے ہم سے حمد و ثنا کو طلب کیا ہے تاکہ وہ اپنی نعمتوں کو ہمارے لئے زیادہ کرے ۔

میں خدا کی توحید اور یگانگی کی گواہی دیتی ہوں توحید کا وہ کلمہ کہ اخلاص کو اس کی روح اور حقیقت قرار دیا گیا ہے اور دل میں اس کی گواہی دے تاکہ اس سے نظر و فکر روشن ہو، وہ خدا کہ جس کو آنکھ کے ذریعے دیکھا نہیں جا سکتا اور زبان کے ذریعے اس کی وصف اور توصیف نہیں کی جا سکتی وہ کس طرح کا ہے یہ وہم میں نہیں آسکتا ۔ عالم کو عدم سے پیدا کیا ہے اور اس کے پیدا کرنے میں وہ محتاج نہ تھا اپنی مشیت کے مطابق خلق کیا ہے ۔ جہان کے پیدا کرنے میں اسے اپنے کسی فائدے کے حاصل کرنے کا قصد نہ تھا ۔ جہان کو پیدا کیا تاکہ اپنی حکمت اور علم کو ثابت کرے اور اپنی اطاعت کی یاددہانی کرے، اور اپنی قدرت کا اظہار کرے، اور بندوں کو عبادت کے لئے برانگیختہ کرے، اور اپنی دعوت کو وسعت دے، اپنی اطاعت کے لئے جزا مقرر کی اور نافرمانی کے لئے سزا معین فرمائی — تاکہ اپنے بندوں کو عذاب سے نجات دے اور بہشت کی طرف لے جائے ۔

میں گواہی دیتی ہوں کہ میرے والد محمدؐ اللہ کے رسول اور اس کے بندے ہیں، پیغمبری کے لئے بھیجنے سے پہلے اللہ نے ان کو چنا اور قبل اس

کے کر اسے پیدا کرے ان کا نام محمدؐ رکھا اور بعثت سے پہلے ان کا انتخاب اس وقت کیا جب کہ مخلوقات عالم غیب میں پنہاں اور چھپی ہوئی تھی اور عدم کی سرحد سے ملی ہوئی تھی، چونکہ اللہ تعالیٰ ہر شئی کے مستقبل سے باخبر ہے اور حوادث دہر سے مطلع ہے اور ان کے مقدرات کے موارد اور مواقع سے آگاہ ہے، خدا نے محمدؐ کو مبعوث کیا تاکہ اپنے امر کو آخر تک پہنچائے اور اپنے حکم کو جاری کر دے، اور اپنے مقصد کو عملی قرار دے۔ لوگ دین میں متفرق تھے اور کفر و جہالت کی آگ میں جل رہے تھے، بتوں کی پرستش کرتے تھے اور خداوند عالم کے دستورات کی طرف توجہ نہیں کرتے تھے۔

پس حضرت محمدؐ کے وجود مبارک سے تاریکیاں چھٹ گئیں اور جہالت اور نادانی دلوں سے دور ہو گئی، سرگردانی اور تحیر کے پردے آنکھوں سے ہٹا دیئے گئے میرے باپ لوگوں کی ہدایت کے لئے کھڑے ہوئے اور ان کو گمراہی سے نجات دلائی اور نابینا کو بینا کیا اور دین اسلام کی طرف راہنمائی فرمائی اور سیدھے راستے کی طرف دعوت دی، اس وقت خداوند عالم نے اپنے پیغمبر کی مہربانی اور اس کے اختیار اور رغبت سے اس کی روح قبض فرمائی۔ اب میرے باپ اس دنیا کی سختیوں سے آرام میں ہیں اور آخرت کے عالم میں اللہ تعالیٰ کے فرشتوں اور پروردگار کی رضایت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے قرب میں زندگی بسر کر رہے ہیں، امین اور وحی کے لئے چنے ہوئے پیغمبر پر درود ہو۔

آپ نے اس کے بعد مجمع کو خطاب کیا اور فرمایا لوگو تم اللہ تعالیٰ

کے امر اور نہی کے نمائندے اور نبوت کے دین اور علوم کے حامل تمہیں اپنے اوپر امین ہونا چاہیئے تم ہو جن کو باقی اقوام تک دین کی تبلیغ کرنی ہے تم میں پیغمبرؐ کا حقیقی جانشین موجود ہے اللہ تعالیٰ نے تم سے پہلے عہد و پیمان لیا ہے کہ تم اس کی اطاعت کرو گے وہ خدا کی کتاب ناطق اور قرآن صادق اور چمکنے والا نور ہے اس کی چشم بصیرت روشن اور اس کا باطن اور ظاہر واضح ہے اس کے پیروکار اس کے مقام اور رتبے کے آرزومند ہیں اس کی پیروی کرنا انسان کو بہشت رضوان کی طرف ہدایت کرتا ہے اس کی باتوں کو سننا نجات کا سبب ہوتا ہے اس کے وجود کی برکت سے اللہ تعالیٰ کے نورانی دلائل اور حجت کو دریافت کیا جا سکتا ہے اس کے وسیلے سے واجبات و محرمات اور مستحبات و مباح اور شریعت کے قوانین کو حاصل کیا جا سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ایمان کو شرک سے پاک ہونے کا وسیلہ قرار دیا ہے ــــ اللہ نے نماز واجب کی تاکہ تکبر سے روکا جائے۔ زکوٰۃ کو وسعت رزق اور تہذیب نفس کے لئے واجب قرار دیا۔ روزے کو بندے کے اخلاص کے اثبات کے لئے واجب کیا۔ حج کو واجب کرنے سے دین کی بنیاد کو استوار کیا، عدالت کو زندگی کے نظم اور دلوں کی نزدیکی کے لئے ضروری قرار دیا، اہلبیت کی اطاعت کو ملت اسلامی کے نظم کے لئے واجب قرار دیا اور امامت کے ذریعے اختلاف و افتراق کا سدباب کیا۔ امر بالمعروف کو عمومی مصلحت کے ماتحت واجب قرار دیا، ماں باپ کے ساتھ نیکی کو ان کے غضب سے مانع قرار دیا، اجل کے موخر ہونے اور نفوس کی زیادتی کے لئے صلۂ رحمی کا دستور دیا۔

قتل نفس کو روکنے کے لئے قصاص کو واجب قرار دیا۔ نذر کے پورا کرنے کو گناہوں کی آمرزش کا سبب بنایا۔ پلیدی سے محفوظ رہنے کی غرض سے شراب خوری پر پابندی لگائی، بہتان اور زنا کی نسبت دینے کی لعنت سے روکا، چوری نہ کرنے کو پاکی اور عفت کا سبب بتایا۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کو اخلاص کے ماتحت ممنوع قرار دیا۔

لوگو! تقویٰ اور پرہیزگاری کو اپناؤ اور اسلام کی حفاظت کرو اور اللہ تعالیٰ کے اوامر و نواہی کی اطاعت کرو، صرف علما اور دانشمند ہی خدا سے ڈرتے ہیں۔

اس کے بعد آپ نے فرمایا، لوگو! میرے باپ محمدؐ تھے اب میں تمہیں ابتدا سے آخر تک کے واقعات اور امور سے آگاہ کرتی ہوں تمہیں علم ہونا چاہیئے کہ میں جھوٹ نہیں بولتی اور گناہ کا ارتکاب نہیں کرتی۔

لوگو! اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے پیغمبرؐ جو تم میں سے تھا بھیجا ہے تمہاری تکلیف سے اسے تکلیف ہوتی تھی اور وہ تم سے محبت کرتے تھے اور مومنین کے حق میں مہربان اور دل سوز تھے۔

لوگو! وہ پیغمبر میرے باپ تھے نہ تمہاری عورت کے باپ، میرے شوہر کے چچازاد بھائی تھے نہ تمہارے مردوں کے بھائی، کتنی عمدہ محمدؐ سے نسبت ہے۔ جناب محمدؐ نے اپنی رسالت کو انجام دیا اور مشرکوں کی راہ و روش پر حملہ آور ہوئے اور ان کی پشت پر سخت ضرب وارد کی ان کا گلا پکڑا اور دانائی اور نصیحت سے خدا کی طرف دعوت دی، بتوں کو توڑا اور ان کے سردوں کو سرنگوں کیا کفار نے شکست کھائی اور شکست کھا کر

بھاگے۔ تاریکیاں دور ہوگئیں اور حق واضح ہو گیا، دین کے رہبر کی زبان گویا ہوئی اور شیاطین خاموش ہو گئے، نفاق کے پیرو کار ہلاک ہوئے کفر اور اختلاف کے رشتے ٹوٹ گئے گروہ اہلبیت کی وجہ سے شہادت کا کلمہ جاری کیا، جب کہ تم دوزخ کے کنارے کھڑے تھے اور وہ ظالموں کا تر اور لذیذ لقمہ بن چکے تھے اور آگ کی تلاش کرنے والوں کے لئے مناسب شعلہ تھے۔ تم قبائل کے پاؤں کے نیچے ذلیل تھے گندا پانی پیتے تھے اور حیوانات کے چمڑوں اور درختوں کے پتوں سے غذا کھاتے تھے دوسروں کے ہمیشہ ذلیل و خوار تھے اور ارد گرد کے قبائل سے خوف و ہراس میں زندگی بسر کرتے تھے۔

ان تمام بدبختیوں کے بعد خدا نے محمدؐ کے وجود کی برکت سے تمہیں نجات دی حالانکہ میرے باپ کو عربوں میں سے بہادر اور عرب کے بھیڑیوں اور اہل کتاب کے سرکشوں سے واسطہ تھا لیکن جتنا وہ جنگ کی آگ کو بھڑکاتے تھے خدا اسے خاموش کر دیتا تھا، جب کوئی شیاطین میں سے سر اٹھاتا یا مشرکوں میں سے کوئی بھی کھولتا تو محمدؐ اپنے بھائی علیؑ کو ان کے گلے میں اتار دیتے اور حضرت علیؑ ان کے سر اور مغز کو اپنی طاقت سے پائمال کر دیتے اور جب تک ان کی روشن کی ہوئی آگ کو اپنی تلوار سے خاموش نہ کر دیتے جنگ کے میدان سے واپس نہ لوٹتے اللہ کی رضا کے لئے ان تمام تکلیفوں کا تحمل کرتے تھے اور خدا کی راہ میں جہاد کرتے تھے، اللہ کے رسول کے نزدیک تھے علیؑ خدا دوست تھے، ہمیشہ جہاد کے لئے آمادہ تھے، وہ تبلیغ اور جہاد کرتے تھے اور تم اس حالت میں آرام اور خوشی میں خوش و خرم زندگی گزار

رہے تھے اور کسی خبر کے منتظر اور فرصت میں رہتے تھے دشمن کے ساتھ لڑائی لڑنے سے اجتناب کرتے تھے اور جنگ کے وقت فرار کر جاتے تھے۔

جب خدا نے اپنے پیغمبر کو دوسرے پیغمبروں کی جگہ کی طرف منتقل کیا تو تمہارے اندرونی کینے اور دوروئی ظاہر ہو گئی دین کا لباس کہنہ ہو گیا اور گمراہ لوگ باتیں کرنے لگے، پست لوگوں نے سر اٹھایا اور باطل کا اونٹ آواز دینے لگا اور اپنی دم ہلانے لگا اور شیطان نے اپنا سر کمین گاہ سے باہر نکالا اور تمہیں اس نے اپنی طرف دعوت دی اور تم نے بغیر سوچے اس کی دعوت قبول کر لی اور اس کا احترام کیا تمہیں اس نے ابھارا اور تم حرکت میں آگئے اس نے تمہیں غضبناک ہونے کا حکم دیا اور تم غضبناک ہو گئے۔

لوگو! وہ اونٹ جو تم میں سے نہیں تھا تم نے اسے با علامت بنا کر اس جگہ بٹھایا جو اس کی جگہ نہیں تھی، حالانکہ ابھی پیغمبرؐ کی موت کو زیادہ وقت نہیں گزرا ہے ابھی تک ہمارے دل کے زخم بھرے نہیں تھے اور شگاف پر ہوئے تھے، ابھی پیغمبرؐ کو دفن بھی نہیں کیا تھا کہ تم نے فتنے کے خوف کے بہانے سے خلافت پر قبضہ کر لیا، لیکن خبردار رہو کہ تم فتنے میں داخل ہو چکے ہو اور دوزخ نے کافروں کا احاطہ کر رکھا ہے۔ افسوس تمہیں کیا ہو گیا ہے اور کہاں چلے جا رہے ہو؟ حالانکہ اللہ کی کتاب تمہارے درمیان موجود ہے اور اس کے احکام واضح اور اس کے اوامر و نواہی ظاہر ہیں تم نے قرآن کی مخالفت کی اور اسے پس پشت ڈال دیا، کیا تمہارا ارادہ ہے کہ قرآن سے اعراض اور روگردانی

کر لو؟ یا قرآن کے علاوہ کسی اور ذریعے سے قضاوت اور فیصلے کرنا چاہتے ہو؟ لیکن تم کو علم ہونا چاہیئے کہ جو شخص بھی اسلام کے علاوہ کسی دوسرے دین کو اختیار کرے گا وہ قبول نہیں کیا جائے گا اور آخرت میں وہ خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہو گا، اتنا صبر بھی نہ کر سکے کہ وہ فتنے کی آگ کو خاموش کرے اور اس کی قیادت آسان ہو جائے بلکہ آگ کو تم نے روشن کیا اور شیطان کی دعوت کو قبول کر لیا اور دین کے چراغ اور سنت رسول خداؐ کے خاموش کرنے میں مشغول ہو گئے ہو۔ کام کو الٹا ظاہر کرتے ہو اور پیغمبرؐ کے اہلبیت کے ساتھ مکر و فریب کرتے ہو، تمہارے کام اس چھری کے زخم اور نیزے کے زخم کی مانند ہیں جو پیٹ کے اندر واقع ہوئے ہوں۔

کیا تم یہ عقیدہ رکھتے ہو کہ ہم پیغمبرؐ سے میراث نہیں لے سکتے، کیا تم جاہلیت کے قوانین کی طرف لوٹنا چاہتے ہو؟ حالانکہ اسلام کے قانون تمام قوانین سے بہتر ہیں، کیا تمہیں علم نہیں کہ میں رسول خداؐ کی بیٹی ہوں کیوں نہیں جانتے ہو اور تمہارے سامنے آفتاب کی طرح یہ روشن ہے۔ مسلمانوں کیا یہ درست ہے کہ میں اپنے باپ کی میراث سے محروم ہو جاؤں؟ اے ابوبکر! آیا خدا کی کتاب میں یہ تو لکھا ہے کہ تم اپنے باپ سے میراث لو اور میں اپنے باپ کی میراث سے محروم رہوں؟ کیا خدا قرآن میں نہیں کہتا کہ سلیمان داود کے وارث ہوئے۔

"ورث سلیمان داؤد"

کیا قرآن میں یحیٰ علیہ السلام کا قول نقل نہیں ہوا کہ خدا سے انہوں نے عرض کی پروردگار مجھے فرزند عنایت فرما تاکہ وہ میرا وارث

قرار پائے اور آلِ یعقوب کا بھی وارث ہو۔

کیا خدا قرآن میں نہیں فرماتا کہ بعض رشتہ دار بعض دوسروں کے وارث ہوتے ہیں؟ کیا خدا قرآن میں نہیں فرماتا کہ اللہ نے حکم دیا کہ لڑکے لڑکیوں سے دوگنا ارث لیں؟ کیا خدا قرآن میں نہیں فرماتا کہ تم پر مقرر کر دیا کہ جب تمہارا کوئی موت کے نزدیک ہو تو وہ ماں، باپ اور رشتہ داروں کے لئے وصیت کرے کیونکہ پرہیزگاروں کے لئے ایسا کرنا عدالت کا مقتضی ہے۔

کیا تم گمان کرتے ہو کہ میں باپ سے نسبت نہیں رکھتی؟ کیا ارث والی آیات تمہارے لئے مخصوص ہیں اور میرے والد ان سے خارج ہیں یا اس دلیل سے مجھے میراث سے محروم کرتے ہو جو دو مذہب کے ایک دوسرے سے میراث نہیں لے سکتے؟ کیا میں اور میرا باپ ایک دین پر نہ تھے؟ آیا تم میرے باپ اور میرے چچا زاد علیؑ سے قرآن کو بہتر سمجھتے ہو؟۔

اے ابوبکر فدک اور خلافت تسلیم شدہ تمہیں مبارک ہو، لیکن قیامت کے دن تم سے ملاقات کروں گی کہ جب حکم اور قضاوت کرنا خدا کے ہاتھ میں ہوگا اور محمدؐ بہترین پیشوا ہیں۔

اے قحافہ کے بیٹے، میرا تیرے ساتھ وعدہ قیامت کا دن ہے کہ جس دن بیہودہ لوگوں کا نقصان واضح ہو جائے گا اور پھر پشیمان ہونا فائدہ نہ دے گا بہت جلد اللہ تعالےٰ کے عذاب کو دیکھ لوگے۔

آپ اس کے بعد انصار کی طرف متوجہ ہوئیں اور فرمایا:

اے ملت کے مددگار جوانو اور اسلام کی مدد کرنے والو کیوں حق

کے ثابت کرنے میں سستی کر رہے ہو اور جو ظلم مجھ پر ہوا ہے اس سے خواب غفلت میں ہو؟ کیا میرے والد نے نہیں فرمایا کہ کسی کا احترام اس کی اولاد میں بھی محفوظ ہوتا ہے یعنی اس کے احترام کی وجہ سے اس کی اولاد کا احترام کیا کرو؟ کتنا جلدی فتنہ برپا کیا ہے تم نے؟ اور کتنی جلدی ہوئی اور ہوس میں مبتلا ہو گئے ہو؟ تم اس ظلم کے ہٹانے میں جو مجھ پر ہوا ہے قدرت رکھتے ہو اور میرے مدعا اور خواستہ کے بر لانے پر طاقت رکھتے ہو۔ کیا کہتے ہو کہ محمدؐ مر گئے؟ جی ہاں! لیکن یہ ایک بہت بڑی مصیبت ہے کہ ہر روز اس کا شگاف بڑھ رہا ہے اور اس کا خلل زیادہ ہو رہا ہے۔ آنجناب کی غیبت سے زمین تاریک ہو گئی ہے سورج اور چاند بے رونق ہو گئے ہیں آپ کی مصیبت پر ستارے تتر بتر ہو گئے ہیں، امیدیں ٹوٹ گئیں، پہاڑ متزلزل اور ریزہ ریزہ ہو گئے ہیں پیغمبرؐ کے احترام کی رعایت نہیں کی گئی، قسم خدا کی یہ ایک بہت بڑی مصیبت تھی کہ جس کی مثال ابھی تک دیکھی نہیں گئی اللہ کی کتاب جو صبح اور شام کو پڑھی جا رہی ہے آپ کی اس مصیبت کی خبر دیتی ہے کہ پیغمبرؐ بھی عام لوگوں کی طرح مریں گے، قرآن میں ارشاد ہوتا ہے کہ محمدؐ بھی گزشتہ پیغمبروں کی طرح ہیں، اگر آپؐ مرے یا قتل کئے گئے تو تم دین سے پھر جاؤ گے، جو بھی دین سے خارج ہوگا وہ اللہ پر کوئی نقصان وارد نہیں کرتا خدا شکر ادا کرنے والوں کو جزا عنایت کرتا ہے۔[1]

اے فرزندان قیلہ: آیا یہ مناسب ہے کہ میں باپ کی میراث سے محروم

---

[1] ۔ سورہ آل عمران ۔

رہوں جب کہ تم یہ دیکھ رہے ہو اور سن رہے ہو اور یہاں موجود ہو میری پکار تم تک پہنچ چکی ہے اور تمام واقعہ سے مطلع ہو، تمہاری تعداد زیادہ ہے اور تم طاقت ور اور اسلحہ بدست ہو، میرے استغاثہ کی آواز تم تک پہنچتی ہے لیکن تم اس پر لبیک نہیں کہتے! میری فریاد کو سنتے ہو لیکن میری فریادرسی نہیں کرتے تم بہادری میں معروف اور نیکی اور خیر سے موصوف ہو، خود نخبہ ہو اور نخبہ کی اولاد ہو تم ہم اہلبیت کے لئے منتخب ہوئے ہو، عربوں کے ساتھ تم نے جنگیں کیں سختیوں کو برداشت کیا، قبائل سے لڑے ہو، بہادروں سے پنجہ آزمائی کی ہے جب ہم اٹھ کھڑے ہوتے تھے تم بھی اٹھ کھڑے ہوتے تھے ہم حکم دیتے تھے تم اطاعت کرتے تھے اسلام نے رونق پائی اور غنائم زیادہ ہوئے اور مشرکین تسلیم ہو گئے اور ان کا جھوٹا وقار اور جوش ختم ہو گیا اور کفر کی آتش خاموش ہو گئی اور ہرج ومرج اور شوروغل ختم ہو گیا اور دین کا نظام مستحکم ہو گیا۔

اے انصار! متحیر ہو کر کہاں جا رہے ہو؟ حقائق کے معلوم ہو جانے کے بعد انہیں کیوں چھپاتے ہو؟ کیوں ایمان لے آنے کے بعد مشرک ہوئے ہو؟ برا حال ہو ان لوگوں کا جنہوں نے اپنے ایمان اور عہد اور پیمان کو توڑ ڈالا ہو اور ارادہ کیا ہو کہ رسول خدا[ص] کو شہر بدر کریں اور ان سے جنگ کا آغاز کریں کیا منافقین سے ڈرتے ہو؟ حالانکہ تمہیں تو صرف خدا سے ڈرنا چاہئیے تھا۔ لوگو! میں گویا دیکھ رہی کہ تم پستی کی طرف جا رہے ہو، اس آدمی کو جو حکومت کرنے کا اہل ہے اسے دور ہٹا رہے ہو اور تم گوشہ میں بیٹھ کر عیش اور نوش

میں مشغول ہو گئے ہو زندگی اور جہاد کے وسیع میدان سے فرار کر کے راحت طلبی کے چھوٹے محیط میں چلے گئے ہو، جو کچھ تمہارے اندر تھا اسے تم نے ظاہر کر دیا ہے اور جو کچھ پی چکے تھے اسے اگل دیا ہے لیکن آگاہ رہو اگر تم اور تمام روئے زمین کے لوگ کافر ہو جائیں تو خدا تمہارا محتاج نہیں ہے۔

اے لوگو! جو کچھ مجھے کہنا چاہئیے تھا میں نے کہہ دیا ہے حالانکہ میں جانتی ہوں کہ تم میری مدد نہیں کروگے۔ تمہارے منصوبے مجھ سے مخفی نہیں، لیکن کیا کروں دل میں ایک درد تھا کہ جس کو میں نے بہت ناراحتی کے باوجود ظاہر کر دیا ہے تاکہ تم پر حجت تمام ہو جائے۔ اب فدک اور خلافت کو خوب مضبوطی سے پکڑے رکھو لیکن تمہیں یہ معلوم ہونا چاہئیے کہ اس میں مشکلات اور دشواریاں موجود ہیں اور اس کا ننگ و عار ہمیشہ کے لئے تمہارے دامن پہ باقی رہ جائے گا، اللہ تعالیٰ کا خشم اور غصہ اس پر مزید ہوگا اور اس کی جزا جہنم کی آگ ہوگی اللہ تعالیٰ تمہارے کردار سے آگاہ ہے، بہت جلد ستمگار اپنے اعمال کے نتائج دیکھ لیں گے۔ لوگو! میں تمہارے اس نبی کی بیٹی ہوں کہ جو تمہیں اللہ کے عذاب سے ڈراتا تھا۔ جو کچھ کر سکتے ہو اسے انجام دو ہم بھی تم سے انتقام لیں گے تم بھی انتظار کرو ہم بھی منتظر ہیں[1]۔

---

[1] - احتجاج طبرسی، طبع نجف ۱۳۸۶ھ ج ۱ ص ۱۳۱-۱۴۱ - شرح ابن ابی الحدید، ج ۱۶ ص ۲۱۱ - کتاب بلاغات النساء، تالیف احمد بن ابی طاہر متولد ۲۰۴ ہجری ص ۱۲ - کشف الغمہ، ج ۲ ص ۱۰۶۔

خلیفہ کا ردِ عمل

حضرت زہراؑ نے اپنے آتشین بیان کو ہزاروں کے مجمع میں جناب ابوبکر کے سامنے کمال شجاعت سے بیان کیا اور اپنی مدلل اور مضبوط تقریر میں جناب ابوبکر سے فدک لینے کی وضاحت طلب کی اور ان کے ناجائز قبضے کو ظاہر کیا اور جو حقیقی خلیفہ تھے ان کے کمالات اور فضائل کو بیان فرمایا۔

لوگ بہت سخت پریشان ہوئے اور اکثر لوگوں کے افکار جناب زہراؑ کے حق میں ہوگئے۔ جناب ابوبکر بہت کشمکش —— میں گھر گئے تھے، اگر وہ عام لوگوں کے افکار کے مطابق فیصلہ دیں اور فدک جناب زہراؑ کو واپس لوٹا دیں تو ان کے لئے دو مشکلیں تھیں۔

ایک :—— انہوں نے سوچا اگر حضرت زہراؑ اس معاملے میں کامیاب ہوگئیں اور ان کی بات تسلیم کر لی گئی تو انہیں اس کا ڈر ہوا کہ کل پھر آئیں گی اور خلافت اپنے شوہر کو دے دینے کا مطالبہ کریں گی اور پھر پرجوش تقریر سے اس کا آغاز کریں گی۔

ابن ابی الحدید لکھتے ہیں کہ میں نے علی بن فارقی سے جو مدرسہ غربیہ بغداد کے استاد تھے عرض کی آیا جناب فاطمہؑ اپنے دعوے میں سچی تھیں یا نہ، انہوں نے کہا کہ اس کے باوجود کہ جناب ابوبکر انہیں سچا جانتے تھے ان کو فدک واپس کیوں نہ کیا؟ استاد ہنسے اور ایک عمدہ جواب دیا اور کہا اگر اس دن فدک فاطمہؑ کو واپس کر دیتے تو دوسرے دن وہ واپس آتیں اور خلافت کا اپنے شوہر کے لئے مطالبہ کر دیتیں اور جناب ابوبکر

کو خلافت کے مقام سے معزول قرار دے دیتیں کیونکہ جب پہلے سچی قرار پاگئیں تو اب ان کے لئے کوئی عذر پیش کرنا ممکن نہ رہتا[1]

دوسرے: اگر جناب ابوبکر جناب فاطمہؑ کی تصدیق کر دیتے تو انہیں اپنی غلطی کا اعتراف کرنا پڑتا اس طرح سے خلافت کے آغاز میں ہی اعتراض کرنے والوں کا دروازہ کھل جاتا اور اس قسم کا خطرہ حکومت اور خلافت کے لئے قابل تحمل نہیں ہوا کرتا۔

بہرحال جناب ابوبکر اس وقت ایسے نظر نہیں آرہے تھے کہ وہ اتنی جلدی میدان چھوڑ جائیں گے البتہ انہوں نے اس قسم کے واقعات کے رونما ہونے کی پہلے سے پیشین گوئی کر رکھی تھی آپ نے سوچا اس وقت جب کہ موجودہ حالات میں ملت کے عمومی افکار کو جناب زہراؑ نے اپنی تقریر سے مسخر کر لیا ہے یہ مصلحت نہیں کہ ان کے ساتھ سختی سے پیش آیا جائے لیکن اس کے باوجود اس کا جواب دیا جانا چاہئے اور عمومی افکار کو ٹھنڈا کیا جائے، بس کتنا —— اچھا ہے کہ وہی سابقہ پروگرام دہرایا جائے اور عوام کو غفلت میں رکھا جائے اور دین اور قوانین کے اجراء کے نام سے جناب فاطمہؑ کو چپ کرایا جائے اور اپنی بے تقصیری کو ثابت کیا جائے، جناب ابوبکر نے سوچا کہ دین کی حمایت اور ظاہری دین سے دلسوزی کے اظہار سے لوگوں کے دلوں کو مسخر کیا جا سکتا ہے اور اس کے ذریعے ہر چیز کو یہاں تک کہ خود دین کو بھی نظر انداز کرایا جا سکتا ہے۔ جی ہاں دین سے ہمدردی کے مظاہرے سے دین کے ساتھ دنیا میں مقابلہ کیا جاتا ہے

---

[1] شرح ابن ابی الحدید، ج ۱۶ ص ۲۸۴۔

جناب ابوبکر کا جواب

رسول اللہؐ کی بیٹی کے قوی اور منطقی اور مدلل دلائل کے مقابلے میں جناب ابوبکر نے ایک خاص رویہ اختیار کیا اور کہا کہ اے رسول خداؐ کی دختر آپ کے باپ مومنین پر مہربان اور رحیم اور بلاشک محمدؐ آپ کے باپ ہیں اور کسی عورت کے باپ نہیں اور آپ کے شوہر کے بھائی ہیں اور علیؑ کو تمام لوگوں پر ترجیح دیا کرتے تھے، جو شخص آپ کو دوست رکھے گا وہی نجات پائے گا اور جو شخص آپ سے دشمنی کرے گا وہ خسارے میں رہے گا، آپ پیغمبرؐ کی عترت ہیں، آپ نے ہمیں خیر و صلاح اور بہشت کی طرف ہدایت کی ہے، اے عورتوں میں سے بہترین عورت اور بہتر پیغمبرؐ کی دختر، آپ کی عظمت اور آپ کی صداقت اور فضیلت اور عقل کسی پر مخفی نہیں ہے۔ کسی کو حق نہیں پہنچتا کہ وہ آپ کو آپ کے حق سے محروم کرے، لیکن خدا کی قسم میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے فرمان سے تجاوز نہیں کرتا جو کام بھی انجام دیتا ہوں آپ کے والد کی اجازت سے انجام دیتا ہوں قافلہ کا سردار تو قافلے سے جھوٹ نہیں بولتا خدا کی قسم میں نے آپ کے والد سے سنا ہے کہ فرما رہے تھے کہ ہم پیغمبرؐ سوائے علم و دانش اور نبوت کے گھر اور جائیداد وراثت میں نہیں چھوڑتے جو مال ہمارا باقی رہ جائے وہ مسلمانوں کے خلیفہ کے اختیار میں ہوگا، میں فدک کی آمدنی سے اسلحہ خریدتا ہوں اور کفار سے جنگ کرونگا، مبادا آپ کو خیال ہو کہ میں نے تنہا فدک پر قبضہ کیا ہے بلکہ اس اقدام میں تمام مسلمان میرے

موافق اور شریک ہیں، البتہ میرا ذاتی مال آپ کے اختیار میں ہے جتنا چاہیں لے لیں مجھے کوئی اعتراض نہیں، کیا یہ ہو سکتا ہے کہ میں آپ کے والد کے دستورات کی مخالفت کروں؟

جناب فاطمہؑ کا جواب

جناب فاطمہؑ نے جناب ابوبکر کی اس تقریر کا جواب دیا۔ سبحان اللہ، میرے باپ قرآن مجید سے روگردانی نہیں کر سکتے اور اسلام کے احکام کی مخالفت نہیں کرتے کیا تم نے اجماع کر لیا ہے کہ خلاف واقع عمل کرو اور پھر اسے میرے باپ کی طرف نسبت دو؟ تمہارا یہ کام اس کام سے ملتا جلتا ہے جو تم نے میرے والد کی زندگی میں انجام دیا۔ کیا خدا نے جناب زکریا کا قول قرآن میں نقل نہیں کیا جو خداؑ سے عرض کر رہے تھے،

فھب لی یرثنی ویرث من آل یعقوب[1]

خدایا مجھے ایسا فرزند دے جو میرا وارث ہو اور آل یعقوب کا وارث ہو۔ کیا قرآن میں یہ نہیں ہے۔

ورث سلیمان داؤد۔[2]

سلیمان داؤد کے وارث ہوئے۔ کیا قرآن میں وراثت کے احکام موجود نہیں ہیں؟ کیوں نہیں، یہ تمام مطالب قرآن میں موجود ہیں اور نہیں بھی اس

---

[1] ۔ سورہ مریم آیت ۶۔

[2] ۔ سورہ نمل آیت ۱۶۔

کی اطلاع ہے، لیکن تمہارا ارادہ عمل نہ کرنے کا ہے اور میرے لئے بھی سوائے صبر کے اور کوئی چارہ نہیں۔

جناب ابوبکر نے اس کا جواب دیا کہ خدا و رسولؐ اور تم سچ کہتی ہو، لیکن یہ تمام مسلمان میرے اور آپ کے درمیان فیصلہ کریں گے کیونکہ انہوں نے مجھے خلافت کی کرسی پر بٹھایا ہے اور میں نے ان کی رائے پر فدک لیا ہے۔[1]

جناب ابوبکر نے ظاہر سازی اور عوام کو خوش کرنے والی تقریر کر کے ایک حد تک عوام کے احساسات اور افکار کو ٹھنڈا کر دیا اور عمومی افکار کو اپنی طرف متوجہ کر لیا۔

جناب خلیفہ کا ردِّ عمل

مجلس درہم برہم ہو گئی لیکن پھر بھی اس مطلب کی سر و صدا خاموش نہ ہوئی اور اصحاب کے درمیان جناب زہراؑ کی تقریر کے موضوع پر گفتگو شروع ہو گئی اور اس حد تک یہ مطلب موضوع بحث ہو گیا کہ جناب ابوبکر مجبور ہو گئے کہ ملت سے تہدید اور تطمیع سے پیش آئیں۔

لکھا ہے کہ جناب زہراؑ کی تقریر نے مدینہ کو جو سلطنت اسلامی کا دارالخلافہ تک منقلب کر دیا۔ لوگوں کے اعتراض اور گریہ و بکا کی آوازیں بلند ہوئیں لوگ اتنا روئے کہ اس سے پہلے اتنا کبھی نہ روئے تھے۔

---

[1] احتجاج طبرسی، ج ۱، ص ۱۲۱۔

جناب ابوبکر نے جناب عمر سے کہا تم نے فدک فاطمہؑ کو دے دینے سے مجھے کیوں روکا اور مجھے اس قسم کی مشکل میں ڈال دیا؟ اب بھی اچھا ہے کہ ہم فدک کو واپس کر دیں اور اپنے آپ کو پریشانی میں نہ ڈالیں۔

جناب عمر نے جواب دیا۔ فدک کے واپس کر دینے میں مصلحت نہیں اور یہ تم جان لو کہ میں تیرا خیر خواہ اور ہمدرد ہوں۔ جناب ابوبکر نے کہا کہ لوگوں کے احساسات جو ابھر چکے ہیں ان سے کیسے نپٹا جائے انہوں نے جواب دیا کہ یہ احساسات وقتی اور عارضی ہیں اور یہ بادل کے ٹکڑے کے مانند ہیں۔ تم نماز پڑھو، زکوٰۃ دو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرو، مسلمانوں کے بیت المال میں اضافہ کرو اور صلۂ رحمی بجا لاؤ تاکہ خدا تیرے گناہوں کو معاف کر دے، اس واسطے کہ خدا قرآن میں فرماتا ہے، نیکیاں برائیوں کو ختم کر دیتی ہیں۔ حضرت ابوبکر نے اپنا ہاتھ جناب عمر کے کندھے پر رکھا اور کہا شاباش تم نے کتنی مشکل کو حل کر دیا ہے۔

اس کے بعد انہوں نے لوگوں کو مسجد میں بلایا اور ممبر پر جا کر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد کہا۔ لوگو! یہ آوازیں اور کام کیا ہیں ہر کہنے والا آرزو رکھتا ہے، یہ خواہشیں رسولؐ کے زمانے میں کب تھیں؟ جس نے سنا ہو کہے اس طرح نہیں ہے بلکہ یہ اس کا مطالبہ اس لومڑی جیسے ہے کہ جس کی گواہ اس کی دم تھی۔

اگر میں کہنا چاہوں تو کہہ سکتا ہوں اور اگر کہوں تو بہت اسرار واضح کر دوں، لیکن جب تک انہیں مجھ سے کوئی کام نہیں میں ساکت رہوں گا، اب لڑکی سے مدد لے رہے ہیں اور عورتوں کو ابھار رہے ہیں۔

اے رسول خداؐ کے اصحاب مجھے بعض نادانوں کی داستان پہنچی ہے حالانکہ تم اس کے سزاوار ہو کر رسول خداؐ کے دستور کی پیروی کرو تم نے رسولؐ کو جگہ دی تھی اور مدد کی تھی اسی لئے سزاوار ہے کہ تم رسول خداؐ کے دستور سے انحراف نہ کرو۔ اس کے باوجود کل آنا اور اپنے وظائف اور حقوق لے جانا اور جان لو کہ میں کسی کے راز کو فاش نہیں کروں گا اور ہاتھ اور زبان سے کسی کو اذیت نہیں دوں گا مگر اسے جو سزا کا مستحق ہوگا[۱۷]

جناب ام سلمہؓ کی حمایت

اس وقت جناب ام سلمہؓ نے اپنا سر گھر سے باہر نکالا اور کہا اے ابوبکر، آیا یہ گفتگو اس عورت کے متعلق کر رہے ہو جسے فاطمہؑ کہتے ہیں اور جو انسانوں کی شکل میں حور ہے، اس نے پیغمبرؐ کے دامن میں پرورش پائی اور فرشتوں سے مصافحہ کرتی تھی، اور پاکیزہ گود میں پرورش پائی ہے اور بہترین ماحول میں ہوش سنبھالا ہے۔ آیا گمان کرتے ہو کہ رسول خداؐ نے جناب فاطمہؑ کو ارث سے محروم کیا ہے لیکن خود اس کو نہیں بتلایا؟ حالانکہ خدا پیغمبرؐ کو حکم دیتا ہے کہ اپنے رشتہ داروں کو انذار کرو اور ڈراؤ یا تم احتمال دیتے ہو کہ پیغمبرؐ نے تو اسے بتلایا ہو لیکن وہ اس کے باوجود وراثت کا مطالبہ کر رہی ہو، حالانکہ وہ عالم کی عورتوں سے بہتر ہے اور بہترین جوانوں کی ماں ہے

---

۱۷ - دلائل الامامہ، ص ۳۹۔

اور جناب مریم کے ہم پایہ ہے اور اس کا باپ خاتم پیغمبران ہے، خدا کی قسم رسول خداؐ فاطمہؑ کی گرمی اور سردی سے حفاظت کیا کرتے تھے اور سوتے وقت اپنا دایاں ہاتھ فاطمہؑ کے نیچے اور بایاں ہاتھ اس کے جسم پر رکھتے کرتے تھے، ذرا نرم ہو جاؤ اور آہستہ رو بنو، ابھی تو رسول خداؐ تمہاری آنکھوں کے سامنے ہیں اور جلد ہی تم خدا کے حضور وارد ہو گے اور اپنے کئے کا نتیجہ دیکھو گے۔ جناب ام سلمہ نے جناب فاطمہؑ کی حمایت کی لیکن انہیں ایک سال تک حقوق سے محروم کر دیا گیا[۱۸]

قطع کلامی

جناب زہراؑ نے ارادہ کر لیا کہ اس کے باوجود بھی اپنے مبارزے کو باقی رکھیں، اپنے اس پروگرام کے لئے انہوں نے قطع کلام کرنے کا فیصلہ کر لیا اور رسمی طور پر جناب ابوبکر کے متعلق اعلان کر دیا کہ اگر تم میرا فدک واپس نہیں کرو گے تو میں تم سے جب تک زندہ ہوں گفتگو اور کلام نہیں کروں گی۔ آپ کا جہاں کہیں بھی جناب ابوبکر سے آمنا سامنا ہو جاتا تو اپنا منہ پھیر لیتیں اور ان سے کلام نہ کرتی تھیں[۱۹]

مگر جناب فاطمہؑ ایک عام فرد نہ تھیں کہ اگر انہوں نے اپنے خلیفہ سے قطع کلامی کی تو وہ چنداں اہمیت نہ رکھتی ہو؟ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عزیز بیٹی رسول خداؐ کی حد سے زیادہ محبت کسی پر پوشیدہ نہ

---

۱۸ - دلائل الامامہ، ص ۳۹۔

۱۹ - کشف الغمہ، ج ۲، ص ۱۰۳۔ شرح ابن ابی الحدید، ج ۱۶، ص ۲۴۔

تھی ۔ آپ وہ ہیں کہ جس کے متعلق پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ فاطمہؑ میرے جسم کا ٹکڑا ہے ۔ جو اسے اذیت دے اس نے مجھے اذیت دی ہے [1]

اور آپ فرماتے ہیں کہ فاطمہؑ ان عورتوں میں سے ہیں کہ جن کے دیدار کے لئے بہشت مشتاق ہے [2]

اور آپ فرماتے تھے کہ اگر فاطمہؑ غضب کرے تو خداوند عالم غضب کرتا ہے [3]

جی ہاں ! پیغمبرؐ اور خدا کی محبوب خاتون نے جناب ابوبکر سے قطع کلامی کا مبارزہ کر رکھا ہے آپ ان سے بات نہیں کرتیں آہستہ آہستہ لوگوں میں شائع اور مشہور ہو گیا کہ پیغمبرؐ کی دختر جناب ابوبکر سے روٹھی ہوئی ہیں اور ان پر خشمناک ہیں ۔ مدینہ کے باہر بھی لوگ اس موضوع سے باخبر ہو چکے تھے تمام لوگ ایک دوسرے سے سوال کرتے تھے کہ جناب فاطمہؑ کیوں خلیفہ کے ساتھ بات نہیں کرتیں ؟ ضرور اس کی وجہ وہی فدک کا زبردستی لے لینا ہو گا ۔ فاطمہؑ تو جھوٹ نہیں بولتیں اور اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف کسی پر غضبناک نہیں ہوتیں کیونکہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے بارے میں فرمایا تھا کہ اگر فاطمہؑ غضب کرے تو خدا غضب کرتا ہے ۔

---

[1] ۔ صحیح مسلم، ج ۲ ص ۱۰۲ ۔
[2] ۔ کشف الغمہ، ج ۲ ص ۹۲ ۔
[3] ۔ کشف الغمہ، ج ۲ ص ۹۲ ۔

اس طرح ملت اسلامی کے احساسات روز بروز وسیع سے وسیع تر ہو رہے تھے اور خلافت کے خلاف نفرت میں اضافہ ہو رہا تھا ۔ خلافت کے کارکن یہ تو کر سکتے تھے کہ جناب فاطمہؑ کے قطع روابط سے چشم پوشی کر لیتے جتنی انہوں نے کوشش کی کہ شاید وہ صلح کرا دیں ان کے لئے ممکن نہ ہو سکا ۔ فاطمہؑ اپنے ارادے پر ڈٹی ہوئی تھیں اور اپنے منفی مبارزے کو ترک کرنے پر راضی نہ ہوتی تھیں ۔

جب جناب فاطمہؑ بیمار ہوئیں تو جناب ابوبکر نے کئی دفعہ جناب فاطمہؑ سے ملاقات کی خواہش ظاہر کی لیکن اسے رد کر دیا گیا، ایک دن جناب ابوبکر نے اس موضوع کو حضرت علیؑ کے سامنے پیش کیا اور آپ سے خواہش کی آپ جناب فاطمہؑ کی عیادت کا وسیلہ فراہم کریں اور آپ سے ملاقات کی اجازت حاصل کریں ۔ حضرت علی علیہ السلام جناب فاطمہؑ کے پاس گئے اور فرمایا اے دختر رسولؐ جناب عمر اور ابوبکر نے ملاقات کی اجازت چاہی ہے آپ اجازت دیتی ہیں کہ وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو جائیں ، جناب زہراؑ حضرت علیؑ کے مشکلات سے آگاہ تھیں آپ نے جواب دیا، گھر آپ کا ہے اور میں آپ کے اختیار میں ہوں جس طرح آپ مصلحت دیکھیں عمل کریں یہ فرمایا اور اپنے اوپر چادر تان لی اور اپنے منہ کو دیوار کی طرف کر دیا ۔

جناب ابوبکر اور عمر گھر میں داخل ہوئے اور سلام کیا اور عرض کی اے پیغمبرؐ کی دختر، ہم اپنی غلطی کا اعتراف کرتے ہیں آپ سے خواہش کرتے ہیں کہ آپ ہم سے راضی ہو جائیں آپ نے فرمایا کہ میں ایک بات تم سے پوچھتی ہوں اس کا مجھے جواب دو، انہوں نے عرض کی فرمائیے ، آپ نے فرمایا تمہیں خدا کی قسم دیتی ہوں ۔۔۔ کہ آیا تم نے میرے باپ سے یہ سنا تھا کہ آپ نے فرمایا کہ

فاطمہؑ میرے جسم کا ٹکڑا ہے جو اسے اذیت دے اس نے مجھے اذیت دی ہے انہوں نے عرض کیا ہاں ہم نے یہ بات آپ کے والد سے سنی ہے اس وقت آپ نے اپنے مبارک ہاتھوں کو آسمان کی طرف اٹھایا اور کہا اے میرے خدا گواہ رہ کہ ان دو آدمیوں نے مجھے اذیت دی ہے ان کی شکایت تیری ذات اور تیرے پیغمبرؐ سے کرتی ہوں میں ـــ ہرگز راضی نہ ہوں گی یہاں تک کہ اپنے بابا سے جا ملوں اور وہ اذیتیں جو انہوں نے مجھے دی ہیں ان سے بیان کردوں تاکہ آپ ہمارے درمیان فیصلہ کریں جناب ابوبکر جناب زہراؑ کی یہ بات سننے کے بعد بہت غمگین اور مضطرب ہوئے لیکن جناب عمر نے کہا اے رسولؐ کے خلیفہ ایک عورت کی گفتگو سے ناراحت ہو رہے ہو ۔[1]

یہاں پڑھنے والوں کے دلوں میں یہ بات آسکتی ہے کہ وہ کہیں کہ گرچہ جناب ابوبکر نے جناب فاطمہؑ سے فدک لے کر اچھا کام نہیں کیا تھا لیکن جب وہ پشیمانی اور ندامت کا اظہار کر رہے ہیں تو اب مناسب یہی تھا کہ ان کا عذر قبول کر لیا جاتا لیکن اس نکتہ سے غافل نہیں رہنا چاہیئے کہ حضرت زہراؑ کے مبارزے کی اصلی علت اور وجہ خلافت تھی فدک کا زبردستی لے لینا اس کے ذیل میں آتا تھا اور خلافت کا غصب کرنا ایسی چیز نہ تھی کہ جسے معاف کیا جا سکتا ہو اور اس سے چشم پوشی کی جا سکتی ہو اور پھر جناب زہراؑ جانتی تھیں کہ حضرت ابوبکر یہ سب کچھ اس لئے کہہ رہے ہیں تاکہ اس اقدام سے عوام کو دھوکہ میں رکھا جا سکے اور وہ اپنے کردار پر نادم اور پشیمان نہ تھے کیونکہ ندامت کا طریقہ عقلا کے لحاظ سے یہ تھا کہ وہ حکم دیتے کہ فدک کو فوراً جناب فاطمہؑ کے حوالے

---

۱ - بحارالانوار، ج ۴۳ ص ۱۹۸ ۔

کردو اور اس کے بعد آپ آتے اور معاف کر دینے کی خواہش کرتے اور کہتے کہ ہم اپنے اس اقدام پر پشیمان اور نادم ہو چکے ہیں تو اس بات کو صداقت پر محمول کیا جا سکتا تھا ۔

شب میں تدفین

جناب زہراؑ اپنے ہدف اور مقصد میں اس قدر استقامت رکھتی تھیں کہ اس کے لئے اپنی زندگی کی آخری گھڑی میں بھی مبارزہ کرتی گئیں بلکہ اپنے مبارزہ کا دامن قیامت تک پھیلا گئیں پڑھنے والوں کو تعجب ہوگا کہ کسی شخص کے لئے کیسے ممکن ہوگا کہ وہ اپنے مبارزہ اور مقابلے کو موت کے بعد بھی باقی رکھے، لیکن فاطمہؑ کہ جس نے وحی کے گھر میں تربیت حاصل کی تھی ایک ایسا منصوبہ بنایا تاکہ ان کا مبارزہ اور مقابلہ موت کے وقت تک ختم نہ ہو جائے ۔ جناب زہراؑ نے اپنی زندگی کے آخری دنوں میں اپنے شوہر علیؑ کو بلایا اور وصیت کی اے علیؑ مجھے رات کو غسل دینا اور رات کو کفن دینا اور مخفی طور پر دفن کرنا ۔ میں راضی نہیں ہوں کہ جن لوگوں نے میرا پہلو زخمی کیا ہے جس سے میرا بچہ ساقط ہوا اور میرے مال پر قبضہ کر لیا ہے وہ میرے جنازے کی تشیع کریں ۔ میری قبر کو بھی چھپا کر رکھنا ۔ حضرت علیؑ نے بھی جناب زہراؑ کی وصیت کے مطابق آپ کو رات میں دفن کیا اور آپ کی قبر کو ہموار کر دیا اور چالیس قبریں نئی بنائیں کہ کہیں آپ کی قبر پہچانی نہ جائے ۔[2]

حضرت زہراؑ نے اس منصوبے اور نقشے سے اپنے حریف پر آخری وار

---

۲ - دلائل الامامہ ـ مناقب ابن شہر آشوب، ج ۳ ص ۳۶۳ ـ

کیا اور ایک زندہ اور مضبوط سند اپنی مظلومیت اور حکومت کی زبردستی کے لئے ہمیشہ کے لئے باقی چھوڑ گئیں

کیونکہ ہر مسلمان یہ چاہے گا کہ اسے علم ہو کہ پیغمبر اسلام کی عزیز بیٹی کی قبر کہاں ہے جب اسے معلوم ہوگا کہ اس کی قبر معلوم نہیں ہے تو پوچھے گا کیوں ؟ جواب سنے گا خود جناب زہراؑ نے وصیت کی تھی کہ اس کی قبر مخفی رکھی جائے ۔ اس وقت اسے قبر کے مخفی ہونے کی علت معلوم ہو جائے گی اور سمجھ لے گا کہ آپ وقت کی خلافت سے ناراض تھیں اور آپ کا جنازہ اس محیط خفیہ آور میں دفن ہوا اس وقت سوچے گا کہ ہو سکتا ہے کہ پیغمبر اسلام کی دختر ان فضائل اور کمالات کے باوجود اپنے باپ کے خلیفہ سے ناراض ہوں اور پھر اس کی خلافت بھی درست اور صحیح ہو ؟ یہ چیز ممکن نہیں پس معلوم ہوتا ہے کہ اس کی خلافت پیغمبرؐ اور ان کے خاندان کے نظریئے کے خلاف واقع ہوئی تھی جو کسی طرح بھی صحیح قرار نہیں دی جاسکتی ۔

نتیجہ

گرچہ جناب ابوبکر جناب زہراؑ کے دلائل اور مبارزات کے سامنے ڈٹے رہے اور حاضر نہ ہوئے کہ فدک جناب فاطمہؑ کو واپس کر دیں لیکن انہی حضرت زہراؑ نے انہیں مبارزات کے ذریعہ عالم اسلام پر خلافت اور حکومت کی زیادتیوں اور اپنی حقانیت کو ثابت کر دیا ۔ یہی فدک خلافت کے لئے ایک بم اور مثل استخوان کے ثابت ہوا جو ان کے گلے میں پھنس کر رہ گیا بہت مدت تک وہ حکومت کا نقطۂ ضعف اور ایک اہم پروپیگنڈا اس کے خلاف شمار ہوتا رہا کہ جس کے حل سے عاجز تھے ۔ کبھی سادات کی موافقت

حاصل کرنے کے لئے فدک ان کو دے دیا جاتا تھا اور کبھی ان سے خشمناک ہوتے تھے تو واپس لے لیا جاتا تھا ۔ جب معاویہ کے ہاتھ میں اقتدار آیا تو اس نے فدک کا ایک تہائی مروان کو اور ایک تہائی عمر بن عثمان کو اور ایک تہائی اپنے بیٹے یزید کو بخش دیا ۔ مروان کی خلافت کے زمانے میں پورا فدک اس کے اختیار میں تھا اور اس نے اسے اپنے بیٹے عبدالعزیز کو دے دیا عبدالعزیز نے اسے اپنے بیٹے عمر بن عبدالعزیز کو دے دیا اور جب عمر بن عبدالعزیز خلافت پر متمکن ہوا تو فدک کو جناب حسن بن حسن یا علی بن الحسین کو واپس کر دیا ۔

عمر بن عبدالعزیز کی خلافت کے دوران فدک جناب فاطمہؑ کی اولاد کے ہاتھ میں رہا اور جب یزید بن عاتکہ کو حاکم بنایا گیا تو اس نے فدک جناب فاطمہؑ کی اولاد سے لے لیا اور پھر بنی مروان کے قبضے میں دے دیا ، یہ ان کے پاس رہا یہاں تک کہ خلافت ان کے ہاتھ سے نکل گئی ۔ جب سفّاح خلافت پر قابض ہوا تو اس نے فدک جناب عبداللہ بن حسن کو دے دیا اور جب ابوجعفر عباسی اولاد حسن پر غضبناک ہوا تو فدک ان سے واپس لے لیا اس کے بعد پھر مہدی عباسی نے فدک فاطمہؑ کی اولاد کو واپس کر دیا ، اس کے بعد موسیٰ بن مہدی اور ہارون نے اسے واپس لے لیا اور اس کے پاس مامون کے حاکم بننے تک رہا اور اس نے پھر فاطمہؑ کی اولاد کو واپس کر دیا ۔

ایک دن مامون قضاوت کی محفل میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک خط اسے دیا گیا ، جب اس نے اسے پڑھا تو رو دیا اس کے بعد کہا کہ فاطمہؑ کا وکیل کون ہے اور کہاں ہے ؟ ایک بوڑھا آدمی اٹھا اور اس کے نزدیک گیا ۔ مامون نے فدک کے بارے میں اس سے مباحثہ شروع کر دیا وہ بوڑھا اس پر غالب آیا ۔ تو

مامون نے حکم دیا کہ فدک کو قبالہ کی صورت میں لکھ کر اسے دے دیا جائے[۱] اس کے بعد یہ فاطمہؑ کی اولاد کے پاس متوکل کے زمانے تک رہا اس نے فدک کو عبداللہ بن عمر بازیار کو دے دیا۔

فدک میں خرما کے گیارہ درخت ایسے تھے کہ جنہیں خود رسول اللہؐ نے لگایا تھا فاطمہؑ کی اولاد ان درختوں سے خرما لے کر حج کے موقع پر حاجیوں کو ہدیہ دیتیں اور حاجی ان کے عوض ان کی اچھی خاصی مدد کر دیتے اور ان کے پاس اس ذریعہ سے اچھا خاصہ مال اکٹھا ہو جاتا۔ عبداللہ بن عمر بازیار نے بشران بن ابی امیہ ثقفی کو بھیجا اور ان درختوں کو کٹوا دیا۔[۱]

جناب فاطمہؑ کے مبارزات کا ہی نتیجہ تھا کہ جناب عمر باوجود اس سختی کے جو اس کے وجود میں تھی، جناب فاطمہؑ کو صدقات مدینہ بلکہ جو بھی جناب فاطمہؑ کے ادعا میں داخل تھے انہیں واپس کر دیئے تھے[۲]

---

۱ ۔ شرح ابن ابی الحدید، ج ۱۶ ص ۲۱۶۔
۲ ۔ کشف الغمہ، ج ۲ ص ۱۰۲۔

جناب فاطمہ موت کے نزدیک

جناب فاطمہؑ باپ کی وفات کے بعد چند مہینے سے زیادہ زندہ نہیں رہیں، اور اسی طرح تھوڑی مدت میں بھی اتنا روئیں کہ آپ کو زیادہ رونے والوں میں سے ایک قرار دیا گیا آپ کو کبھی ہنستے نہیں دیکھا گیا [۱]

جناب زہراؑ کے رونے کے مختلف عوامل اور سبب تھے سب سے زیادہ اہم سبب کہ جو آپ کی غیور اور حساس روح کو ناراحت کرتا تھا وہ یہ تھا کہ آپ دیکھ رہی تھیں کہ اسلام کی جوان ملت اپنے حقیقی اور صحیح راستے سے ہٹ گئی ہے اور ایک ایسے راستے پر گامزن ہو گئی ہے کہ بدبختی اور تفرقے اس کا حتمی انجام ہے

چونکہ حضرت زہراؑ نے اسلام کی ترقی سریع اور پیشرفت کو دیکھا تھا آپ کو توقع تھی کہ اسی طرح اسلام ترقی کرے گا اور تھوڑی سی مدت میں کفر اور بت پرستی کو ختم کر کے رکھ دے گا اور ستم کا قلع قمع کر دے گا، لیکن خلافت کے اصلی محور سے ہٹنے کی غیر متوقع صورت حال نے آپ کی امیدوں کے محل کو یکدم گرا دیا۔

---

[۱] - طبقات ابن سعد، ج ۲ حصہ ۲ ص ۸۵

ایک دن جناب ام سلمہؓ جناب فاطمہؑ کے پاس آئیں اور عرض کی اے پیغمبرؐ کی دختر آج رات صبح تک کیسے گزری؟ آپ نے فرمایا کہ غم و اندوہ میں کٹی۔ بابا مجھ سے جدا ہو گئے اور شوہر کی خلافت لے لی گئی اللہ اور رسولؐ کے دستور کے خلاف امامت اور خلافت کو علی سے چھینا گیا کیوں کہ لوگوں کو علیؑ سے کینہ تھا چونکہ وہ ان لوگوں کے آباء و اجداد کو بدر کی جنگ میں قتل کر چکے تھے [۱]

حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ جناب فاطمہؑ نے ایک دن اپنے باپ کی قمیص مجھ سے طلب کی جب میں نے ان کی قمیص انہیں دی تو اسے آپ نے سونگھا اور رونا شروع کر دیا اور اتنا روئیں کہ آپ بیہوش ہو گئیں میں نے جب یہ حالت دیکھی تو میں نے آپ کی قمیص ان سے چھپا دی [۲]

روایت میں ہے کہ جب پیغمبرؐ وفات پا گئے تو بلال نے جو آپ کے مخصوص موذن تھے اذان دینی بند کر دی تھی ایک دن جناب فاطمہؑ نے انہیں پیغام بھیجا کہ میری خواہش ہے کہ میں ایک دفعہ اپنے باپ کے موذن کی اذان سنو۔ بلال نے جناب فاطمہؑ کے حکم پر اذان دینی شروع کی اور اللہ اکبر کہا، جناب فاطمہؑ کو اپنے باپ کے زمانے کی یاد آگئی اور رونے پر قابو نہ پا سکیں اور جب بلال نے اشہد ان محمداً رسول اللہ کہا تو جناب فاطمہؑ نے باپ کے نام سننے پر ایک چیخ ماری اور غش کر گئیں۔ بلال کو خبر دی گئی کہ اذان دینا بند کر دو کیونکہ فاطمہؑ بیہوش ہو گئیں ہیں۔ بلال نے اذان روک دی جب جناب فاطمہؑ کو ہوش آیا تو بلال سے کہا کہ اذان کو پورا کرو انہوں نے عرض کی کہ آپ اگر اجازت دیں

---

[۱] - بحار الانوار، ج ۴۳ ص ۱۵۶ -

[۲] - بحار الانوار، ج ۴۳ ص ۱۵۷

تو باقی اذان نہ کہوں کیوں کہ مجھے آپ کے بے ہوش ہونے کا خوف ہے۔[1]

جناب فاطمہؑ اتنا روئیں کہ آپ کے رونے سے ہمسائے تنگ آگئے وہ حضرت علیؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ ہمارا اسلام جناب فاطمہؑ کو پہنچا دیں اور ان سے کہیں کہ یا رات کو روئیں اور دن کو آرام کریں یا دن کو روئیں اور رات کو آرام کریں کیونکہ آپ کے رونے نے ہمارا آرام ختم کر دیا ہے جناب فاطمہؑ نے ان کے جواب میں فرمایا کہ میری عمر ختم ہونے کو ہے میں زیادہ دنوں تک تم میں موجود نہ رہوں گی۔ آپ دن میں امام حسنؑ اور حسینؑ کا ہاتھ پکڑتیں اور جناب رسول خداؐ کی قبر پر چلی جاتیں اور وہاں رویا کرتیں اور اپنے بیٹوں سے کہتیں میرے پیارو یہ تمہارے نانا کی قبر ہے کہ جو تمہیں کندھے پر اٹھایا کرتے تھے اور تمہیں دوست رکھتے تھے اس کے بعد آپ بقیع کے قبرستان میں شہداء کی قبر پر جاتیں اور صدر اسلام کے سپاہیوں پر گریہ کرتیں حضرت علیؑ نے آپ کے آرام کے لئے بقیع میں سائبان بنا دیا تھا کہ جسے بعد میں بیت الحزن کے نام سے پکارا جانے لگا۔[2]

انس کہتا ہے کہ جب ہم پیغمبرؐ کے دفن سے فارغ ہو چکے اور گھر واپس لوٹ آئے تو جناب فاطمہؑ نے فرمایا اے انس کس طرح راضی ہوئے کہ پیغمبرؐ کے بدن پر مٹی ڈالو۔[3]

۱۔ بحارالانوار، ج ۴۳ ص ۱۵۶۔

۲۔ بحارالانوار، ج ۴۳ ص ۱۷۷۔

۳۔ اسد الغابۃ ابن اثیر، ج ۵ ص ۵۲۴۔ طبقات ابن سعد ج ۲ رقم ۲ ص ۸۳۔

محمود بن لبید کہتے ہیں کہ جناب فاطمہؑ اپنے والد کی وفات کے بعد جناب حمزہ کی قبر پر گریہ کرتی تھیں ایک دن میرا گزر احد کے شہداء سے ہوا تو میں نے فاطمہؑ کو دیکھا کہ جناب حمزہ کی قبر پر بہت سخت گریہ کر رہی ہیں میں نے صبر کیا یہاں تک کہ آپ نے توقف کیا، میں سامنے گیا اور سلام کیا اور عرض کی اے میری سردار آپ نے اپنے اس جانگداز گریہ سے میرا دل ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے آپ نے فرمایا کہ مجھے حق پہنچتا ہے کہ اس طرح کا گریہ کروں کیونکہ میں نے کیسا مہربان باپ اور پیغمبروں میں بہترین پیغمبر اپنے ہاتھ سے کھو دیا ہے، کتنا آپ کی زیارت کا مجھ میں شوق موجود ہے۔ میں نے عرض کی اے میری سردار میں دوست رکھتا ہوں کہ آپ سے ایک مسئلہ پوچھوں آپ نے فرمایا کہ پوچھو۔ میں نے عرض کیا رسول خداؐ نے اپنی زندگی میں حضرت علیؑ کی امامت کی تصریح کر دی تھی آپ نے فرمایا تعجب ہے۔ کیا تم نے غدیر کا واقعہ بھلا دیا ہے؟ میں نے عرض کی کہ غدیر کا واقعہ تو میں جانتا ہوں لیکن میں چاہتا ہوں یہ معلوم کروں کہ جناب رسول خداؐ نے اس بارے میں آپ سے کیا فرمایا ہے۔ آپ نے فرمایا خدا گواہ ہے کہ رسول خداؐ نے مجھ سے فرمایا تھا کہ میرے بعد علیؑ میرا خلیفہ اور امام ہے اگر اس کی اطاعت کی تو ہدایت پاؤ گے اور اگر اس کی مخالفت کی تو قیامت کے دن تک تم میں اختلاف موجود رہے گا۔[1]

۱۔ ریاحین الشریعہ، ج ۱ ص ۲۵۰۔

فاطمہؑ بیماری کے بستر پر

جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ جب قنفذ کی ان ضربات سے جو اس نے جناب فاطمہؑ کے نازنین جسم پر لگائی تھیں آپ کے بچے کا اسقاط ہو گیا اور اسی وجہ سے آپ ہمیشہ بیمار اور ضعیف رہیں یہاں تک کہ آپ بالکل بستر سے لگ گئیں[1]

حضرت علیؑ اور جناب اسماء بنت عمیس آپ کی تیمارداری کیا کرتے تھے[2]

ایک دن انصار اور مہاجرین کی عورتوں کی ایک جماعت آپ کی مزاج پرسی کے لئے حاضر ہوئی اور عرض کی اے رسول خداؐ کی دختر آپ کی حالت کیسی ہے ؟ آپ نے فرمایا قسم خدا کی میں دنیا سے کوئی علاقہ نہیں رکھتی تمہارے مردوں سے جب ان کا امتحان کر چکی ہوں تو دلگیر ہوں اور انہیں دور پھینک دیا ہے اور ان کے ہاتھ سے ملول خاطر ہوں ۔ ان کی متزلزل رائے اور سست عقیدہ اور ان کی بے حالی پر اف ہو ۔ کتنا برا انہوں نے کام انجام دیا ہے اور غضب الٰہی کے مستحق بنے ہیں ؟ دوزخ کی آگ میں ہمیشہ رہیں ۔ ہم نے خلافت اور امامت کو ان کے ہاتھ میں چھوڑ دیا ہے، لیکن اس کا عار اور ننگ ان کے دامن پر ہمیشہ رہے گا، ظلم کرنے والوں پر ذلت اور خواری ہوا کرتی ہے ان کی حالت پر افسوس اور وائے ہو ۔ کس طرح انہوں نے حضرت علیؑ سے خلافت کو چھینا ہے خدا کی قسم ان کا علیؑ سے دور رہنا اس کے

---

[1] ۔ دلائل الامامہ ص ۴۵ ۔ بحارالانوار، ج ۴۳ ص ۱۷۰ ۔

[2] ۔ بحارالانوار، ج ۴۳ ص ۲۱۱ ۔

علاوہ اور کچھ نہ تھا کہ حضرت علیؑ کی کاٹنے والی تلوار اور بہادری اور خدا کی راہ میں سخت حملے کرنے سے خوش نہ تھے ۔

خدا کی قسم اگر خلافت علیؑ کے ہاتھ سے نہ لی ہوتی اور علیؑ ان کی حکومت کی زمام اپنے ہاتھ میں لے لیتے تو وہ بہت آسانی سے انہیں خوش بختی اور سعادت کی طرف ہدایت کرتے اور بہت جلد ریاست طلب کا متقی اور سچے کا جھوٹے سے امتیاز ہو جاتا، بہت جلد ظالم اپنے اعمال کی سزا پالیتا، ان لوگوں کا کام بہت زیادہ تعجب آور ہے، ایسا کیوں کیا انہوں نے ؟ کس دلیل پر انہوں نے اعتماد اور تکیہ کیا ہے ؟ کون سی رسی سے تمسک کیا ہے ؟ اور کس خاندان کے خلاف انہوں نے اقدام کیا ہے ؟ علیؑ کی جگہ کس کا انتخاب کیا ہے ؟ خدا کی قسم علیؑ کی جگہ اتنی لیاقت والے کو نہیں لائے ؟ گمان کرتے ہیں کہ انہوں نے اچھا کام کیا ہے، حالانکہ انہوں نے غیر معقول کام انجام دیا ہے ۔ وہ خود بھی نہیں جانتے کہ انہوں نے اصلاح کی جگہ فساد اور فتنے کو ایجاد کیا ہے ۔ آیا وہ شخص جو لوگوں کو ہدایت کی طرف لے جائے پیروی کے لئے بہتر ہے یا وہ شخص جو ابھی ہدایت پانے کا دوسروں کی طرف محتاج ہو تم کس طرح فیصلہ دیتی ہو ؟ خدا کی قسم ان کے کردار اور آئندہ آنے والے حالات کا نتیجہ بعد میں ظاہر ہو گا لیکن تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ سوائے تازہ خون اور قتل کرنے والے زہر کے اور کوئی نتیجہ نہیں نکلے گا ۔

اس وقت ظلم کرنے والوں کا نقصان میں ہونا ظاہر ہو جائے گا ۔ اب تم ناگوار واقعات کے لئے تیار ہو جاؤ اور کاٹنے والی تلواروں اور دائمی گڑبڑ اور ڈکٹیٹر شپ کا انتظار کرو ۔ تمہارے بیت المال کو لوٹیں گے اور تمہارے منافع کو اپنی جیب میں ڈالیں گے تمہاری حالت پر افسوس ۔ اس

طرح کیوں ہو گئے ہو؟ تمہیں علم نہیں کہ کس خطرناک راستے پر چل پڑے ہو؟ نتائج سے ناواقف ہو؟ کیا ہم تم کو ہدایت پر مجبور کر سکتے ہیں جب کہ تم ہدایت کی طرف جانے کو پسند نہیں کرتے ہو[1]

زیادہ غم واندوہ

جناب زہراؑ کی بیماری اور کمزوری کی وجہ صرف سابقہ بیماری ہی نہ تھی بلکہ غم اور افکار اور زیادہ پریشانیاں بھی آپ پر بہت زیادہ روحانی فشار کا موجب بنی ہوئی تھیں جب بھی آپ اپنے چھوٹے سے کمرے میں چمڑے کے فرش پر گھاس سے پُر کئے ہوئے سرہانہ پر تکیہ کر کے سو رہی ہوتی تھیں تو آپ پر مختلف قسم کے افکار ہجوم کرتے۔ آہ کس طرح لوگوں نے میرے باپ کی وصیت پر عمل نہیں کیا اور میرے شوہر سے خلافت کو لے لیا؟ خلافت کے لے لینے کے آثار اور خطرناک نتائج قیامت تک باقی رہیں گے۔ جو خلافت ملت پر زبردستی اور حیلہ بازی سے مسلط کی جائے اس کا انجام اچھا نہیں ہوتا۔ مسلمانوں کی ترقی اور پیشرفت کی علت ان کا اتحاد اور اتفاق تھا وہ کتنا بڑا سرمایہ اور طاقت ان سے چھن گیا ہے؟ ان میں اندرونی اختلاف پیدا کر دیئے گئے ہیں۔ اسلام کے اقتدار کی تنہا جو طاقت تھی وہ پراگندگی اور اختلاف میں تبدیل کر دی گئی ہے۔ اسلام کو انہوں نے کمزوری اور پراگندگی اور ذلت

[1] ـ احتجاج طبرسی، ج ۱ ص ۱۴۵ ـ بحار الانوار، ج ۴۳ ص ۱۶۱ ـ شرح ابن ابی الحدید ج ۱۶ ص ۲۳۳ ـ بلاغات النساء، ص ۱۹

کے راستے پر ڈال دیا ہے۔

آہ! کیا میں رسولؐ کی عزیزہ وہی فاطمہؑ نہیں ہوں جو اب بیماری کے بستر پر پڑی ہوئی ہوں اور اس امت کے ضربات سے درد و کرب سے نالاں ہوں اور موت کا مشاہدہ کر رہی ہوں؟ پس پیغمبرؐ کی وہ تمام سفارشیں کہاں گئیں؟ خدایا علیؑ اس بہادری اور شجاعت کے باوجود کہ جو ان میں میں دیکھتی ہوں کس طرح گرفتار اور مجبور ہو گئے ہیں کہ اسلام کے مصالح کی حفاظت کے لئے ہاتھ پر ہاتھ رکھے اپنے صحیح حق کے جانے پر سکوت کو اختیار کر بیٹھے؟ آہ میری موت نزدیک ہو گئی اور جوانی کے عالم میں اس دنیا سے جا رہی ہوں اور دنیا کے غم اور غصے سے نجات حاصل کر رہی ہوں لیکن اپنے یتیم بچوں کا کیا کروں؟ حسنؑ اور حسینؑ، زینب اور کلثوم بے سرپرست اور یتیم ہو جائیں گے، آہ کتنی مصیبت میرے ان جگر گوشوں پر وارد ہوں گی میں نے کئی دفعہ اپنے باپ سے سنا ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ میرے حسنؑ کو زہر دے دیں گے اور حسینؑ کو تلوار سے قتل کر دیں گے ابھی سے اس پیشین گوئی کی علامتیں ظاہر ہونے لگی ہیں۔

آپ کبھی اپنے چھوٹے سے حسینؑ کو گود میں لے کر ان کی گردن کا بوسہ لیتیں اور ان کے مصائب پر آنسو بہاتیں اور کبھی آپ اپنے حسنؑ کو سینے سے لگا لیتیں اور ان کے معصوم لبوں پر بوسہ دیتیں اور کبھی زینب و کلثوم پر وارد ہونے والی مصیبتیں اور واقعات کو یاد کرتیں اور ان کے لئے گریہ کرتیں۔

جی ہاں! اس قسم کے پریشان کرنے والے افکار جناب زہراؑ کو تکلیف اور رنج دیتے تھے اور آپ دن بدن کمزور اور ضعیف ہوتی جا رہی تھیں۔

ایک روایت میں وارد ہوا ہے کہ جناب فاطمہؑ وفات کے وقت رو

رہی تھیں حضرت علیؑ نے فرمایا کہ آپ کیوں رو رہی ہیں ؟ آپ نے جواب دیا کہ آپ کے مستقبل کے واقعات اور مصائب پر رو رہی ہوں ۔ حضرت علیؑ نے فرمایا آپ نہ روئیں، قسم خدا کی اس قسم کے واقعات میرے نزدیک کوئی اہمیت نہیں رکھتے ۱؎

ناپسندیدہ عیادت

مسلمانوں کی عورتیں اور پیغمبرؐ کی رشتہ دار عورتیں اور پیغمبرؐ کے خاص اصحاب کبھی نہ کبھی جناب فاطمہؑ کی احوال پرسی اور عیادت کرتے تھے لیکن جناب عمر اور ابوبکر آپ کی عیادت سے رو کے گئے تھے کیوں کہ جناب زہراؑ نے پہلے سے ارادہ کر رکھا تھا کہ ان کے ساتھ قطع کلام رکھیں گی اس لئے آپ انہیں عیادت اور ملاقات کی اجازت نہ دیتی تھیں آہستہ آہستہ اراکین خلافت میں یہ خوف پیدا ہوا کہ کہیں جناب فاطمہؑ فوت نہ ہو جائیں اور وقت کے خلیفہ سے ناراض رہ کر انتقال کر گئیں تو یہ قیامت تک ان کے دامن پر ننگ اور عار کا دھبہ لگ جائے گا اسی لئے وہ عمومی افکار کے دباؤ میں تھے اور مجبور تھے کہ کسی طرح جناب فاطمہؑ کی عیادت کریں لہذا حضرت علیؑ سے انہوں نے باصرار تقاضہ کیا کہ ان کی ملاقات کے اسباب فراہم کریں ۔ حضرت علیؑ جناب فاطمہؑ کے پاس آئے اور فرمایا اے دختر رسولؐ ان دو آدمیوں نے آپ کی عیادت کرنے کی آپ سے اجازت چاہی ہے ۔ آپ کی اس میں کیا رائے ہے ؟

۱؎ ۔ بحارالانوار ، ج ۴۳ ص ۲۱۹ ۔

حضرت زہراؑ حضرت علیؑ کی حالت سے بخوبی واقف تھیں آپ نے عرض کیا گھر آپ کا ہے اور میں آپ کے اختیار میں ہوں آپ جس طرح مصلحت دیکھیں اس پر عمل کریں ۔ آپ نے یہ کہا اور اپنے سر کے اوپر چادر اوڑھ لی اور دیوار کی طرف منھ کر لیا، وہ دونوں آدمی اندر آئے اور سلام کیا اور احوال پرسی کی اور عرض کیا کہ ہم اپنی غلطی کا اعتراف کرتے ہیں آپ ہم سے راضی ہو جائیں ۔ جناب فاطمہؑ نے فرمایا کہ میں ایک چیز تم سے پوچھنا چاہتی ہوں اس کا جواب دو، انہوں نے عرض کی کہ فرمائیے، آپ نے فرمایا کہ تمہیں خدا کی قسم دیتی ہوں کہ آیا تم نے رسول خداؐ سے یہ سنا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ فاطمہؑ میرے جسم کا ٹکڑا ہے، جو اسے اذیت دے گا اس نے مجھے اذیت دی ہے، انہوں نے عرض کی ہاں ہم نے یہ حدیث آپ کے والد سے سنی ہے ۔ آپ نے اس کے بعد اپنے ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے اور کہا اے میرے خدا تو گواہ رہنا کہ انہوں نے مجھے اذیت دی ہے، ان کی شکایت تجھ سے اور تیرے رسولؐ سے کروں گی، نہیں میں ہرگز تم سے راضی نہ ہوں گی یہاں تک کہ والد سے ملاقات کروں، تمہارے کردار اور رفتار کو ان سے بیان کروں گی تاکہ وہؐ ہمارے درمیان قضاوت کریں ۱؎

فاطمہؑ کی وصیت

جناب زہراؑ کی بیماری تقریباً چالیس دن تک

۱؎ ۔ بحارالانوار ، ج ۴۳ ص ۱۹۸ ۔

طول پکڑ گئی لیکن ہر روز آپ کی حالت سخت تر ہوتی جا رہی تھی اور آپ کی بیماری میں شدت آتی جا رہی تھی۔ آپ نے ایک دن حضرت علیؑ سے کہا اے ابن عم ــــــ میں موت کے آثار اور علامتیں اپنے آپ میں مشاہدہ کر رہی ہوں مجھے گمان ہے کہ میں عنقریب اپنے والد سے ملاقات کر لوں میں آپ کو وصیت کرنا چاہتی ہوں۔ حضرت علیؑ جناب فاطمہؑ کے بستر کے قریب آ بیٹھے اور کمرہ کو خالی کرا دیا اور فرمایا اے دختر پیغمبرؐ جو کچھ آپ کا دل چاہتا ہے وصیت کیجئے اور یقین کیجئے کہ میں آپ کی وصیت پر عمل کروں گا۔ آپ کی وصیت کی انجام دہی کو اپنے ذاتی کاموں پر مقدم کروں گا۔ حضرت علیؑ نے جناب زہراؑ کے افسردہ چہرے اور حلقے پڑی ہوئی آنکھوں پر نگاہ کی اور رو دیئے، جناب فاطمہؑ نے پلٹ کر اپنی ان آنکھوں سے حضرت علیؑ کے غمناک اور پژمردہ مہربان چہرے کو دیکھا اور کہا اے ابن عم میں نے آج تک آپ کے گھر میں جھوٹ نہیں بولا اور نہ ہی خیانت کی ہے اور کبھی آپ کے احکام اور دستورات کو پس پشت ڈالا ہے۔

حضرت علیؑ نے فرمایا آپ کو اللہ تعالیٰ کی معرفت اور آپ کا تقویٰ اتنا قوی اور عالی ہے کہ آپ کے بارے میں اس کا احتمال تک نہیں دیا جا سکتا خدا کی قسم آپ کی جدائی اور فراق مجھ پر بہت سخت ہے لیکن موت کے سامنے کسی کا چارہ نہیں۔ خدا کی قسم تم نے میرے مصائب تازہ کر دیئے ہیں، تمہاری بے وقت موت میرے لئے ایک دردناک حادثہ ہے "انا للہ وانا الیہ راجعون"، یہ مصیبت کتنی ناگوار اور دردناک ہے؟ خدا کی قسم اس ہلاک کر دینے والی مصیبت کو میں کبھی نہیں فراموش کروں گا۔ کوئی چیز اس مصیبت سے تسلی بخش نہیں ہو سکتی اس

اس وقت دونو بزرگوار رو رہے تھے [۱]

جناب زہراؑ نے اپنے مختصر جملوں میں اپنی زندگی کے برنامے کو سمو دیا اپنی صداقت کے مقام اور پاکدامنی اور شوہر کی اطاعت کو اپنے شوہر سے بیان کیا حضرت علیؑ نے بھی آپ کے علمی عظمت اور پرہیزگاری و صداقت اور دوستی و زحمات کا شکریہ ادا کیا اور اپنی بے پناہ محبت اور لگاؤ کو آپ کی نسبت ظاہر کیا، اس وقت عواطف اور احساسات بھرے دونوں زن و شوہر میں، جو اسلام کے نمونہ اور مثال تھے، اس طرح ابھرے کہ دونوں اپنے رونے پر قابو نہ پا سکے اور کافی وقت تک دونوں روتے رہے اور اپنی مختصر سی ازدواجی زندگی پر جو محبت و صفا اور مہر و صداقت سے پر تھی گریہ کرتے رہے اور ایک دوسرے کو غیر معمولی زحمات اور گرفتاریوں اور مصائب پر روتے رہے تا کہ ہی آنکھوں کے آنسو ــــ ان کی اندرونی آگ جوان کے جسم کو جلا دینے کے نزدیک تھی ٹھنڈا کر سکیں۔

جب آپ کا گریہ ختم ہوا حضرت علیؑ نے جناب فاطمہؑ کا سر مبارک اپنے زانو پر رکھا اور فرمایا، اے پیغمبرؐ کی عزیز دختر جو آپ کا دل چاہتا ہے وصیت کریں اور مطمئن رہیں کہ میں آپ کی وصیتوں سے تخلف نہ کروں گا جناب فاطمہؑ نے یہ وصیتیں کیں۔

ا ــــ مرد بغیر عورت کے زندگی نہیں بسر کر سکتا اور آپ بھی مجبور ہیں کہ شادی کریں میری خواہش ہے کہ آپ میرے بعد امامہ سے شادی کیجئے

---

[۱] - بحار الانوار، ج ۴۳ ص ۱۹۱۔

گا، کیونکہ یہ میرے بچوں پر زیادہ مہربان ہے [1]

۲۔ میرے بچے میرے بعد یتیم ہو جائیں گے ان کے ساتھ نرمی سے پیش آنا ان کو سخت لہجہ سے نہ پکارنا۔ ان کی دلجوئی کے لئے ایک رات ان کے پاس رہنا ایک رات اپنی بیوی کے پاس [2]

۳۔ میرا اس طرح اور کیفیت کا تابوت بنانا تاکہ میرا جنازہ اٹھاتے وقت میرا جسم ظاہر نہ ہو پھر آپ نے اس تابوت کی کیفیت بیان کی [3]

۴۔ مجھے رات کو غسل دینا اور کفن پہنانا اور دفن کرنا اور ان آدمیوں کو اجازت نہ دینا جنہوں نے میرا حق غصب کیا ہے اور مجھے اذیت اور آزار دیا ہے کہ وہ میری نماز جنازہ یا تشییع میں حاضر ہوں [4]

۵۔ رسول خدا کی بیویوں میں سے ہر ایک کو بارہ وقیہ (گندم کا وزن) دینا

۶۔ بنی ہاشم کی ہر ایک عورت کو بھی بارہ وقیہ دینا۔

۷۔ امامہ کو بھی کچھ دینا [5]

۸۔ ذی الحسنی نامی باغ اور سافیہ اور دلال اور غراف اور حبشم اور ام ابراہیم نامی باغات جو سات عدد بنتے ہیں میرے بعد آپ کے اختیار میں ہوں گے اور آپ کے بعد حسنؑ اور حسنؑ کے بعد حسینؑ اور حسینؑ کے بعد ان کے بڑے لڑکے کے اختیار میں ہوں گے اس وصیت کے لکھنے والے

---

[1] ۔ مناقب ابن شہر آشوب، ج ۳ ص ۳۶۲ ۔

[2] ۔ بحار الانوار، ج ۴۳ ص ۱۷۵ ۔

[3] ۔ بحار الانوار، ج ۴۳ ص ۱۹۲ ۔

[5] ۔ دلائل الامامہ ص ۴۲ ۔

علیؑ اور گواہ مقداد اور زبیر تھے [1]

ابن عباس نے روایت کی ہے کہ یہ تحریری وصیت بھی آنحضرتؐ سے ہاتھ لگی ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ یہ وصیت نامہ فاطمہؑ پیغمبرؐ کی دختر کا ہے میں خدا کی وحدانیت کی گواہی دیتی ہوں اور گواہی دیتی ہوں کہ محمدؐ خدا کے رسول ہیں۔ بہشت و دوزخ حق ہیں، قیامت کے واقع ہونے میں شک نہیں ہے۔ خدا مردوں کو زندہ کرے گا، اے علیؑ خدا نے مجھے آپ کا ہمسر قرار دیا ہے تاکہ دنیا اور آخرت میں اکٹھے رہیں، میرا اختیار آپ کے ہاتھ میں ہے، اے علیؑ رات کو مجھے غسل و کفن دینا اور حنوط کرنا اور دفن کرنا اور کسی کو خبر نہ کرنا اب میں آپ سے وداع ہوتی ہوں، میرا سلام میری تمام اولاد کو جو قیامت تک پیدا ہوگی پہنچا دینا [2]

آپ اپنی زندگی کے آخری لمحات میں

جناب فاطمہؑ کی بیماری شدید ہوگئی اور آپ کی حالت خطرناک ہوگئی حضرت علیؑ ضروری کاموں کے علاوہ آپ کے بستر سے جدا نہ ہوتے تھے۔ جناب اسماء بنت عمیس آپ کی تیمارداری کیا کرتی تھیں۔ جناب امام حسن اور امام حسین اور زینب و ام کلثوم ماں کی یہ حالت دیکھ کر آپ سے

---

[1] ۔ دلائل الامامہ، ص ۴۲ ۔

[2] ۔ بحار الانوار، ج ۴۳ ص ۲۱۴ ۔

بہت کم جدا ہوا کرتے تھے، جناب فاطمہؑ کبھی مرض کی شدت سے بیہوش ہو جایا کرتی تھیں، کبھی آنکھیں کھولتیں اور اپنے عزیز فرزندوں پر حسرت کی نگاہ ڈالتیں۔

حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ جناب فاطمہؑ نے احتضار کے وقت آنکھیں کھولیں اور ایک تند نگاہ اطراف پر ڈالی اور فرمایا السلام علیک یا رسول اللہؐ اے میرے اللہ مجھے اپنے پیغمبرؐ کے ساتھ محشور کر خدایا مجھے اپنی بہشت اور اپنے جوار میں سکونت عنایت فرما اس وقت حاضرین سے فرمایا اب فرشتگان خدا اور جبرئیل موجود ہیں میرے بابا بھی حاضر ہیں اور مجھ سے فرما رہے ہیں کہ میرے پاس جلدی آؤ کہ یہاں تمہارے لئے بہتر ہے[1]

حضرت علیؑ نے فرمایا ہے کہ جناب فاطمہؑ نے مجھ سے وفات کی رات فرمایا کہ اے ابن عم ابھی جبرئیل مجھے سلام کرنے کے لئے حاضر ہوئے اور کہہ رہے ہیں کہ خدا بعد از سلام فرماتا ہے کہ عنقریب تم بہشت میں والد سے ملاقات کروگی اس کے بعد آپ نے فرمایا وعلیکم السلام۔ اس کے بعد مجھ سے فرمایا اے ابن عم ابھی میکائیل نازل ہوئے اور اللہ کی طرف سے پیغام لائے اس کے بعد فرمایا وعلیکم السلام۔ اس وقت آپ نے آنکھیں کھولیں اور فرمایا ابن عم خدا کی قسم عزرائیل آگئے ہیں اور میری روح قبض کرنے کے لئے آئے ہیں اس وقت عزرائیل سے فرمایا کہ میری روح قبض کرلو لیکن نرمی سے۔ آپ نے زندگی کے آخری لمحہ میں فرمایا خدایا تیری طرف آؤں نہ آگ کی طرف، یہ کلمات آپ نے فرمائے اور اپنی نازنین آنکھوں کو بند کرلیا اور

[1] - دلائل الامامہ ص ۴۴۔

اور جان کو خالق جان کے سپرد کر دیا۔

اسماء بنت عمیس نے جناب زہراؑ کی وفات کا واقعہ اس طرح بیان کیا ہے کہ جب جناب فاطمہؑ کی وفات کا وقت قریب ہوا تو آپ نے مجھ سے فرمایا کہ میرے والد کی وفات کے وقت جبرئیلؑ کچھ کافور لے کر آئے تھے آپؐ نے اسے تین حصّوں میں تقسیم کر دیا تھا، ایک حصّہ اپنے لئے رکھا تھا ایک حصّہ حضرت علیؑ کے لئے اور ایک حصّہ مجھے دیا تھا اور میں نے اسے فلاں جگہ رکھا ہے اب مجھے اس کی ضرورت ہے اسے لے آؤ۔ جناب اسماء وہ کافور لے آئیں۔ آپ نے اس کے بعد ـــ آپ نے غسل کیا اور وضو کیا اور اسماء سے فرمایا میرے نماز کے کپڑے لے آؤ اور خوشبو بھی لے آؤ۔

جناب اسماء نے لباس حاضر کیا آپ نے وہ لباس پہنا اور خوشبو لگائی اور قبلہ رخ ہو کر اپنے بستر پر لیٹ گئیں اور اسماء سے فرمایا کہ آرام کرتی ہوں تھوڑی دیر ـــــــــــ بعد مجھے آواز دینا اگر میں نے جواب نہ دیا تو سمجھ لینا کہ میں دنیا سے رخصت ہو گئی ہوں اور علیؑ کو بہت جلدی اطلاع دے دینا، اسماء کہتی ہیں کہ میں نے تھوڑی دیر صبر کیا اور پھر میں کمرے کے دروازے پر آئی جناب فاطمہؑ کو آواز دی لیکن جواب نہ سنا تب میں نے لباس کو آپ کے چہرے سے ہٹایا تو دیکھا آپ دنیا سے گزر گئی ہیں، میں آپ کے جنازے پر گر گئی آپ کو بوسہ دیا اور روئی اچانک امام حسنؑ اور امام حسینؑ وارد ہو گئے اپنی والدہ کی حالت پوچھی اور کہا کہ اس وقت ہماری ماں کے سونے کا وقت نہیں ہے میں نے عرض کی اے میرے عزیزو تمہاری ماں دنیا سے رخصت ہو گئی ہیں۔

امام حسنؑ اور امام حسینؑ ماں کے جنازے پر گر گئے بوسہ دیتے اور روتے جاتے، امام حسنؑ کہتے تھے اماں مجھ سے بات کیجئے، امام حسینؑ کہتے تھے اماں جان میں تیرا حسینؑ ہوں قبل اس کے میری روح پرواز کر جائے مجھ سے بات کیجئے، جناب زہراؑ کے تیم مسجد کی طرف دوڑے تاکہ باپ کو ماں کی موت کی خبر دیں، جب جناب زہراؑ کی موت کی خبر علیؑ کو ملی تو آپ نے شدت غم اور اندوہ سے بیتاب ہو کر فرمایا۔ پیغمبرؐ کی دختر آپ میرے لئے سکون کا باعث تھیں، اب آپ کے بعد کس سے سکون حاصل کروں گا[1]

آپ کا دفن اور تشیع جنازہ

جناب زہراؑ کے گھر سے رونے کی آواز بلند ہوئی اہل مدینہ کو علم ہو گیا اور تمام شہر سے رونے اور گریہ کی آوازیں بلند ہونے لگیں لوگوں نے حضرت علیؑ کے گھر کا رخ کیا حضرت علیؑ بیٹھے ہوئے تھے جناب امام حسنؑ اور امام حسینؑ آپ کے اردگرد بیٹھے گریہ کر رہے تھے۔ جناب ام کلثوم روتی اور فرماتی تھیں یا رسول اللہؐ گویا آپ ہمارے پاس سے چلے گئے لوگ گھر کے باہر اجتماع کئے ہوئے تھے اور وہ حضرت زہراؑ کے جنازے کے باہر آنے کے منتظر تھے، اچانک جناب ابوذر گھر سے باہر نکلے اور کہا لوگو چلے جاؤ کیونکہ جنازے کی تشیع میں دیر کر دی گئی ہے[2]

۱۔ بحارالانوار، ج ۴۳ ص ۱۸۶۔

۲۔ بحارالانوار، ج ۴۳ ص ۱۹۲۔

جناب ابوبکر اور عمر نے حضرت علیؑ کو تعزیت دی اور عرض کیا یا ابالحسن مبادا ہم سے پہلے جناب فاطمہؑ پر نماز پڑھیں[1]

لیکن حضرت علیؑ نے اسماء کے ساتھ مل کر اسی رات جناب زہراؑ کو غسل و کفن دیا، جناب زہراؑ کے چھوٹے چھوٹے بچے جنازے کے اردگرد گریہ کر رہے تھے، جب آپ غسل و کفن سے فارغ ہو گئے تو آواز دی اے حسنؑ و حسینؑ اے زینب و ام کلثوم آؤ ماں کو وداع کر و کہ پھر ان کو نہ دیکھ سکو گے، جناب زہراؑ کے تیم، ماں کے نازنین جنازے پر گرے اور بوسہ دیا اور روئے، حضرت علیؑ نے ان کو جنازے سے ہٹایا[2]

جنازے پر نماز پڑھی اور جنازہ اٹھایا، جناب عباس، فضل، مقداد، سلمان، ابوذر، عمار، حسنؑ اور حسینؑ، عقیل، بریدہ، حذیفہ، ابن مسعود جنازے کی تشیع میں شریک ہوئے[3]

جب تمام آنکھیں سو رہی تھیں اندھیرے میں جنازے کو آہستہ آہستہ اور خاموشی کے ساتھ قبر کی طرف لے گئے تاکہ منافقین کو علم نہ ہو جائے اور دفن کرنے سے روک نہ دیں، جنازے کو قبر کے کنارے زمین پر رکھا گیا۔ امیرالمومنین حضرت علیؑ نے خود اپنی بیوی کے نازنین جسم کو اٹھایا اور قبر میں رکھ دیا اور قبر کو فوراً بند کر دیا[4]۔

۱۔ بحارالانوار، ج ۴۳ ص ۱۹۹۔

۲۔ بحارالانوار، ج ۴۳ ص ۱۷۹۔

۳۔ بحارالانوار، ج ۴۳ ص ۱۸۳۔

۴۔ بحارالانوار، ج ۴۳ ص ۱۸۲۔

حضرت علیؑ جناب زہراؑ کی قبر پر

جناب زہراؑ کے دفن کو مخفی اور بہت سرعت سے انجام دیا گیا تاکہ دشمنوں کو اطلاع نہ ہو اور وہ آپ کے دفن میں مانع نہ ہوں لیکن جب حضرت علیؑ جناب زہراؑ کے دفن سے فارغ ہوئے آپ پر بہت زیادہ غم و اندوہ نے غلبہ کیا آپ نے فرمایا اے خدا کس طرح میں نے پیغمبرؐ کی نشانی کو زمین میں دفن کیا ہے، کتنی مہربان بیوی، باصفا، پاکدامن اور فداکار کو اپنے ہاتھ سے دے بیٹھا ہوں! خدایا انہی نے میرا دفاع کرنے میں کتنے مصائب برداشت کئے ہیں کتنی میرے گھر میں زحمت اٹھائی ہے۔ آہ! زہراؑ کا اندرونی درد افسوس ان کے ٹوٹے ہوئے پہلو پر اور ان کے ورم کئے ہوئے بازو پر ان کے ساقط شدہ بچے پر، اے میرے خدا میری امید تھی کہ آخری زندگی تک اس مہربان بیوی کے ساتھ گزاروں گا لیکن افسوس اور صد افسوس کہ موت نے ہمارے درمیان جدائی ڈال دی ہے۔ آہ میں زہراؑ کے یتیم چھوٹے بچوں کا کیا کروں؟

رات کے اندھیرے میں آپ جناب رسول خداؐ کی قبر کی طرف متوجہ ہوئے اور عرض کی سلام ہو آپ پر اے رسول خداؐ میری طرف سے اور آپ کی پیاری دختر کی طرف سے جو ابھی آپ کی خدمت میں پہنچنے والی ہے اور آپ کے جوار میں دفن ہوئی ہے اور سب سے پہلے آپ سے جا ملی ہے، یا رسول اللہ میرا صبر ختم ہو گیا ہے لیکن اس کے سوا چارہ بھی نہیں ہے، جیسے آپ کی مصیبت پر صبر کیا ہے زہراؑ کے فراق پر بھی صبر کروں گا

یا رسول اللہؐ آپ کی روح میرے دامن میں قبض کی گئی میں آپ کی آنکھوں کو بند کرتا تھا میں تھا کہ جس نے آپ کے جسم مبارک کو قبر میں اتارا ہاں صبر کروں گا اور پڑھوں گا انا للہ و انا الیہ راجعون، یا رسول اللہؐ وہ امانت جو آپ نے میرے سپرد کی تھی اب آپؐ کے پاس لوٹ گئی ہے۔ زہراؑ میرے ہاتھ سے چھینی گئی ہے، آسمان اور زمین کی رونق ختم ہو گئی ہے، یا رسول اللہؐ میرے غم کی کوئی انتہا نہیں رہی میری آنکھوں سے نیند اڑ گئی ہے میرا غم و اندوہ ختم نہ ہو گا مگر جب کہ میں مروں گا اور آپؐ کے پاس پہنچوں گا یہ ایسے غم اور مصائب ہیں جو دل کے زخموں سے پیدا ہوئے ہیں، ہماری باصفا گھریلو زندگی کتنی جلدی لٹ گئی ہیں اپنے دل کے درد کو خدا سے بیان کرتا ہوں۔

یا رسول اللہؐ آپ کی دختر آپ کو خبر دے گی کہ آپ کی امت نے اتفاق کر کے خلافت کو مجھ سے چھین لیا اور زہراؑ کے حق پر قبضہ کر لیا۔

یا رسول اللہؐ حالات اور اوضاع کو اصرار سے جناب فاطمہؑ سے پوچھنا کیوں کہ ان کے دل میں بہت زیادہ درد موجود ہے جو یہاں ظاہر نہ کرسکی لیکن آپ سے وہ بیان کریں گی تاکہ خدا ہمارے اور ان لوگوں کے درمیان قضاوت کرے۔ یا رسول اللہؐ آپ کو وداع کرتا ہوں اس لئے نہیں کہ آپؐ کی قبر پر بیٹھنے سے تنگ گیا ہوں اور آپ سے رخصت ہوتا ہوں، اس لئے نہیں کہ یہاں ملول خاطر ہو گیا ہوں اور اگر آپؐ کی قبر پر بیٹھا رہوں تو اس لئے نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے اس وعدے پر "جو صبر کرنے والوں کو دیا گیا ہے" یقین نہیں رکھتا پھر بھی صبر کرنا تمام چیزوں سے بہتر ہے۔

یا رسول اللہؐ اگر دشمنوں کی شماتت کا خوف نہ ہوتا تو آپ کی قبر
پر بیٹھا رہتا اور اس مصیبت عظمیٰ پر روتا رہتا، یا رسول اللہؐ ہمارے
حالات ایسے تھے کہ ہم مجبور تھے کہ آپ کی بیٹی کو مخفی طور سے رات کی
تاریکی میں دفن کریں۔ اس کا حق لے لیا گیا اور اسے میراث سے محروم
رکھا گیا، یا رسول اللہؐ میں اپنے اندرونی درد کو خدا کے سامنے پیش کرتا
ہوں اور اس دردناک مصیبت پر آپؐ کو تسلیت پیش کرتا ہوں آپؐ
پر اور اپنی مہربان بیوی پر میرا درود ہو۔[1]

حضرت علیؑ نے دشمنوں کے خوف سے جناب زہراؑ کی قبر مبارک
کو ہموار کر دیا اور سات یا چالیس تازہ قبریں مختلف جگہ پر بنا دیں
تاکہ حقیقی قبر نہ پہچانی جا سکے۔[2]

اس کے بعد آپ اپنے گھر واپس لوٹ آئے، جناب ابوبکر اور
عمر اور دوسرے مسلمان دوسری صبح کو تشیع جنازہ کے لئے حضرت علیؑ کے
گھر کی طرف روانہ ہوئے۔ لیکن مقداد نے اطلاع دی کہ جناب فاطمہؑ کو
کل رات دفن کر دیا گیا ہے جناب عمر نے جناب ابوبکر سے کہا میں نے
نہیں کہا تھا کہ وہ ایسا ہی کریں گے؟ جناب عباس نے اس وقت کہا
کہ خود جناب فاطمہؑ نے وصیت کی تھی کہ مجھے رات کو دفن کر دیا جائے
اور ہم نے آپؑ کی وصیت کے مطابق عمل کیا ہے۔ جناب عمر نے کہا،
کہ بنی ہاشم کی دشمنی اور حسد ختم ہونے والا نہیں میں فاطمہؑ کی قبر کو کھود دونگا

۱۔ بحار الانوار، ج ۴۳ ص ۱۹۳۔

۲۔ بحار الانوار، ج ۴۳ ص ۱۸۳۔

اور اس پر نماز پڑھوں گا۔

حضرت علیؑ نے فرمایا اے عمر خدا کی قسم اگر تم ایسا کام کرو گے تو
میں تیرا خون تلوار سے بہا دوں گا ہرگز اجازت نہیں دوں گا کہ فاطمہؑ
کے جنازے کو قبر سے باہر نکالا جائے۔ جناب عمر نے حالت کو خطرناک
بھانپ لیا اور اپنے اس ارادے سے منحرف ہو گئے۔[1]

وفات کی تاریخ

بظاہر اس امر میں شک کی گنجائش نہیں کہ جناب
زہراؑ کی وفات گیارہ ہجری کو ہوئی ہے کیونکہ پیغمبرؐ دس ہجری کو حجۃ الوداع
کے سفر پر تشریف لے گئے اور گیارہویں ہجری کے ابتدا میں آپ نے وفات
پائی مورخین کا اس پر اتفاق ہے کہ جناب فاطمہؑ آپ کے بعد ایک سال سے
کم زندہ رہیں، لیکن آپ کی وفات کے دن اور مہینے میں بہت زیادہ
اختلاف ہے۔

دلائل الامامہ کے مؤلف اور کفعمی نے مصباح میں اور سید نے اقبال
میں اور محدث قمی نے منتہی الآمال میں آپ کی وفات تیسری جمادی الثانی
کو بتلائی ہے۔

ابن شہر آشوب نے مناقب میں آپ کی وفات تیرہ ربیع الثانی میں
بتائی ہے۔

ابن جوزی نے تذکرۃ الخواص میں اور طبری نے اپنی تاریخ میں

۱۔ بحار الانوار، ج ۴۳ ص ۱۹۰۔

فرمایا ہے کہ جناب زہراؑ نے تیسری رمضان المبارک کو وفات پائی مجلسیؒ نے بحارالانوار میں بھی یہ محمد بن عمر سے نقل کیا ہے۔

مجلسیؒ نے بحارالانوار میں محمد بن ہیثم سے نقل کیا ہے کہ جناب فاطمہؑ کی وفات بیس جمادی الثانی کو ہوئی۔

محمد تقی سپہر نے ناسخ التواریخ میں ستائیس جمادی الاوّل کو آپ کی وفات بتلائی ہے۔

یہ اتنا بڑا اختلاف اس لئے پیدا ہوا ہے کہ اس میں اختلاف ہے کہ حضرت زہراؑ باپ کے بعد کتنے دن زندہ رہیں۔

۷۵ دن: کلینی نے کافی میں اور دلائل الامامہ کے موٴلف نے لکھا ہے کہ جناب فاطمہؑ پیغمبرؐ کے بعد پچھتر دن زندہ رہی ہیں۔ سید مرتضیٰ نے عیون المعجزات میں اسی قول کو اختیار کیا ہے اس قول کی دلیل وہ روایت ہے جو امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس بارے میں وارد ہوئی ہے امام جعفر صادقؑ نے فرمایا ہے کہ جناب فاطمہؑ پیغمبرؐ کے بعد پچھتر دن زندہ رہی ہیں[1]

۷۲ دن: ابن شہر آشوب نے مناقب میں لکھا ہے کہ فاطمہؑ باپ کے بعد بہتر دن زندہ رہیں۔

۳ مہینے: ابوالفرج نے مقاتل الطالبین میں لکھا ہے کہ جناب زہراؑ کی زندگی میں پیغمبرؐ کے بعد اختلاف ہے، لیکن آٹھ مہینہ سے زیادہ اور چالیس دن سے کمتر نہ تھی، لیکن صحیح قول وہی ہے کہ جو جعفر صادق علیہ السلام

---

[1] اصول کافی، ج ۱، ص ۲۴۱۔

سے روایت ہوا ہے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ حضرت زہراؑ رسول خداؐ کے بعد تین مہینے زندہ رہیں[2] اس قول کو صاحب کشف الغمہ نے دولابی سے اور ابن جوزی نے عمر ابن دینار سے بھی نقل کیا ہے۔

۴۰ دن: مجلسی نے بحارالانوار میں جناب فضہؑ سے جو جناب زہراؑ کی کنیز تھیں اور کتاب روضۃ الواعظین میں ابن عباس سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا ہے کہ حضرت زہراؑ باپ کے بعد چالیس دن زندہ رہی ہیں شہر ابن آشوب نے مناقب میں اسی قول کو قربانی سے نقل کیا ہے۔

۶ مہینے: مجلسی نے بحارالانوار میں امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ حضرت زہراؑ باپ کے بعد چھ مہینے زندہ رہیں، کشف الغمہ میں اسی قول کو ابی شہاب اور زہری اور عائشہ اور عروہ بن زبیر سے نقل کیا ہے۔ ابن جوزی نے تذکرۃ الخواص میں ایک قول چھ مہینے سے دس دن کم کا نقل کیا ہے۔

۴ مہینے: ابن شہر آشوب نے مناقب میں چار مہینے کا قول نقل کیا ہے۔

۹۵ دن: امام محمد باقرؑ سے روایت کی گئی ہے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ جناب فاطمہؑ باپ کے بعد پچانوے دن زندہ رہیں۔

۷۰ دن: ابن جوزی نے تذکرۃ الخواص میں امام جعفر صادقؑ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ جناب فاطمہؑ باپ کے بعد ستر دن زندہ رہیں۔

۲ مہینے، ۸ مہینے اور ۱۰۰ دن: مجلسی نے بحارالانوار میں دو مہینے اور آٹھ مہینے اور سو دن کا قول بھی نقل کیا ہے۔

---

[2] مقاتل الطالبین، ص ۳۱۔

پیغمبرؐ کی وفات کی تاریخ میں بھی اختلاف ہے شیعہ علماء کے درمیان مشہور یہ ہے کہ آپ کی وفات اٹھائیس صفر کو ہوئی لیکن اہل سنت کے اکثر علماء نے آپ کی وفات کو بارہ ربیع الاول کہی ہے اور دوسری ربیع الاول بھی کہی گئی ہے۔

حضرت زہراؑ کا والد کی وفات کے بعد زندہ رہنے میں تیرہ قول ہیں اور جب ان کو جناب رسول خداؐ کی وفات کے اقوال کے ساتھ ملاکر دیکھا جائے تو پھر جناب فاطمہؑ کی وفات میں دن اور مہینے کے لحاظ سے بہت کافی احتمال ہو جائیں گے یعنی تیرہ کو جب تین سے ضرب دیں گے تو حاصل ضرب انتالیس اقوال ہو جائیں گے۔ لیکن محققین پر یہ امر پوشیدہ نہیں کہ اس معاملے میں آئمہ علیہم السلام کے اقوال اور آراء ہی دوسرے اقوال پر مقدم ہوں گے کیوں کہ حضرت زہراؑ کی اولاد دوسروں کی نسبت اپنی ماں کی وفات سے بہتر طور پر باخبر تھی۔ لیکن جیسا کہ آپ نے ملاحظہ کیا ہے خود آئمہ علیہم السلام کی روایات اس باب میں مختلف وارد ہوئی ہیں اس لئے کہ روایات میں پچھتر دن اور پنچانوے دن اور ستر دن اور تین مہینے اور چھ مہینے بھی وارد ہوئے ہیں۔

اگر پیغمبرؐ کی وفات کو اٹھائیس صفر تسلیم کر لیں اور پھر پچھتر دن کی روایت کا لحاظ کریں تو آپؑ کی وفات اس لحاظ سے ۱۳ اور ۱۵ جمادی الاول کو ہی محتمل ہوگی اور اگر پنچانوے دن کی روایت کا لحاظ کریں تو پھر تیسری یا پانچویں جمادی الثانی کو آنحضرت کی وفات ممکن ہوگی۔

اسی طرح آپ خود حساب کر سکتے ہیں اور جو احتمال بن سکتے ہیں انہیں معلوم کر سکتے ہیں۔

جناب زہراؑ کی عمر کے بارے میں بھی ۱۸، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۵ سال

جیسے اختلافات موجود ہیں اور چونکہ پہلے ہم اس کی طرف اشارہ کر چکے ہیں لہذا یہاں دوبارہ تکرار کرنے کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔

جناب فاطمہؑ کی قبر مبارک

ہم نے پہلے ذکر کیا ہے کہ خود جناب فاطمہؑ نے ارادہ کیا تھا کہ آپ کی قبر مخفی رہے اسی لئے حضرت علیؑ نے آپؑ کو رات کی تاریکی میں دفن کیا اور آپ کی قبر کو زمین سے ہموار کر دیا اور چالیس تازہ قبروں کی صورت بنا دی تاکہ دشمن اشتباہ میں رہیں اور آپ کی حقیقی قبر کی جگہ معلوم نہ کر سکیں گرچہ خود حضرت علیؑ اور ان کی اولاد اور خاص اصحاب اور رشتہ دار آپ کی قبر کی جگہ جانتے تھے۔ لیکن انہیں جناب زہراؑ کی سفارش تھی کہ قبر کو مخفی رکھیں لہذا ان میں سے کوئی بھی حاضر نہ ہوتا تھا کہ آپؑ کی قبر کی نشاندہی کرتا یہاں تک کہ ایسے قرائن اور آثار بھی نہیں چھوڑے گئے کہ جس سے آپ کی قبر معلوم کی جا سکے۔ آئمہ طاہرین یقینی طور سے آپ کی قبر سے آگاہ تھے لیکن انہیں بھی اس کی اجازت نہ تھی کہ وہ اس راز الٰہی کو فاش اور ظاہر کریں۔ لیکن اس کے باوجود اہل تحقیق نے اس کی جستجو میں کمی نہیں کی اور ہمیشہ اس میں بحث و گفتگو کرتے رہے لہذا بعض قرائن اور امارات سے آپ کے دفن کی جگہ کو انہوں نے بتلایا ہے۔

۱۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ آپ جناب پیغمبرؐ کے روضہ میں ہی دفن ہیں۔ مجلسی نے محمد بن ہمام سے نقل کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے جناب فاطمہؑ کو رسولؐ کے روضہ میں دفن کیا ہے لیکن قبر کے آثار کو بالکل

مٹا دیا۔ نیز مجلسیؒ نے جناب فضہ سے نقل کیا ہے کہ آپ نے کہا کہ جناب فاطمہؑ کی نماز جنازہ روضہ رسولؐ میں پڑھی گئی اور آپ کو رسولؐ کے روضہ میں ہی دفن کر دیا گیا۔

شیخ طوسی نے فرمایا ہے کہ بظاہر جناب فاطمہؑ کو جناب رسول خداؐ کے روضہ میں یا اپنے گھر میں دفن کیا گیا ہے اس احتمال کے لئے مزید دلیل جو لائی جا سکتی ہے وہ وہ روایت ہے کہ جو رسول خداؐ سے نقل کی گئی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میری قبر اور میرے منبر کے درمیان جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔[1]

دوسری دلیل یہ ہے کہ لکھا ہے کہ حضرت علیؑ نے روضۂ پیغمبرؐ پر فاطمہؑ کی نماز پڑھی اور اس کے بعد پیغمبرؐ کو مخاطب کیا اور فرمایا میرا اور آپ کی دختر کا آپ پر سلام ہو جو آپ کے جوار میں دفن ہے۔

۲۔ مجلسیؒ نے ابن بابویہؒ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میرے نزدیک یہ بات صحیح ہے کہ جناب فاطمہؑ کو اپنے گھر میں دفن کیا تھا اور جب بنی امیہ نے مسجد نبوی کی توسیع کی تو جناب فاطمہؑ کی قبر مسجد میں آ گئی۔ مجلسیؒ نے محمد ابن ابی نصر سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے جناب ابو الحسنؑ سے پوچھا کہ جناب فاطمہؑ کی قبر کہاں ہے تو آپ نے فرمایا کہ اپنے گھر میں مدفون ہیں اور بعد میں مسجد میں آ گئی ہیں جب مسجد کی توسیع کی گئی۔

۳۔ صاحب کشف الغمہ لکھتے ہیں کہ مشہور یہی ہے کہ جناب فاطمہؑ کو بقیع میں دفن کیا گیا۔ سید مرتضیٰؒ نے بھی عیون المعجزات میں یہی قول اختیار کیا ہے

---

[1] ۔ بحار الانوار، ج ۴۳ ص ۱۸۵۔

ابن جوزی لکھتے ہیں کہ یہ بھی کہا گیا ہے کہ جناب فاطمہؑ بقیع میں مدفون ہیں یہ مطلب شاید اس لئے سمجھا گیا ہو کہ حضرت علیؑ نے چالیس تازہ قبریں بقیع میں بنائی تھیں اور جب بعض نے ان قبروں میں جناب فاطمہؑ کے جنازے کو نکالنے کا ارادہ کیا تو حضرت علیؑ خشمناک اور غصے میں آ گئے تھے اور انہیں قتل کرنے کی دھمکی بھی دے دی تھی پس معلوم ہوتا ہے کہ ان قبروں میں سے ایک قبر جناب زہراؑ کی تھی۔

۴۔ ابن جوزی لکھتے ہیں کہ بعض نے لکھا ہے کہ جناب فاطمہؑ کو عقیل کے گھر کے قریب دفن کیا گیا تھا آپ کی قبر سے راستے تک سات ذرع کا فاصلہ ہے۔ عبد اللہ بن جعفر نے کہا ہے کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ جناب فاطمہؑ کی قبر عقیل کے گھر کے قریب واقع ہے ـــ ان چار احتمالات میں سے پہلا اور دوسرا احتمال ترجیح رکھتا ہے۔

حصّۂ ہفتم

حضرت زہراؑ کا جناب ابوبکر سے اختلاف اور اس کی تحقیق

واقعۂ فدک اور جناب زہراؑ کا جناب ابوبکر سے اختلاف و نزاع صدر اسلام سے لے کر آج تک ہمیشہ علماء اور دانشمندوں کے درمیان مورد بحث و تحقیق رہا ہے۔ اس موضوع پر بہت زیادہ کتابیں لکھی جا چکی ہیں ان تمام مباحث کا ذکر کرنا جب کہ اس کتاب کی غرض جناب فاطمہؑ کی زندگی کے ان واقعات کی تشریح کرنی ہے جو لوگوں کے لئے علمی درس ہوں، بہت زیادہ مناسبت نہیں رکھتا اور ہم پہلے سادہ اور مختصر طور پر اس کی طرف اشارہ بھی کر چکے ہیں لیکن پڑھے لکھے لوگ ایک سطح کی معلومات نہیں رکھتے بلکہ ان میں بعض حضرات محقق ہوا کرتے ہیں کہ جو چاہتے ہیں کہ اس حساس اور مہم موضوع پر جو صدر اسلام سے مورد بحث رہا ہے زیادہ تحقیق اور دقت کی جانی چاہئے اور اس واقعہ کو علمی لحاظ سے مورد بحث اور تحقیقی لحاظ سے ہونا چاہئے لہذا ہم اس حصے کو سابقہ بحث کی بہ نسبت تفصیل سے بحث کرنے کے لئے اس موضوع میں وارد ہو رہے ہیں تاکہ اس موضوع پر زیادہ بحث کی جائے۔

اختلاف اور نزاع کا موضوع

جو لوگ اس بحث میں وارد ہوئے ہیں اکثر نے صرف فدک کے اطراف میں بحث کی ہے کہ گویا نزاع اور اختلاف کا موضوع صرف فدک میں منحصر ہے اسی وجہ سے یہاں پر کافی اشکالات اور ابہام پیدا ہو گئے ہیں لیکن جب اصلی مدارک کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ اختلاف کا موضوع صرف فدک میں منحصر نہیں ہے بلکہ بعض دوسرے امور میں بھی اختلاف اور نزاع موجود ہے۔ مثلاً:

جناب عائشہ نے نقل کیا ہے کہ فاطمہؑ نے کسی کو ابوبکر کے پاس بھیجا اور اپنے باپ کی میراث کا مطالبہ کیا، جناب فاطمہؑ نے اس وقت کئی چیزوں کا مطالبہ کیا تھا۔ اول: پیغمبرؐ کے وہ اموال جو مدینہ میں موجود تھے۔ دوم: فدک۔ سوم: خیبر کا باقیماندہ خمس۔ جناب ابوبکر نے جناب فاطمہؑ کو جواب بھجوایا کہ پیغمبرؐ نے فرمایا ہے کہ ہم میراث نہیں چھوڑتے جو کچھ ہم سے باقی رہ جائے وہ صدقہ ہو گا اور آل محمد بھی اس سے ارتزاق کر سکیں گے۔ خدا کی قسم میں رسول خداؐ کے صدقات کو تغییر نہیں دوں گا اور اس کے مطابق عمل کروں گا۔ جناب ابوبکر تیار نہ ہوئے کہ کوئی چیز جناب فاطمہ کو دیں اسی لئے جناب فاطمہؑ ان پر غضبناک ہوئیں اور آپ نے کنارہ کشی اختیار کر لی اور وفات تک ان سے گفتگو اور کلام نہ کیا[1]

---

[1] شرح ابن ابی الحدید، ج ۱۶ ص ۲۱۷

ابن ابی الحدید لکھتے ہیں کہ جناب فاطمہؑ نے جناب ابوبکر کو پیغام دیا کہ کیا تم رسول خداؐ کے وارث یا ان کے رشتہ دار اور اہل ہو؟ جناب ابوبکر نے جواب دیا کہ وارث ان کے اہل اور رشتہ دار ہیں جناب فاطمہؑ نے فرمایا کہ پس رسول خداؐ کا حصہ غنیمت سے کہاں گیا؟ جناب ابوبکر نے کہا کہ میں نے آپ کے والد سے سنا ہے کہ آپؐ نے فرمایا ہے کہ خدا نے پیغمبرؐ کے لئے طعمہ (خوراک) قرار دیا ہے اور جب اللہ ان کی روح قبض کر لیتا ہے تو وہ مال ان کے خلیفہ کے لئے قرار دے دیتا ہے میں آپ کے والد کا خلیفہ ہوں مجھے چاہیئے کہ اس مال کو مسلمانوں کی طرف لوٹا دوں[1]

عروہ نے نقل کیا ہے کہ حضرت فاطمہؑ کا اختلاف اور نزاع جناب ابوبکر سے فدک اور ذوی القربیٰ کے حقے کے مطالبہ کے سلسلے میں تھا لیکن جناب ابوبکر نے انہیں کچھ بھی نہ دیا اور ان کو خدا کے اموال کا جزو قرار دے دیا[2]

جناب حسن بن علی بن ابی طالب فرماتے ہیں کہ جناب ابوبکر نے جناب فاطمہؑ اور بنی ہاشم کو ذوی القربیٰ کے سہم اور حصے سے محروم کر دیا اور اسے سبیل اللہ کا حصہ قرار دے کر ان سے جہاد کے لئے اسلحہ اور اونٹ اور خچر خریدتے تھے[3]

ان مطالب سے معلوم ہو جائے گا کہ حضرت فاطمہؑ فدک کے علاوہ بعض دوسرے موضوعات میں جیسے رسول خدا کے ان اموال میں جو مدینے

---

[1] شرح ابن ابی الحدید، ج ۱۶ ص ۲۱۹۔
[2] شرح ابن ابی الحدید، ج ۱۶ ص ۲۳۰۔
[3] شرح ابن ابی الحدید، ج ۱۶ ص ۲۳۱۔

میں تھے اور خیبر کے خمس سے جو باقی رہ گیا تھا اور غنائم سے رسول خدا کے سہم اور ذوی القربیٰ کے سہم میں بھی جناب ابوبکر کے ساتھ نزاع رکھتی تھیں لیکن بعد میں یہ مختلف موضوع خلط ملط کر دیئے گئے کہ جن کی وجہ سے جناب فاطمہؑ کے اختلاف اور نزاع میں ابہامات اور اشکالات رونما ہو گئے حقیقت اور اصل مذہب کے واضح اور روشن ہو جانے کے لئے ضروری ہے کہ تمام موارد نزاع کو ایک دوسرے سے علیحدہ اور جدا کیا جائے اور ہر ایک میں علیحدہ بحث اور تحقیق کی جائے۔

پیغمبرؐ کے شخصی اموال

پیغمبرؐ کی کچھ چیزیں اور مال ایسے تھے جو آپ کی ذات کے ساتھ مخصوص تھے اور آپ ہی اس کے مالک تھے جیسے مکان اور اس کے وہ کمرے کہ جس میں آپؐ اور آپؐ کی ازواج رہتی تھیں آپ کا شخصی لباس اور گھر کے اسباب جیسے فرش اور برتن وغیرہ تلوار، زرہ، نیزہ، سواری کے حیوانات جیسے گھوڑا، اونٹ، خچر۔ اور وہ حیوان جو دودھ دیتے تھے جیسے گوسفند اور گائے وغیرہ۔ ان تمام چیزوں کے پیغمبر اسلام مالک تھے اور یہ چیزیں احادیث اور تاریخ کی کتابوں میں تفصیل کے ساتھ درج ہیں[1]

بظاہر اس میں کوئی شک نہ ہوگا کہ یہ تمام چیزیں آپ کی ملک تھیں اور آپ کی وفات کے بعد یہ اموال آپ کے ورثا کی طرف منتقل ہو گئے۔

---

[1] مناقب شہر ابن آشوب، ج ۱ ص ۱۶۸۔ کشف الغمہ ج ۲ ص ۱۲۲

حسن بن علی وشاء کہتے ہیں کہ میں نے امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی کہ کیا رسول خداؐ نے فدک کے علاوہ بھی کوئی مال چھوڑا تھا؟ تو آپ نے فرمایا ہاں، مدینہ میں چند باغ تھے جو وقف تھے اور چھ گھوڑے تین عدد ناقہ کہ جن کے نام عضباء اور صہبا، اور دیباج تھے، دو عدد خچر جن کا نام شبا، اور دلدل تھا، ایک عدد گدھا بنام یعفور، دو عدد دودھ دینے والی گوسفند، چالیس اونٹنیاں دودھ دینے والی، ایک تلوار ذوالفقار نامی، ایک زرہ بنام ذات الفضول عمامہ بنام سحاب، دو عدد برد یمانی ایک انگوٹھی، ایک عدد عصا بنام ممشوق، ایک فرش لیف کا، دو عدد عبا، کئی چمڑے کے تکئے ——— پیغمبرؐ یہ چیزیں رکھتے تھے آپ کے بعد یہ تمام چیزیں جناب فاطمہؑ کی طرف سوائے زرہ، شمشیر، عمامہ اور انگوٹھی کے منتقل ہو گئیں تلوار، زرہ، عمامہ اور انگوٹھی حضرت علیؑ کو دیئے گئے[1]

پیغمبرؐ کے وارث آپ کی ازواج اور جناب فاطمہ زہراؑ تھیں۔ تاریخ میں اس کا ذکر نہیں آیا کہ پیغمبرؐ کے ان اموال کو ان کے ورثا میں تقسیم کیا گیا تھا لیکن بظاہر اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ کے امکانات آپ کی ازواج ہی کو دے دیئے گئے تھے کہ جن میں وہ آپ کے بعد رہتی رہیں، بعض نے یہ کہا ہے کہ پیغمبر اکرمؐ نے اپنی زندگی میں یہ مکانات اپنی ازواج کو بخش دیئے تھے اور اس مطلب کو ثابت کرنے کے لئے اس آیت سے استدلال کیا گیا ہے۔

وقرن فی بیوتکن ولا تبرجن تبرّج

---

[1] کشف الغمہ، ج ۲ ص ۱۲۲۔

الجاھلیة الاولیٰ "۔ ؎۱

کہا گیا ہے کہ خداوند عالم نے اس آیت میں حکم دیا ہے کہ اپنے گھروں میں رہتی رہو اور جاہلیت کے دور کی طرح باہر نہ نکلو۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ گھر ان کے تھے تب تو اس میں رہنے کا حکم دیا گیا ہے ورنہ حکم اس طرح دیا جاتا کہ تم پیغمبرؐ کے گھروں میں رہتی رہو۔ لیکن اہل تحقیق پر یہ امر پوشیدہ نہیں کہ یہ آیت اس مطلب کے ثابت کرنے کے لئے کافی نہیں ہے کیوں کہ اس طرح کی نسبت دے دینا عرفی گفتگو میں زیادہ ہوا کرتی ہے اور صرف کسی چیز کا کسی طرف منسوب کر دینا اس کے مالک ہونے کی دلیل نہیں ہوا کرتا۔ مرد کی ملک کو اس کی بیوی اور اولاد کی طرف منسوب کیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے تمہارا گھر، تمہارا باغ، تمہارا فرش، تمہارے برتن حالانکہ ان تمام کا اصلی مالک ان کا باپ یا شوہر مرد ہوا کرتا ہے۔ کسی چیز کو منسوب کرنے کے لئے معمولی سی مناسبت بھی کافی ہوا کرتی ہے جیسے کرائے پر مکان لے لینا یا اس میں رہ لینے سے بھی کہا جاتا ہے تمہارا گھر، چونکہ پیغمبرؐ نے ہر ایک بیوی کے لئے ایک ایک کمرہ مخصوص کر رکھا تھا اس لئے کہا جاتا تھا جناب عائشہ کا گھر یا جناب ام سلمہ کا گھر یا جناب زینب کا گھر یا جناب ام حبیبہ کا گھر لہٰذا اس آیت سے یہ مستفاد نہیں ہوگا کہ پیغمبر اکرمؐ نے یہ مکانات ان کو بخش دیئے تھے۔ اس کے علاوہ اور کوئی بھی دلیل موجود نہیں جو یہ بتلائے کہ یہ مکان ان کی ملک میں تھا، لہٰذا کہنا پڑے گا کہ ازواج نے یا تو مکانات اپنے ارث کے حصے کے طور پر لے رکھے تھے یا اصحاب نے پیغمبرؐ کے احترام

؎۱۔ سورۂ احزاب آیت ۳۳۔

میں انہیں وہیں رہنے دیا جہاں وہ پیغمبرؐ کی زندگی میں رہ رہی تھیں۔ جناب فاطمہؑ ان مکانوں کے ورثاء میں سے ایک تھیں آپ نے بھی اسی لحاظ سے اپنے حق کا ان سے مطالبہ نہیں کیا اور انہی کو اپنا حصہ تا حیات دیئے رکھا۔ خلاصہ اس میں کسی کو شک نہیں کرنا چاہیئے کہ رسول خداؐ نے اس قسم کے اموال بھی چھوڑے ہیں جو ورثاء کی طرف منتقل ہوئے اور ان کو قانون وراثت اور آیات وراثت شامل ہوئیں۔

فدک

مدینہ کے اطراف میں ایک علاقہ ہے کہ جس کا نام فدک ہے مدینہ سے وہاں تک دو دن کا راستہ ہے۔ یہ علاقہ زمانۂ قدیم میں بہت آباد اور سرسبز اور درختوں سے پر تھا۔ معجم البلدان والے لکھتے ہیں کہ اس علاقہ میں خرمے کے بہت درخت تھے اور اس میں پانی کے چشمے تھے کہ جس سے پانی ابلتا تھا ہم نے پہلے بھی ثابت کیا ہے کہ فدک کوئی معمولی اور بے ارزش علاقہ نہ تھا بلکہ آباد اور قابل توجہ تھا۔

یہ علاقہ یہودیوں کے ہاتھ میں تھا جب ۷ھ ہجری کو خیبر کا علاقہ فتح ہو گیا تو فدک کے یہودیوں نے اس سے مرعوب ہو کر کسی آدمی کو پیغمبرؐ کے پاس روانہ کیا اور آپ سے صلح کرنے کی خواہش کی۔

ایک اور روایت میں نقل ہوا ہے کہ پیغمبر اکرمؐ نے محیصہ بن مسعود کو ان یہودیوں کے پاس بھیجا اور انہیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دی لیکن انہوں نے اسلام قبول نہ کیا البتہ صلح کرنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ جناب رسول خداؐ نے ان کی خواہش کو قبول فرمایا اور ان سے ایک صلح نامہ

تحریر کیا اس صلح کی وجہ سے فدک کے یہودی اسلام کی حفاظت اور حمایت میں آگئے۔

صاحب فتوح البلدان لکھتے ہیں کہ یہودیوں نے اس صلح میں فدک کی آدھی زمین پیغمبرؐ کے حوالے کر دی، معجم البلدان میں لکھتے ہیں کہ فدک کے تمام باغات اور اموال اور زمین کا نصف پیغمبرؐ کو دے دیا۔

تاریخ گواہ ہے کہ اس صلح کی قرارداد کی رو سے جو فدک کے یہودیوں اور پیغمبرؐ کے درمیان قرار پائی تھی تمام اراضی اور باغات اور اموال کا آدھا یہودیوں نے پیغمبرؐ کو دے دیا، یعنی یہ مال خالص پیغمبرؐ کی ذات کا ہو گیا کیونکہ جیسا کہ آپ ملاحظہ کر چکے ہیں یہ علاقہ بغیر جنگ کئے پیغمبرؐ کے ہاتھ آیا ہے اسلام کے قانون کی رو سے جو علاقہ بھی بغیر جنگ کئے فتح ہو جائے وہ رسولؐ کا خالص مال ہوا کرتا ہے۔

یہ قانون اسلام کے مسلمہ قانون میں سے ایک ہے اور قرآن مجید بھی یہی حکم دیتا ہے۔ جیسے خداوند عالم قرآن مجید میں فرماتا ہے:

وما افاء اللہ علی رسولہ منھم فما اوجفتم علیہ من
خیل ولا رکاب ولکن اللہ یسلط رسلہ علی من یشاء
واللہ علی کل شئ قدیر، ما افاء اللہ علی رسولہ
من اھل القری فللہ وللرسول[۱]۔

یعنی وہ مال کہ جو خدا نے اپنے پیغمبرؐ کے لئے عائد کر دیا ہے اور تم نے اس پر گھوڑے اور اونٹ نہیں دوڑائے لیکن اللہ اپنے پیغمبروں کو

۱۔ سورہ حشر آیت ۶، ۷۔

جس پر چاہتا ہے مسلط کر دیتا ہے اور خدا تمام چیزوں پر قادر ہے۔ یہ اموال اللہ اور اس کے پیغمبر کے لئے مخصوص ہیں۔

لہٰذا اس میں کسی کو شک نہیں ہونا چاہئے کہ فدک پیغمبرؐ کے خالص اموال سے ایک تھا یہ بغیر لڑائی کے پیغمبرؐ کو ملا تھا اور پیغمبرؐ اس کے خرچ کرنے میں تمام اختیارات رکھتے تھے آپ حق رکھتے تھے کہ جس جگہ بھی مصلحت دیکھیں فدک کے مال کو خرچ کریں آپ اس مال سے حکومت کا ادارہ کرنے میں بھی خرچ کرتے تھے اور اگر کبھی اسلام کے اعلیٰ مصالح اور حکومت اسلامی کے مصالح اقتضا کرتے تو آپ کو حق تھا کہ فدک میں سے کچھ حصہ کسی کو بخش دیں تاکہ وہ اس کے منافع اور آمدنی سے فائدہ اٹھاتا رہے، آپ کو حق تھا کہ فدک کے آباد کرنے کے عوض کسی کو بلاعوض یا معاوضہ پر بھی دے دیں اور آپ یہ بھی کر سکتے تھے کہ کسی کی اسلامی خدمات کے عوض اس سے کچھ مال اسے بخش دیں، اور یہ بھی کر سکتے تھے کہ فدک کی آمدنی سے کچھ حکومت اسلامی اور عمومی ضروریات پر خرچ کر دیں اور یہ بھی حق رکھتے تھے کہ اپنی اور اپنے خاندان کی ضروریات کے لئے فدک کا کچھ حصہ مخصوص قرار دے دیں۔ بعض روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ نے فدک کو اپنے اور اپنے خاندان کے معاش اور ضروریات زندگی کے لئے مخصوص کر رکھا تھا آپ نے فدک کی بعض غیر آباد زمین کو اپنے دست مبارک سے آباد کیا اور اس میں خرمے کے درخت لگائے۔

ابن ابی الحدید لکھتے ہیں کہ جب متوکل عباسی نے فدک عبداللہ بن عمر بازیار کو بخش دیا تو اس میں اس وقت تک گیارہ خرمے کے وہ درخت موجود تھے جو جناب رسول خداؐ نے اپنے دست مبارک سے اس میں لگائے تھے۔

اس نزاع میں جو بھی حق ہے وہ اچھی طرح واضح اور روشن ہو جائے لہٰذا چند مطالب کی تحقیق ضروری ہے۔

پہلا مطلب: کیا پیغمبرؐ کو دولت اور حکومت کے اموال اپنی بیٹی کو بخش دینے کا حق تھا یا نہیں۔ (واضح رہے کہ بعض علماء کا نظریہ یہ ہے کہ انفال اور فیٔ اور خمس وغیرہ قسم کے اموال حکومت اسلامی کے مال شمار ہوتے ہیں اور حاکم اسلامی صرف اس پر کنٹرول کرتا ہے یہ اس کا ذاتی مال نہیں ہوتا، اسی نظریئے کے صاحب کتاب بھی معلوم ہوتے ہیں گرچہ یہ نظریہ شیعہ علماء کی اکثریت کے نزدیک غلط ہے اور خود ائمہ طاہرین کے اقدام سے بھی یہ نظریہ غلط ثابت ہوتا ہے اور قرآن مجید کے ظواہر سے بھی اسی نظریئے کی تردید ہوتی ہے کیونکہ ان تمام سے ان اموال کا پیغمبرؐ اور امام کا شخصی اور ذاتی مال ہونا معلوم ہوتا ہے نہ منصب اور حکومت کا لیکن صاحب کتاب اپنے نظریئے کے مطابق فدک کے قضیئے کو حل کر رہے ہیں" مترجم")

ممکن ہے کہ کوئی یہ کہے کہ غنائم اور دوسرے حکومت کے خزانے تمام مسلمانوں کے ہوتے ہیں اور حکومت کی زمین کو حکومت کی ملکیت میں ہی رہنا چاہیئے، لیکن ان کی آمدنی کو عام ملت کے منافع اور مصالح پر خرچ کرنا چاہیئے لہٰذا پیغمبرؐ کے لئے جو ہر خطا اور لغزش سے معصوم تھے ممکن ہی نہ تھا کہ وہ فدک کو جو خالص آپ کا ملک تھا اپنی بیٹی زہراؑ کو بخش دیتے۔

لیکن اس اعتراض کا جواب اس طرح دیا جا سکتا ہے کہ انفال اور اموال حکومت کی بحث ایک بہت وسیع و عریض بحث ہے کہ جو ان اوراق میں تفصیل کے ساتھ تو بیان نہیں کی جا سکتی، لیکن اسے مختصر اور نتیجہ اخذ کرنے کے

جب کبھی فدک جناب فاطمہؑ کی اولاد کے ہاتھ میں آجاتا تھا تو وہ ان درختوں کے خرمے حاجیوں کو ہدیہ دیا کرتے تھے اور حاجی حضرات تبرک کے طور پر لے کر ان پر کافی احسان کیا کرتے تھے۔ جب یہی عبداللہ فدک پر مسلط ہوا تو اس نے بشران بن امیہ کو حکم دیا کہ وہ تمام درخت کاٹ دے جب وہ درخت کاٹے گئے اور کاٹنے والا بصرہ لوٹ آیا تو اسے فالج ہو گیا تھا۔[1]

پیغمبرؐ کی عادت یہ تھی کہ فدک کی آمدنی سے اپنی اور اپنے خاندان کی ضروریات کے مطابق لے لیتے تھے اور جو باقی بچ جاتا تھا وہ بنی ہاشم کے فقراء اور ابن سبیل کو دے دیا کرتے تھے اور بنی ہاشم کے فقراء کی شادی کرانے کے اسباب بھی اسی سے مہیا کرتے تھے۔

فدک جناب فاطمہؑ کے پاس

سب سے زیادہ اہم نزاع اور اختلاف جو جناب فاطمہؑ اور جناب ابوبکر کے درمیان پیدا ہوا وہ فدک کا معاملہ تھا، حضرت فاطمہؑ مدعی تھیں کہ رسول خداؐ نے اپنی زندگی میں فدک انہیں بخش دیا تھا لیکن جناب ابوبکر اس کا انکار کرتے تھے، ابتداء میں تو جھگڑا ایک عادی امر شمار ہوتا تھا لیکن بعد میں اس نے تاریخ کے ایک اہم واقعہ اور حساس حادثہ کی صورت اختیار کر لی کہ جس کے آثار اور نتائج جامعہ اسلامی کے سالوں تک دامن گیر ہو گئے اور اب بھی ہیں

[1] شرح ابن ابی الحدید، ج ۱۶ ص ۲۱۶۔

لئے یہاں اس طرح بیان کیا جاسکتا ہے کہ اگر ہم یہ تسلیم بھی کر لیں کہ فدک بھی غنائم اور عمومی اموال میں ایک تھا اور اس کا تعلق نبوت اور امامت کے منصب سے تھا یعنی اسلامی حاکم شرع سے تعلق رکھتا تھا لیکن پہلے بیان ہو چکا ہے کہ یہ ان اموال میں سے تھا جو بغیر جنگ کے مسلمانوں کے ہاتھ آیا تھا اور نصوص اسلامی کے مطابق اور پیغمبرؐ کی سیرت کے لحاظ سے اس قسم کے اموال جو بغیر جنگ کے ہاتھ آئیں یہ پیغمبرؐ کے خالص مال شمار ہوتے ہیں البتہ خالص اموال کو بھی یہ کہا جائے کہ آپ کا شخصی مال نہیں ہوتا تھا بلکہ اس کا تعلق بھی حاکم اسلامی اور حکومت سے ہوتا ہے تب بھی اس قسم کے مال کا ان عمومی اموال سے جو دولت اور حکومت سے متعلق ہوتے ہیں بہت فرق ہوا کرتا ہے، کیونکہ اس قسم کے مال کا اختیار پیغمبرؐ کے ہاتھ میں ہے اور آپ اس قسم کے اموال میں تصرف کرنے میں محدود نہیں ہوا کرتے بلکہ آپ کو اس قسم کے اموال میں بہت وسیع اختیارات حاصل ہوا کرتے ہیں اور اس کے خرچ کرنے میں آپ اپنی مصلحت اندیشی اور صواب دید کے پابند اور مختار ہوتے ہیں یہاں تک کہ اگر عمومی مصلحت اس کا تقاضا کرے تو آپ اس کا کچھ حصہ ایک شخص کو یا کئی افراد کو دے بھی سکتے ہیں تاکہ وہ اس منافع سے بہرہ مند ہوں۔ اس قسم کے تصرفات کرنا اسلام میں کوئی اجنبی اور پہلا تصرف نہیں ہوگا بلکہ رسول خداؐ نے اپنی آراضی خالص سے کئی اشخاص کو چند زمین کے قطعات دیئے تھے کہ جسے اصطلاح میں اقطاع کہا جاتا ہے۔

بلاذری نے لکھا ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زمین کے چند قطعات ــــ بنی نضیر اور جناب ابو بکر اور جناب عبد الرحمان بن عوف اور جناب ابو دجانہ وغیرہ کو عنایت فرما

دیئے تھے[۱]

ایک جگہ اور اسی بلاذری نے لکھا ہے کہ رسول خداؐ نے بنی نضیر کی زمینوں میں سے ایک قطعہ زمین کا مع خرمے کے درخت کے زبیر ابن عوام کو دے دیا تھا[۲]

بلاذری لکھتے ہیں کہ رسول خداؐ نے زمین کا ایک قطعہ کہ جس میں پہاڑ اور معدن تھا جناب بلالؓ کو دے دیا[۲]

بلاذری لکھتے ہیں کہ رسول خداؐ نے زمین کے چار قطعے علی ابن ابی طالبؑ کو عنایت فرما دیا دیئے تھے[۳]

پس اس میں کسی کو شک نہیں ہونا چاہیئے کہ حاکم شرع اسلامی کو حق پہنچتا ہے کہ زمین خالص سے کچھ مقدار کسی معین آدمی کو بخش دے تاکہ وہ اس کے منافع سے استفادہ کر سکے۔ پیغمبرؐ نے بھی بعض افراد کے حق میں ایسا عمل انجام دیا ہے۔ حضرت علیؑ اور جناب ابو بکر اور جناب عمر اور جناب عثمان اس قسم کی بخشش سے نوازے گئے تھے۔

بنا بریں قوانین شرع اور اسلام کے لحاظ سے کوئی مانع موجود نہیں کہ رسول خداؐ فدک کی آراضی کو جناب زہراؑ کو بخش دیں، صرف اتنا مطلب رہ جائے گا کہ آیا جناب رسول خداؐ نے فدک جناب فاطمہؑ کو بخشا بھی تھا یا نہیں، تو اس کے اثبات کے لئے وہ اخبار اور روایات جو ہم تک پیغمبرؐ کی پہنچی ہیں کافی ہیں کہ آپ

۱۔ فتوح البلدان، ص ۳۱۔

۲۔ فتوح البلدان، ص ۳۲۔

۳۔ فتوح البلدان، ص ۳۷۔

نے فدک جناب فاطمہؑ کو بخش دیا تھا، نمونے کے طور پر ابو سعید خدری روایت کرتے ہیں کہ جب یہ آیت "وَآتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّہٗ" نازل ہوئی تو رسول خداؐ نے جناب فاطمہؑ سے فرمایا کہ فدک تمہارا مال ہے۔[1]

علّیہ نے روایت کی ہے کہ جب یہ آیت "وَآتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّہٗ" نازل ہوئی تو جناب رسول خداؐ نے جناب فاطمہؑ کو اپنے پاس بلایا اور فدک آپ کو دے دیا۔[2]

علی بن حسینؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ فرماتے ہیں کہ رسول خداؐ نے فدک جناب فاطمہؑ کو دے دیا تھا۔[3]

جناب امام جعفر صادقؑ نے فرمایا ہے کہ جب یہ آیت "وَآتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّہٗ" نازل ہوئی تو پیغمبرؐ نے فرمایا کہ مسکین تو میں جانتا ہوں یہ "ذا القربیٰ" کون ہیں؟ جبرئیل نے عرض کی یہ آپ کے اقربا ہیں پس رسول خداؐ نے امام حسنؑ اور امام حسینؑ اور جناب فاطمہؑ کو اپنے پاس بلایا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے دستور اور حکم دیا ہے کہ میں تمہارا حق دوں اسی لئے فدک تم کو دیتا ہوں۔[4]

ابان بن تغلب نے کہا ہے کہ میں نے امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں عرض کی کہ آیا رسول خداؐ نے فدک جناب فاطمہؑ کو دیا تھا؟ آپؑ نے فرمایا کہ فدک تو خدا کی طرف سے جناب فاطمہؑ کے لئے معین ہوا تھا۔[5]

امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ جناب فاطمہؑ حضرت ابوبکر کے پاس آئیں

۱۔ کشف الغمہ، ج ۲ ص [illegible] ۔ درمنثور ج ۴ ص [illegible] ۔

۲،۳،۴۔ کشف الغمہ ج ۲ ص ۱۴۳ ۔

۵۔ تفسیر عیاشی ج ۲ ص ۲۸۷

اور ان سے فدک کا مطالبہ کیا۔

جناب ابوبکر نے کہا اپنے مدعا کے لئے گواہ لاؤ، جناب ام ایمن گواہی کے لئے حاضر ہوئیں تو ابوبکر نے ان سے کہا کہ کس چیز کی گواہی دیتی ہو انہوں نے کہا کہ میں گواہی دیتی ہوں کہ جبرئیل جناب رسول خداؐ کے پاس آئے اور عرض کی کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "وَآتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّہٗ" پیغمبرؐ نے جبرئیل سے فرمایا کہ خدا سے سوال کرو کہ ذی القربیٰ کون ہیں؟ جبرئیل نے عرض کی کہ فاطمہؑ ذوالقربیٰ ہیں پس رسول خداؐ نے فدک فاطمہؑ کو دے دیا۔[1]

ابن عباس نے روایت کی ہے کہ جب آیت "وَآتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّہٗ" نازل ہوئی، جناب رسول خداؐ نے فدک جناب فاطمہؑ کو دے دیا۔[2]

اس قسم کی روایات سے جو اس آیت کی شان نزول میں وارد ہوئی ہیں مستفاد ہوتا ہے کہ جناب رسول خداؐ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مامور تھے کہ فدک کو بعنوان ذوالقربیٰ فاطمہؑ زہراؑ کے اختیار میں دے دیں تاکہ اس ذریعے سے حضرت علیؑ کی اقتصادی حالت، کہ جس نے اسلام کے راستے میں ــ جہاد اور فداکاری کی ہے، مضبوط رہے۔

ممکن ہے کہ کوئی یہ اعتراض کرے کہ ذالقربیٰ والی آیت کہ جس کا ذکر ان احادیث میں ہوا ہے سورۂ اسراء کی آیت ہے اور سورۂ اسراء کو مکی سورہ میں شمار کیا جاتا ہے حالانکہ فدک تو مدینے میں اور خیبر کی فتح کے بعد دیا گیا تھا لیکن اس کے جواب میں دو مطلب میں سے ایک کو اختیار کیا جائے گا اور کہا جائے

۱۔ تفسیر عیاشی، ج ۲ ص ۲۸۶ ۔

۲۔ درمنثور، ج ۴ ص ۱۷۷ ۔

گا گرچہ سورہ اسریٰ مکی ہے مگر پانچ آیتیں اس کی مدینہ میں نازل ہوئی ہیں ۔ آیت " ولا تقتلوا النفس "، اور آیت " ولا تقربوا الزنا "، اور آیت " اولئک الذین یدعون "، اور آیت " اقم الصلوٰۃ " اور آیت " ذی القربیٰ "[1]

دوسرا جواب یہ ہے کہ ذی القربیٰ کا حق تو مکہ میں تشریع ہو چکا تھا لیکن اس پر عمل ہجرت کے بعد کرایا گیا۔

فدک کے دینے کا طریقہ

ممکن ہے کہ جناب رسول خداؐ نے فدک فاطمہؑ کو دو طریقوں میں سے ایک سے دیا ہو۔ پہلا فدک کی اراضی کو آپ کا شخصی مال قرار دے دیا ہو۔ دوسرا یہ کہ اسے علیؑ اور فاطمہؑ کے خانوادے پر جو مسلمانوں کی رہبری اور امامت کا گھر تھا وقف کر دیا ہو کہ یہ بھی ایک دائمی صدقہ اور وقف ہو جو کہ ان کے اختیار میں دے دیا ہو۔

اخبار اور احادیث کا ظاہر پہلے طریقے کی تائید کرتا ہے لیکن دوسرا طریقہ بھی بعید قرار نہیں دیا گیا بلکہ بعض روایات میں اس پر نص بھی موجود ہے جیسے ابان بن تغلب کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا کہ کیا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فدک جناب فاطمہؑ کو بخش دیا تھا آپ نے فرمایا کہ پیغمبرؐ نے فدک وقف کیا اور پھر آیت ذالقربیٰ کے مطابق وہ آپؑ کے اختیار میں دے دیا میں نے عرض کی کہ رسول خداؐ نے

---

[1] ۔ تفسیر المیزان تالیف استاد بزرگ علامہ طباطبائی، ج ۱۳ ص ۲ ۔

فدک فاطمہؑ کو دے دیا آپ نے فرمایا بلکہ خدا نے وہ فاطمہؑ کو دیا۔[1]

امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا کہ رسولؐ نے فاطمہؑ کو فدک بطور قطعہ دیا۔[2]

ام ہانی نے روایت کی ہے کہ جناب فاطمہؑ جناب ابوبکر کے پاس آئیں اور ان سے کہا کہ جب تو مرے گا تو تیرا وارث کون ہوگا؟ جناب ابوبکر نے کہا میری آل و اولاد، جناب فاطمہؑ نے فرمایا پس تم کس طرح رسول اللہ کے ہمارے سوا وارث ہو گئے ہو جناب ابوبکر نے کہا، اے رسول کی بیٹی خدا کی قسم میں رسول اللہؐ کا سونے چاندی وغیرہ کا وارث نہیں ہوا ہوں۔ جناب فاطمہؑ نے کہا ہمارا خیبر کا حصہ اور صدقہ فدک کہاں گیا؟ انہوں نے کہا اے بنت رسولؐ میں نے رسول اللہ سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ یہ تو ایک طعمہ تھا جو اللہ نے مجھے دیا تھا جب میرا انتقال ہو جائے تو یہ مسلمانوں کا ہوگا۔[3]

جیسا کہ آپ ملاحظہ کر رہے ہیں کہ ایک حدیث میں امام جعفر صادقؑ تصریح فرماتے ہیں کہ فدک وقف تھا، دوسری حدیث میں امام زین العابدین نے اسے قطعہ سے تعبیر کیا ہے کہ جس کے معنی صرف منافع کا اسلامی اور حکومتی زمین سے حاصل کرنا ہوتا ہے، احتجاج میں حضرت زہراؑ نے ابوبکر سے بعنوان صدقہ کے تعبیر کیا ہے۔

ایک اور حدیث میں جو پہلے گزر چکی ہے امام جعفر صادقؑ نے فرمایا ہے کہ رسول خداؐ نے حسنؑ و حسینؑ اور فاطمہؑ کو بلایا اور فدک انہیں دے دیا۔

---

[1] ۔ بحار الانوار، ج ۹۶ ص ۲۱۳ ۔

[2] ۔ کشف الغمہ، ج ۲ ص ۱۰۲ ۔

[3] ۔ فتوح البلدان، ص ۴۴ ۔

اس قسم کی احادیث سے مستفاد ہوتا ہے کہ رسول خداؐ نے فدک کو خانوادۂ فاطمہؑ و علیؑ پر جو ولایت اور رہبری کا خانوادہ تھا اور اس کے منافع کو انہیں کے ساتھ مخصوص کر دیا تھا۔

"لیکن جن روایات میں وقف وغیرہ کی تعبیر آئی ہے وہ ان روایات کے مقابل کہ جن میں بخش دینا آیا ہے بہت معمولی بلکہ ضعیف بھی شمار کی جاتی ہیں لہذا صحیح نظریہ بھی ہے کہ فدک جناب فاطمہؑ کی شخصی اور ذاتی ملک تھا جو بعد میں ان کی اولاد کا ارث تھا۔ صاحب کتاب اس قسم کی کوشش صرف ایک غرض کے ماتحت فرما رہے ہیں اور یہ غرض اہل علم پر کہ جنہوں نے نہج البلاغہ کی موجودہ زمانے میں جو شرح کی گئی ہے کا مطالعہ کیا ہے مخفی نہیں ہے لیکن شارح بھی حق پر نہیں ہے اور ان کی تصحیح کی کوشش بھی درست نہیں ہے" مترجم

فدک کے واقعہ میں قضاوت

دیکھنا یہ چاہیئے کہ اس واقعہ میں حق جناب زہراؑ کے ساتھ ہے یا جناب ابوبکر کے ساتھ؟ مورخین اور محدثین نے لکھا ہے کہ جناب رسول خداؐ کی وفات کے دس دن بعد جناب ابوبکر نے اپنے آدمی بھیجے اور فدک پر قبضہ کر لیا۔[1]

جب اس کی اطلاع جناب فاطمہؑ کو ہوئی تو آپ جناب ابوبکر کے پاس آئیں اور فرمایا کہ کیوں تیرے آدمیوں نے میرے فدک پر قبضہ کیا ہے؟ حکم دو کہ وہ فدک مجھے واپس کر دیں، جناب ابوبکر نے کہا۔ اے پیغمبرؐ کی بیٹی آپ کے

۱۔ شرح ابن ابی الحدید، ج ۱۶ ص ۲۶۳۔

والد نے درہم اور دینار میراث میں نہیں چھوڑے آپ نے خود فرمایا ہے کہ پیغمبرؐ ارث نہیں چھوڑا کرتے، جناب فاطمہؑ نے کہا کہ میرے بابا نے فدک اپنی زندگی میں مجھے بخش دیا تھا۔ جناب ابوبکر نے کہا کہ آپ کو اپنے اس مدعا پر گواہ لانے چاہئیں پس علیؑ ابن ابی طالب اور جناب ام ایمن حاضر ہوئے اور گواہی دی کہ رسول خداؐ نے فدک فاطمہؑ کو بخش دیا تھا، لیکن جناب عمر اور عبدالرحمن بن عوف نے کہا کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ رسول خداؐ فدک کی آمدنی کو مسلمانوں میں تقسیم کر دیا کرتے تھے پس ابوبکر نے کہا اے رسولؐ کی بیٹی تم سچ کہتی ہو اور علیؑ اور ام ایمن بھی سچ کہتے ہیں اور عمر اور عبدالرحمن بھی سچ کہتے ہیں اس واسطے کہ آپ کا مال آپ کے والد تھا۔ رسول خداؐ آپ کا آذوقہ فدک کی آمدنی سے دیا کرتے تھے اور باقی کو تقسیم کر دیتے تھے اور راہ خدا میں صرف کیا کرتے تھے۔[1]

بلاذری لکھتے ہیں کہ جناب فاطمہؑ جناب ابوبکر کے پاس گئیں اور فرمایا کہ فدک میرے والد نے میرے سپرد کیا تھا وہ کیوں نہیں؟ جناب ابوبکر نے گواہوں کا مطالبہ کیا پس علی ابن ابی طالب اور جناب ام ایمن حاضر ہوئے اور گواہی دی جناب ابوبکر نے کہا تمہارے گواہوں کا نصاب ناقص ہے چاہیئے کہ دو مرد گواہی یا ایک مرد اور دو عورتیں گواہی دیں۔[2]

علی ابن ابی طالبؑ فرماتے ہیں کہ فاطمہؑ ابوبکر کے پاس گئیں اور فرمایا کہ میرے والد نے فدک میرے سپرد کیا تھا علیؑ اور ام ایمن نے گواہی بھی دی ہم کیوں

۱۔ شرح ابن ابی الحدید، ج ۱۶ ص ۲۱۶۔
۲۔ فتوح البلدان، ص ۴۴

مجھے میرے حق سے محروم کرتے ہو۔

جناب ابوبکر نے فرمایا کہ آپ سوائے حق کے اور کچھ نہیں فرماتیں فدک آپ کو دیتا ہوں پس فدک کو جناب فاطمہؑ کے لئے تحریر کر دیا اور قبالہ آپ کے ہاتھ میں دے دیا جناب فاطمہؑ نے وہ خط لیا اور باہر آگئیں راستے میں جناب عمر نے آپ کو دیکھا اور پوچھا کہ کہاں سے آرہی ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ ابوبکر کے یہاں گئی تھی اور میں نے کہا کہ میرے والد نے فدک مجھے بخشا تھا اور ام ایمن نے گواہی دی تھی لہٰذا انہوں نے فدک مجھے واپس کر دیا ہے اور یہ اس کی تحریر ہے جناب عمر نے وہ تحریر لی اور جناب ابوبکر کے پاس آئے اور کہا کہ تم نے فدک تحریر کر کے فاطمہؑ کو واپس کر دیا ہے؟ انہوں نے کہا ہاں، عمر نے کہا کہ علیؑ نے اپنے نفع کے لئے گواہی دی ہے اور ام ایمن ایک عورت ہے اس کے بعد اس تحریر کو پھاڑ ڈالا[1]

جناب فاطمہؑ نے ابوبکر سے کہا کہ ام ایمن گواہی دیتی ہے کہ رسول خداؐ نے فدک مجھے بخش دیا تھا۔ ابوبکر نے کہا اے دختر رسولؐ، خدا کی قسم میرے نزدیک رسول خداؐ سے زیادہ محبوب کوئی بھی نہیں ہے جب آپ وفات پا گئے تو میرا دل چاہتا تھا کہ آسمان زمین پر گر پڑے، خدا کی قسم عائشہ فقیر ہو تو بہتر ہے کہ تم محتاج ہو۔ کیا آپ خیال کرتی ہیں کہ میں سرخ و سفید کا حق تو ادا کرتا ہوں لیکن آپ کو آپ کے حق سے محروم کرتا ہوں؟ فدک پیغمبرؐ کا شخصی مال نہ تھا بلکہ مسلمانوں کا عمومی مال تھا آپ کے والد اس کی آمدنی سے فوج تیار کرتے تھے اور خدا کی راہ میں خرچ کرتے تھے، جب آپؐ دنیا سے چلے گئے تو اس

---

[1] ۔ شرح ابن ابی الحدید، ج ۱۶ ص ۲۷۴۔

کی تولیت اور سرپرستی میرے ہاتھ میں آئی ہے[1]

اس قسم کی گفتگو جناب فاطمہؑ اور جناب ابوبکر کے درمیان ہوئی لیکن جناب ابوبکر نے جناب فاطمہؑ کی بات تسلیم نہیں کی اور جناب زہراؑ کو ان کے حق سے محروم کر دیا۔

اہل علم و دانش اور منصف مزاج لوگوں پر مخفی نہیں کہ جناب ابوبکر کا عمل اور کردار قضاوت اور شہادت کے قوانین کے خلاف تھا اور آپ پر کئی جہات سے اعتراض وارد کئے جا سکتے ہیں۔

پہلا اعتراض: فدک جناب زہراؑ کے قبضہ میں تھا تصرف میں تھا اس میں آپ سے گواہوں کا مطالبہ شریعت اسلامی کے قانون کے خلاف تھا اس قسم کے موضوع میں جس کے قبضے میں مال ہو اس کا قول بغیر کسی گواہ اور بینہ کے قبول کرنا ہوتا ہے، اصل مطلب کہ ذی الید کا قول بغیر گواہوں کے قبول ہوتا ہے، یہ فقہی کتب میں مسلم اور قابل تردید نہیں ہے باقی رہا کہ جناب فاطمہؑ ذی الید اور فدک پر قابض تھیں یہ کئی طریقے سے ثابت کیا جا سکتا ہے۔

اول: جیسا کہ پہلے نقل ہو چکا ہے ابو سعید خدری، عطیہ اور کئی دوسرے افراد نے گواہی دی تھی کہ رسول خداؐ نے اس آیت کے مطابق "وَآتِ ذَا الْقُرْبیٰ حَقَّہ" فدک جناب فاطمہؑ کو دے دیا تھا، روایت میں اعطی کا لفظ وارد ہوا ہے بلکہ اس پر نص ہے کہ جناب رسول خداؐ نے اپنی زندگی میں فدک حتمی طور پر جناب فاطمہؑ کو بخش دیا تھا اور وہ آپ کے قبضہ اور تصرف میں تھا۔

---

[1] ۔ شرح ابن ابی الحدید، ج ۱۶ ص ۲۱۴۔

دوسرے: حضرت علیؑ نے تصریح فرمائی ہے کہ فدک جناب فاطمہؑ کے تصرف اور قبضے میں تھا جیسا کہ آپ نے نہج البلاغہ میں فرمایا ہے کہ ہاں ہمارے پاس اس میں سے کہ جس پر آسمان سایہ فگن ہے صرف فدک تھا، ایک گروہ نے اس پر بخل کیا اور دوسرا گروہ راضی ہو گیا اور اللہ ہی بہترین قضاوت کرنے والا ہے[۱]

تیسرے: امام جعفر صادقؑ نے فرمایا ہے کہ جب جناب ابوبکر نے حکم دیا کہ فدک سے جناب فاطمہؑ کے آدمیوں اور کام کرنے والوں کو نکال دیا جائے تو حضرت علیؑ ان کے پاس گئے اور فرمایا اے ابوبکر! اس جائداد کو کہ جو رسول خداؐ نے فاطمہؑ کو بخش دی تھی اور ایک مدت تک جناب فاطمہؑ کا نمائندہ اس پر قابض رہا آپ نے کیوں لے لی ہے[۲]؟

رسول خداؐ کا فدک جناب فاطمہؑ کو بخش دینا اور جناب فاطمہؑ کا اس پر قابض ہونا یہ ایک تسلیم شدہ حقیقت ہے اسی لئے جب عبداللہ بن ہارون الرشید کو مامون کی طرف سے حکم ملا کہ فدک جناب فاطمہؑ کی اولاد کو واپس کر دیا جائے تو اس نے ایک خط میں مدینہ کے حاکم کو لکھا کہ رسول خداؐ نے فدک جناب فاطمہؑ کو دیا تھا اور یہ بات آل رسولؐ میں واضح اور معروف ہے اور کسی کو اس بارے میں شک نہیں ہے اب امیر المومنین (مامون) نے مصلحت اسی میں دیکھی ہے کہ فدک فاطمہؑ کے وارثوں کو واپس کر دیا جائے[۳]

ان شواہد اور قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ فدک جناب رسول خداؐ کے

---

[۱] ۔ نہج البلاغہ باب المختار من الکتاب، کتاب ۴۵

[۲] ۔ نور الثقلین، ج ۴، ص ۱۸۶ ۔

[۳] ۔ فتوح البلدان، ص ۴۶ ۔

زمانے میں حضرت علیؑ اور جناب فاطمہؑ کے قبضے میں تھا اس قسم کے موضوع میں گواہوں کا طلب کرنا اسلامی قضا اور شہادت کے قانون کے خلاف ہے۔

دوسرا اعتراض:

جناب ابوبکر اس نزاع میں جانتے تھے کہ حق جناب فاطمہؑ کے ساتھ اور خود ــ انہیں جناب زہراؑ کی صداقت اور راست گوئی کا نہ صرف ــــــــ اعتراف تھا بلکہ تمام مسلمان اس کا اعتراف کرتے تھے کوئی بھی مسلمان آپ کے بارے میں جھوٹ اور افتراء کا احتمال نہ دیتا تھا کیونکہ آپ اہل کساء میں سے ایک فرد تھیں کہ جن کے حق میں آیت تطہیر نازل ہوئی ہے کہ جس میں خداوند عالم نے آپ کی عصمت اور پاکیزگی کی تصدیق کی ہے۔

دوسری طرف اگر دیکھا جائے تو یہ مطلب کتاب قضا اور شہادت میں ثابت ہے کہ اموال اور دیون کے معاملے میں اگر قاضی کو واقعہ کا علم ہو تو وہ اپنے علم کے مطابق عمل کر سکتا ہے اور وہ گواہ اور بینہ کا محتاج نہ ہوگا، بنابراین جناب ابوبکر جب جانتے تھے کہ حضرت زہراؑ سچی ہیں اور رسول خداؐ نے فدک انہیں عطا کیا ہے تو آپ کو چاہئے تھا کہ فوراً جناب زہراؑ کی بات تسلیم کر لیتے اور آپ سے گواہوں کا مطالبہ نہ کرتے۔

جی ہاں! مطلب تو یوں ہی ہے کہ جناب ابوبکر جانتے تھے کہ حق حضرت زہراؑ کے ساتھ ہے اور رسول خداؐ نے فدک اپنی زندگی میں انہیں دے دیا ہے شاید ابوبکر پیغمبرؐ کے اس عمل سے ناراض تھے اسی لئے جناب فاطمہؑ کے جواب میں کہا کہ یہ مال پیغمبر اسلام کا نہ تھا بلکہ یہ مسلمانوں کا مال تھا کہ جس سے پیغمبرؐ فوج تیار کرتے تھے اور جب آپ فوت ہو گئے تو اب

میں اس مال کا متولی ہوں جیسے کہ پیغمبرؐ متولی تھے [1]

ایک اور جگہ جناب ابوبکر نے اپنے آپ کو دو بڑے خطروں میں دیکھا ایک طرف جناب زہراؑ مدعی تھیں کہ رسول خداؐ نے فدک انہیں بخشا ہے اور اپنے اس مدعا کے لئے دو گواہ علیؑ اور ام ایمن کو حاضر کیا اور جناب ابوبکر جانتے تھے کہ حق جناب زہراؑ کے ساتھ ہے اور انہیں اور ان کے گواہوں کو نہیں جھٹلا سکتے تھے اور دوسری طرف سیاست وقت کے لحاظ سے جناب عمر اور عبدالرحمن کو بھی نہیں جھٹلا سکتے تھے تو آپ نے ایک عمدہ چال سے جناب عمر کے قول کو ترجیح دی اور تمام گواہوں کے اقوال کی تصدیق کر دی اور ان کے اقوال میں جمع کی راہ نکالی اور فرمایا کہ اے دختر رسولؐ آپ بھی ہیں سچی علیؑ سچے ہیں ام ایمن بھی ہیں اور جناب عمر اور عبدالرحمن بھی سچے ہیں، اس لئے کہ جناب رسول خداؐ فدک سے آپ کے آذوقہ کی مقدار نکال کر باقی کو تقسیم کر دیتے تھے اور اسے خدا کی راہ میں خرچ کرتے تھے اور آپ اس مال میں کیا کریں گی؟ جناب فاطمہؑ نے فرمایا کہ وہی کروں گی جو میرے والد کرتے تھے، جناب ابوبکر نے کہا کہ میں قسم کھا کر آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ میں بھی وہی کروں گا جو آپ کے والد کیا کرتے تھے [2]

ایک طرف تو جناب ابوبکر جناب زہراؑ کے اس ادعاء کہ فدک میرا مال ہے،، کی تصدیق کرتے ہیں اور حضرت علیؑ اور ام ایمن کی گواہی کی بھی تصدیق کرتے ہیں اور دوسری طرف جناب عمر اور عبدالرحمن کے قول کی

---

[1] ۔ شرح ابن ابی الحدید، ج ۱۶ ص ۲۱۴ ۔

[2] ۔ شرح ابن ابی الحدید، ج ۱۶ ص ۲۱۶ ۔

بھی انہوں نے کہا کہ رسول خدا فدک کو مسلمانوں میں تقسیم کر دیتے تھے تصدیق کرتے ہیں اور اس وقت اپنے اجتہاد کے مطابق ان اقوال میں (توافق) جمع کر دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ کا مال آپ کے والد کا مال تھا کہ جس سے آپ کا آذوقہ لے لیتے تھے اور باقی کو مسلمانوں میں تقسیم کر دیتے تھے اور خدا کی راہ میں خرچ کر دیتے تھے اس کے بعد جناب ابوبکر جناب فاطمہؑ سے پوچھتے ہیں کہ اگر فدک آپ کو دے دیا جائے تو آپ کیا کریں گی، آپ نے فرمایا کہ میں اپنے والد کی طرح خرچ کروں گی تو فوراً جناب ابوبکر نے قسم کھا کر جواب دیا کہ میں بھی وہی کروں گا جو آپ کے والد کیا کرتے تھے اور میں آپؐ کی سیرت سے تجاوز نہ کروں گا۔

لیکن کوئی نہ تھا کہ جناب ابوبکر سے سوال کرتا کہ جب آپ مانتے ہیں کہ فدک جناب زہراؑ کی ملک ہے اور آپ جناب فاطمہؑ اور ان کے گواہوں کی تصدیق بھی کر رہے ہیں تو پھر ان کی ملکیت ان کو واپس کیوں نہیں کر دیتے؟ جناب عمر اور عبدالرحمن کی گواہی صرف یہی بتلاتی ہے کہ پیغمبرؐ فدک کو مسلمانوں میں تقسیم کر دیتے تھے، اس سے جناب زہراؑ کی ملکیت کی نفی تو نہیں ہوتی کیونکہ پیغمبرؐ جناب زہراؑ کی طرف سے ماذون تھے کہ فدک کی زائد آمدنی کو راہ خدا میں خرچ کر دیں، لیکن اس قسم کی اجازت جناب فاطمہؑ نے ابوبکر کو تو نہیں دے رکھی تھی بلکہ اس کی اجازت ہی نہیں دی تو پھر ابوبکر کو کیا حق پہنچتا ہے کہ وہ یہ فرمائیں کہ میں بھی آپ کے والد کی سیرت سے تجاوز نہ کروں گا، مالک تو کہتا ہے کہ میری ملکیت مجھے واپس کر دو اور آپ اس سے انکار کر کے وعدہ کرتے ہیں کہ میں بھی آپ کے والد کی طرح عمل کروں گا، سبحان اللہ اور آفرین اس قضاوت اور فیصلے پر۔

تیسرا اعتراض: فرض کیجئے کہ جناب ابوبکر حضرت زہراؑ کے گواہوں کے نصاب کو ناقص سمجھتے تھے اور ان کی حقانیت پر یقین بھی نہیں رکھتے تھے تو پھر بھی ان کا وظیفہ تھا کہ حضرت زہراؑ سے قسم کھانے کا مطالبہ کرتے اور ایک گواہ اور قسم کے ساتھ قضاوت کرتے کیوں کہ کتاب قضا اور شہادت میں یہ مطلب پایہ ثبوت کو پہنچ چکا ہے کہ اموال اور دیون کے واقعات میں قاضی ایک گواہ کے ساتھ مدعی سے قسم لے کر حکم لگا سکتا ہے، روایت میں موجود ہے کہ رسول خداؐ ایک گواہ کے ساتھ قسم ملا کر قضاوت اور فیصلہ کر دیا کرتے تھے[1]

چوتھا اعتراض: اگر ہم ان سابقہ تمام اعتراضات سے صرف نظر کر لیں تو اس نزاع میں جناب فاطمہؑ مدعی تھیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے فدک انہیں بخش دیا ہے اور جناب ابوبکر منکر تھے اور کتب فقہی میں یہ مطلب مسلم ہے کہ اگر مدعی کا ثبوت ناقص ہو تو قاضی کے لئے ضروری ہو جاتا ہے کہ مدعی کو اطلاع دے کہ تمہارے گواہ ناقص ہیں اور تمہیں حق پہنچتا ہے کہ تم منکر سے قسم اٹھانے کا مطالبہ کرو، لہٰذا جناب ابوبکر پر لازم تھا کہ وہ جناب زہراؑ کو متذکر کر دیتے کہ چونکہ آپ کے گواہ ناقص ہیں اگر آپ چاہیں تو چونکہ میں منکر ہوں آپ مجھ سے قسم اٹھوا سکتی ہیں، لیکن جناب ابوبکر نے قضاوت کے اس قانون کو بھی نظر انداز کیا اور صرف گواہ کے ناقص ہونے کے ادعا کو نزاع کے خاتمہ کا اعلان کر کے رد کر دیا۔

---

[1] - مجمع الزوائد، ج ۳ ص ۲۰۲۔

پانچواں اعتراض: اگر فرض کر لیں کہ جناب زہراؑ کی حقانیت اس جھگڑے میں جناب ابوبکر کے نزدیک ثابت نہیں ہو سکی تھی لیکن پھر بھی فدک کی اراضی حکومت اسلامی کے مال میں تھی، مسلمانوں کے حاکم اور خلیفہ کو حق پہنچتا تھا کہ وہ عمومی مصلحت کا خیال کرتے، جب کہ آپ اپنے کو مسلمانوں کا خلیفہ تصور کرتے تھے، فدک کو بعنوان اقطاع جناب فاطمہؑ دختر پیغمبرؐ کو دے دیتے اور اس عمل سے ایک بہت بڑا اختلاف جو سالہا سال تک مسلمانوں کے درمیان چلنے والا تھا اس کے تلخ نتائج کا سد باب کر دیتے۔

کیا رسول خداؐ نے بنی نضیر کی زمینیں جناب ابوبکر اور عبد الرحمٰن بن عوف اور ابودجانہ کو نہیں دے دی تھیں[1]

کیا بنی نضیر کی زمین مع درختوں کے زبیر بن عوام کو پیغمبرؐ اسلام نے نہیں دے دی تھیں[2]

کیا معاویہ نے اسی فدک کا تہائی حصہ کے عنوان سے مروان بن الحکم اور ایک تہائی جناب عمر بن عثمان کو اور ایک تہائی اپنے بیٹے یزید کو نہیں دے دیا تھا[3]

کیا یہ بہتر نہ تھا کہ جناب ابوبکر بھی اسی طرح دختر پیغمبرؐ کو دے دیتے اور اتنے بڑے خطرے اور نزاع کو ختم کر دیتے؟۔

---

[1] - فتوح البلدان، ص ۲۱۔

[2] - فتوح البلدان، ص ۳۴۔

[3] - شرح ابن ابی الحدید، ج ۱۶ ص ۲۱۶۔

چھٹا اعتراض:

اصلاً جناب ابوبکر کا اس نزاع میں فیصلہ اور قضاوت کرنا ہی از روئے قانون قضاءِ اسلام درست نہ تھا کیونکہ جناب زہراؑ اس واقعہ میں مدعی تھیں اور جناب ابوبکر منکر تھے، اس قسم کے موارد میں یہ فیصلہ کسی تیسرے آدمی سے کرانا چاہیئے تھا، جیسے کہ پیغمبرؐ اور حضرت علیؑ اپنے نزاعات میں اپنے علاوہ کسی اور قاضی سے فیصلہ کرایا کرتے تھے یہ نہیں ہو سکتا تھا کہ جناب ابوبکر خود ہی منکر ہوں اور خود ہی قاضی بن کر اپنے مخالف سے گواہ طلب کریں اور اپنی پسند کا فیصلہ اور قضاوت خود ہی کر لیں۔

ان تمام مطالب سے یہ امر مستفاد ہوتا ہے کہ فدک کے معاملے میں حق جناب زہراؑ کے ساتھ تھا اور جناب ابوبکر نے عدل اور انصاف کے راستے سے عدول کر کے ان کے حق میں تعدی اور تجاوز سے کام لیا تھا۔

رسول خداؐ کے مدینہ میں اموال

بنی نضیر یہودیوں کی زمینیں رسول خداؐ کا خالص مال تھا، کیونکہ یہ بغیر جنگ کے فتح ہوئی تھیں اس قسم کے مال میں پیغمبر اسلامؐ کو پورا اختیار تھا کہ جس طرح مصلحت دیکھیں انہیں مصرف میں لائیں، چنانچہ آپ نے بنی نضیر سے منقول اموال جو لئے تھے وہ تو مہاجرین کے درمیان تقسیم کر دیئے اور کچھ زمین اپنے لئے مخصوص کر لی اور حضرت علیؑ کو حکم دیا کہ اس پر تصرف کریں اور بعد میں اسی زمین کو وقف کر دیا اور موقوفات میں داخل قرار دیا اپنی زندگی میں اس کے متولی خود آپ تھے آپ کی وفات کے بعد اس کی تولیت حضرت علیؑ اور فاطمہؑ اور ان کی اولاد کے سپرد کی۔[1]

[1] بحار الانوار، ج ۲۱ ص ۱۷۲

یہودیوں کے علماء میں سے مخیرق نامی ایک عالم مسلمان ہو گئے انہوں نے اپنا مال جناب رسول خداؐ کو بخش دیا ان کے اموال میں سے سات باغ تھے کہ جن کے یہ نام تھے۔ مشیب، صافیہ، دلال، حسنی، برقہ، اعوف، مشربہ ام ابراہیم یہ تمام اس نے جناب رسول خداؐ کو ھبہ کر دیئے تھے آپؐ نے بھی انہیں وقف کر دیا تھا۔[1]

بزنطی کہتے ہیں کہ میں نے سات زرعی زمینوں کے متعلق جو جناب فاطمہؑ کی تھیں امام رضاؑ سے سوال کیا۔ آپ نے فرمایا یہ رسول خداؐ نے وقف کی تھیں کہ جو بعد میں حضرت زہراؑ کو ملی تھیں، پیغمبر اسلامؐ اپنی ضروریات بھر ان میں سے لیا کرتے تھے جب آپ نے وفات پائی تو جناب عباس نے ان کے بارے میں حضرت فاطمہؑ سے نزاع کیا، حضرت علیؑ اور دوسروں نے گواہی دی کہ یہ وقفی املاک ہیں وہ زرعی زمینیں اس نام کی تھیں دلال، اعوف، حسنی، صافیہ، مشربہ ام ابراہیم، مشیب، برقہ۔[2]

حلبی اور محمد بن مسلم نے امام جعفر صادقؑ سے روایت کی ہے کہ ہم نے رسول خداؐ اور فاطمہ زہراؑ کے صدقات اور اوقاف کے متعلق سوال کیا تو آپؑ نے فرمایا کہ وہ بنی ہاشم اور بنی مطلب کا مال تھا۔[3]

ابومریم کہتا ہے کہ میں نے رسول خداؐ اور حضرت علیؑ کے صدقات اور اوقاف کے متعلق امام جعفر صادقؑ سے سوال کیا، تو آپ نے فرمایا کہ وہ

---

[1] فتوح البلدان، ص ۳۱ ۔ سیرۃ ابن ھشام، ج ۲ ص ۱۶۵۔
[2] بحار الانوار، ج ۲۲ ص ۲۹۶۔
[3] بحار الانوار، ج ۲۲ ص ۲۳۶۔

ہمارے لئے حلال ہے جناب فاطمہؑ کے صدقات بنی ہاشم اور بنی المطلب کا مال تھا۔[1]

جناب رسول خداؐ نے ان املاک کو جو مدینہ کے اطراف میں تھے وقف کر دیا تھا اور ان کی تولیت حضرت فاطمہؑ اور حضرت علیؑ کے سپرد کر دی تھی۔ یہ املاک بھی ایک مورد تھا کہ جس میں حضرت زہراؑ کا جناب ابو بکر سے جھگڑا ہوا تھا۔

بظاہر حضرت زہراؑ اس جھگڑے میں کامیاب ہو گئیں اور مدینہ کے صدقات اور اوقاف کو آپ نے ان سے لے لیا، اس کی دلیل اور قرینہ یہ ہے کہ آپ نے موت کے وقت ان کی تولیت کی علیؑ اور اپنی اولاد کے لئے وصیت کی تھی، لیکن مجلسیؒ نے نقل کیا ہے کہ جناب ابو بکر نے بالکل کوئی چیز بھی جناب فاطمہؑ کو واپس نہیں کی البتہ جب جناب عمر خلافت کے مقام پر پہنچے تو آپ نے مدینہ کے صدقات اور اوقاف حضرت علیؑ اور عباس کو واپس کر دیئے، لیکن خیبر اور فدک واپس نہ کئے اور کہا کہ یہ رسول خداؐ کے لازمی اور ناگہانی امور کے لئے وقف ہیں۔

مدینہ کے اوقاف اور صدقات حضرت علیؑ کے قبضے میں تھے اس بارے میں جناب عباس نے حضرت علیؑ سے نزاع کیا لیکن اس میں حضرت علی کامیاب ہو گئے لہٰذا آپ کے بعد یہ حضرت امام حسن علیہ السلام کے ہاتھ میں آیا اور ان کے بعد امام حسین علیہ السلام کے ہاتھ اور آپ کے بعد جناب عبداللہ بن حسنؑ کے ہاتھ میں تھے یہاں تک کہ بنی عباس خلافت پر پہنچے تو انہوں نے یہ صدقات بنی ہاشم سے واپس لے لئے۔[2]

۱ـ بحار الانوار، ج ۲۲ ص ۲۹۷۔

۲ـ بحار الانوار، ج ۴۲ ص ۳۰۔

خیبر کے خمس کا بقایا

سنہ ۷ ہجری کو اسلام کی سپاہ نے خیبر کو فتح کیا اس کے فتح کرنے میں جنگ اور جہاد کیا گیا اسی وجہ سے یہودیوں کا مال اور اراضی مسلمانوں کے درمیان تقسیم ہوئی۔

رسول خداؐ نے قانون اسلام کے مطابق غنائم خیبر کو تقسیم کیا، آپ نے منقولہ اموال کو پانچ حصوں میں تقسیم کیا چار حصے فوج میں تقسیم کر دیئے اور ایک حصہ خمس کا ان مصارف کے لئے مخصوص کیا کہ جسے قرآن معین کرتا ہے جیسا کہ خداوند عالم فرماتا ہے:

"واعلموا انما غنمتم من شیء فان للہ خمسہ
وللرسول ولذی القربی والیتامی والمساکین
وابن السبیل"۔[1]

یعنی جان لو کہ جو بھی تم غنیمت لو اس کا خمس خدا اور پیغمبرؐ اور پیغمبرؐ کے رشتہ دار ذوی القربی اور اس کے یتیم اور تنگ دست اور ابن سبیل کے لئے ہے۔ اس آیت اور دیگر احادیث کی رو سے غنیمت کا خمس چھ جگہ خرچ کیا جاتا ہے اور صرف اسی جگہ خرچ کرنا ہوگا۔

جناب رسول خداؐ خمس کو علیحدہ رکھ دیتے تھے اور بنی ہاشم کے ذوالقربی اور یتیموں اور فقیروں اور ابن سبیل کی ضروریات زندگی پورا کیا کرتے تھے اور باقی کو اپنے ذاتی مصارف اور خدائی کاموں پر خرچ کیا کرتے

۱ـ سورہ انفال آیت ۴۱۔

تھے آپ نے خیبر کے خمس کو بھی انہیں مصارف کے لئے علیحدہ رکھ چھوڑا تھا اس کی کچھ مقدار کو آپ نے اپنی بیویوں میں تقسیم کر دیا تھا مثلاً جناب عائشہ کو خرما اور گندم اور جو کے دو دو وسق وزن عنایت فرمائے کچھ مقدار اپنے رشتہ داروں اور ذوی القربیٰ میں تقسیم کیا مثلاً دو دو سو وسق وزن جناب فاطمہؑ کو اور ایک سو وسق حضرت علیؑ کو عطا فرمائے[1]

اور خیبر کی زمین کو دو حصوں میں تقسیم کی ایک حصہ زمین کا ان مصارف کے لئے جو حکومت کو در پیش ہوا کرتے ہیں مخصوص کر دیا اور دوسرا حصہ مسلمانوں اور افواج اسلام کی ضروریات زندگی کے لئے مخصوص کر دیا اور پھر ان تمام زمینوں کو یہودیوں کو اس شرط پر واپس کر دیا کہ وہ اس میں کاشت کریں اور اس کی آمدنی کا ایک معین حصہ پیغمبرؐ کو دیا کریں، آپ اس حصہ کو وہیں خرچ کرتے تھے کہ جسے خداوند عالم نے معین کیا[2]

جب رسول خداؐ کی وفات ہوگئی تو جناب ابوبکر نے خیبر کے تمام موجود غنائم پر قبضہ کر لیا، یہاں تک کہ وہ خمس جو خدا اور اس کے رسولؐ اور بنی ہاشم کے ذوی القربیٰ اور یتیموں، مسکینوں اور ابن سبیل کا حصہ تھا اس پر بھی قبضہ کر لیا۔ اور بنی ہاشم کو خمس سے محروم کر دیا۔

حسن بن محمد بن علیؑ ابن ابیطالب کہتے ہیں کہ جناب ابوبکر نے ذوی القربیٰ کا سہم جناب فاطمہؑ اور دوسرے بنی ہاشم کو نہیں دیا اور اس کو کار خیر میں جیسے اسلحہ اور زرہ وغیرہ کی خریداری پر خرچ کرتے تھے[3]

---

[1]۔ سیرہ ابن ہشام، ج ۳ ص ۳۶۵، ۳۷۱۔
[2]۔ فتوح البلدان، ص ۳۶ تا ۴۲۔
[3]۔ شرح ابن ابی الحدید، ج ۱۶ ص ۲۳۱۔

عروہ کہتے ہیں کہ جناب فاطمہؑ حضرت ابوبکر کے پاس گئیں اور فدک اور سہم ذی القربیٰ کا ان سے مطالبہ کیا، جناب ابوبکر نے انہیں کوئی چیز نہ دی اور اسے اللہ کے اموال میں داخل کر دیا[1]

الحاصل یہ موضوع بھی ان موارد میں سے ایک ہے کہ جس میں جناب فاطمہؑ کا جناب ابوبکر سے جھگڑا اور مورد نزاع قرار پایا کہ آپ کبھی اسے خیبر کے عنوان سے اور کبھی اسے سہم ذی القربیٰ کے عنوان سے جناب ابوبکر سے مطالبہ کیا کرتی تھیں۔

اس مورد میں بھی حق جناب فاطمہ زہراؑ کے ساتھ ہے کیونکہ قرآن شریف کے مطابق خمس ان خاص موارد میں صرف ہوتا ہے جو قرآن مجید میں مذکور ہیں اور ضروری ہے کہ بنی ہاشم کے ذوی القربیٰ اور یتیموں اور فقیروں اور ابن سبیل کو دیا جائے، یہ کوئی وراثت نہیں کہ اس کا یوں جواب دیا جائے کہ پیغمبرؐ ارث نہیں چھوڑتے۔ جناب فاطمہؑ ابوبکر سے فرماتی تھیں کہ خداوند عالم نے قرآن میں ایک سہم خمس کا ذوی القربیٰ کے لئے مخصوص کیا ہے اور چاہیئے کہ یہ اس مورد میں صرف ہو آپ تو ذوی القربیٰ میں داخل نہیں ہیں اور نہ ہی اس کے مصداق ہیں آپ نے یہ ہمارا حق کیوں لے رکھا ہے۔

انس بن مالک کہتے ہیں کہ فاطمہؑ جناب ابوبکر کے پاس گئیں اور فرمایا کہ تم خود جانتے ہو کہ تم نے اہلبیت کے ساتھ زیادتی کی ہے اور ہمیں رسول خداؐ کے صدقات اور غنائم کے سہم ذوی القربیٰ سے کہ جسے قرآن نے معین کیا ہے محروم کر دیا ہے خداوند عالم فرماتا ہے۔ واعلموا انما غنمتم من شیء الخ۔ جناب ابوبکر نے

---

[1]۔ شرح ابن ابی الحدید ج ۱۶ ص ۲۳۱۔

جواب دیا کہ میرے ماں باپ آپ پر اور آپ کے والد پر قربان جائیں اے رسولؐ کی دختر میں اللہ کی کتاب اور رسولؐ کے حق اور ان کے قرابت داروں کے حق کا پیرو ہوں، جس کتاب کو آپ پڑھتی ہیں میں بھی پڑھتا ہوں لیکن میری نگاہ میں یہ نہیں آیا کہ خمس کا ایک پورا حصہ تمہیں دے دوں۔

جناب فاطمہؑ نے فرمایا کہ آیا خمس کا یہ حصہ تیرے اور تیرے رشتہ داروں کے لئے ہے؟ انہوں نے کہا نہیں بلکہ اس کی کچھ مقدار تمہیں دونگا اور باقی کو مسلمانوں کے مصالح پر خرچ کروں گا جناب فاطمہؑ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا حکم تو اس طرح نہیں ہے۔ جناب ابوبکر نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا حکم یوں ہی ہے[۱]

رسول خدا کی وراثت

جناب فاطمہؑ کا جناب ابوبکر سے ایک نزاع اور اختلاف رسول خداؐ کی وراثت کے بارے میں تھا۔ تاریخ اور احادیث کی کتابوں میں لکھا ہے کہ جناب فاطمہؑ رسول خداؐ کی وفات کے بعد جناب ابوبکر کے پاس گئیں اور اپنے والد کی وراثت کا ان سے مطالبہ کیا، جناب ابوبکر نے جناب فاطمہؑ کو وراثت کے عنوان سے کچھ بھی نہ دیا اور یہ عذر پیش کیا کہ پیغمبرؐ میراث نہیں چھوڑتے اور جو کچھ وہ مال چھوڑ جاتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے اور اس مطلب کے لئے انہوں نے ایک حدیث بھی بیان کی کہ جس کے راوی وہ خود ہیں اور کہا کہ میں نے آپ کے والد سے سنا ہے کہ ہم پیغمبرؐ سونا چاندی، زمین اور ملک اور گھر بار میراث میں نہیں چھوڑتے بلکہ ہماری وراثت ایمان اور حکمت

---

[۱] شرح ابن ابی الحدید ج ۱۶ ص ۲۳۰۔

اور علم و دانش اور شریعت ہے۔ میں اس موضوع میں پیغمبرؐ کے دستور اور ان کی مصلحت کے مطابق کام کروں گا[۱]۔

جناب فاطمہؑ نے حضرت ابوبکر کی اس بات کو تسلیم نہ کیا اور اس کی تردید قرآن مجید کی کئی آیات سے تمسک کر کے کی ہیں اس موضوع میں ذرا زیادہ بحث کرنی چاہیئے تاکہ وراثت کا مسئلہ زیادہ واضح اور روشن ہو جائے۔

قرآن میں وراثت

قرآن کریم میں وراثت کا مطلق قانون وارد ہوا ہے۔ خدا قرآن مجید میں فرماتا ہے کہ اللہ تمہیں اولاد کے بارے میں سفارش کرتا ہے کہ لڑکے کا حصہ لڑکی کے دو برابر ہے[۲]۔

یہ آیت اور قرآن کی دوسری آیات جو میراث کے بارے میں نازل ہوئی ہیں ان میں کلیت اور عمومیت ہے اور وہ تمام لوگوں کو شامل ہیں اور پیغمبروں کو بھی یہی آیات شامل ہیں۔ پیغمبرؐ بھی ان نصوص کلیہ کی بنا پر میراث چھوڑنے والے سے میراث حاصل کریں گے اور ان کے اپنے اموال بھی ان کے وارثوں کو ملیں گے انہیں نصوص کلیہ کی بنا پر ہمارے رسولؐ کے اموال اور ترکے کو ان کے وارثوں کی طرف منتقل ہونا چاہیئے، البتہ اس قانون توارث کے عموم اور کلیت میں کسی قسم کا شک نہیں کرنا چاہیئے لیکن یہ دیکھنا ہوگا کہ آیا کوئی قطعی دلیل ہے جو پیغمبروں کو اس کلی اور عمومی قانون وراثت سے خارج اور مستثنیٰ قرار دے رہا ہے؟

---

[۱] شرح ابن ابی الحدید، ج ۱۶ ص ۲۱۴۔

[۲] سورۂ نساء آیت ۱۱۔

جناب ابوبکر کی حدیث

حضرت زہراؑ کے مقابلے میں

جناب ابوبکر دعویٰ کرتے تھے کہ تمام پیغمبرؐ وراثت کے کلی قوانین سے مستثنیٰ اور خارج ہیں اور وہ میراث نہیں چھوڑتے اپنے اس ادعا کے لئے جناب ابوبکر نے ایک حدیث سے استدلال کیا ہے کہ جس کے راوی خود آپ ہیں اور یہ روایت کتابوں میں مختلف عبارات سے نقل ہوئی ہے:

"قال ابوبکر لفاطمہ فانی سمعت رسول اللہ یقول انا معاشر الانبیاء لا نورث ذھباً ولا فضۃ ولا ارضا ولا دارا ولکنا نورث الایمان و والحکمۃ والعلم والسنۃ فقد عملت بما امرنی ونصحت لہ"[1].

یعنی ابوبکر نے جناب فاطمہؑ سے کہا کہ میں نے رسول خداؐ سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ہم پیغمبر سونا، چاندی، زمین، مکان ارث میں نہیں چھوڑتے ہمارا ارث ایمان، حکمت، دانش، شریعت ہوا کرتا ہے میں رسول خداؐ کے دستور پر عمل کرتا ہوں اور ان کی مصلحت کے مطابق عمل کرتا ہوں۔

دوسری جگہ روایت اس طرح ہے کہ جناب عائشہ فرماتی ہیں کہ جناب فاطمہؑ نے کسی کو ابوبکر کے پاس بھیجا کہ آپ ان سے رسول خداؐ کی میراث طلب کرتی تھیں اور آپ وہ چیزیں طلب کرتی تھیں جو رسول اللہ نے مدینہ میں چھوڑی تھیں۔

۱۔ شرح ابن ابی الحدید، ج ۱۶، ص ۲۱۴۔

اور فدک اور جو خیبر کا خمس بچا ہوا تھا، جناب ابوبکر نے کہا رسول اللہؐ نے فرمایا ہے کہ ہم میراث نہیں چھوڑتے جو چھوڑ جاتے ہیں وہ صدقہ (یعنی وقف) ہوتا ہے، آل محمدؐ تو اس سے صرف کھا سکتے ہیں[1]

ایک اور حدیث میں ہے کہ جب جناب فاطمہؑ نے جناب ابوبکر سے گفتگو کی تو جناب ابوبکر رو دیئے اور کہا کہ اے دختر رسول اللہؐ آپ کے والد نے نہ دینار اور نہ درہم چھوڑا ہے اور انہوں نے فرمایا ہے کہ انبیاء میراث نہیں چھوڑتے[2]

ایک اور حدیث یوں ہے کہ جناب ام ہانی کہتی ہیں کہ جناب فاطمہؑ نے جناب ابوبکر سے کہا کہ جب تو مرے گا تو تیرا وارث کون ہوگا اس نے جواب دیا کہ میری اولاد اور اہل، آپ نے فرمایا پھر تجھے کیا ہو گیا ہے کہ تو رسول اللہ کا وارث بن بیٹھا ہے اور ہم نہیں؟ اس نے کہا اے دختر رسولؐ آپ کے والد نے گھر، مال اور سونا اور چاندی وراثت میں نہیں چھوڑی، جب جناب فاطمہؑ نے کہا کہ ہمارا وہ حصہ جو اللہ نے ہمارے لئے قرار دیا ہے اور ہمارا فئی تمہارے ہاتھ میں ہے؟ جناب ابوبکر نے کہا کہ میں نے رسول اللہؐ سے سنا ہے کہ یہ ایک طعمہ ہے کہ جس سے اللہ نے ہم اہلبیت کو کھانے کے لئے دیا ہے، جب میں مر جاؤں تو یہ مسلمانوں کے لئے ہو جائے گا۔[3]

ایک اور روایت یوں ہے کہ جناب فاطمہؑ حضرت ابوبکر کے پاس گئیں اور

۱۔ شرح ابن ابی الحدید، ج ۱۶، ص ۱۱۷۔
۲۔ شرح ابن ابی الحدید، ج ۱۶، ص ۱۱۶۔
۳۔ شرح ابن ابی الحدید، ج ۱۶، ص ۱۱۸۔

فرمایا کہ میری میراث رسول اللہؐ سے جو بنتی ہے وہ مجھے دو۔ جناب ابوبکر نے کہا کہ انبیاء ارث نہیں چھوڑتے جو چھوڑ جاتے ہیں وہ صدقہ (یعنی وقف) ہوتا ہے[1]

جناب ابوبکر نے اس قسم کی حدیث سے استدلال کر کے جناب فاطمۂ کو والد کی میراث سے محروم کر دیا لیکن یہ حدیث کئی لحاظ سے حجت نہیں کہ جس سے استدلال کیا جا سکے

قرآن کی مخالفت

یہ حدیث قرآن کے مخالف ہے کیونکہ قرآن میں تصریح کے ساتھ بیان ہوا ہے کہ پیغمبرؐ بھی دوسرے مردوں کی طرح میراث چھوڑتے ہیں اور جیسا کہ ائمہ طاہرین نے فرمایا ہے کہ جو حدیث قرآن کی مخالف ہو وہ معتبر نہیں ہوا کرتی اسے دیوار پر دے مارو، ان آیات میں سے کہ جو انبیاء کے ارث چھوڑنے کو بتلاتی ہیں ایک یہ ہے:

"ذکر رحمة ربک عبده زکریا اذ نادی ربه خفیا" تا "فهب لی من لدنک ولیاً یرثنی و یرث من آل یعقوب واجعله رب رضیاً"[2]۔

لکھا ہے کہ جناب زکریا کے چچازاد بھائی بہت برے لوگ تھے اگر جناب زکریا کے فرزند پیدا نہ ہوتا تو آپ کا تمام مال چچازاد بھائیوں کو ملتا آپ کو ڈر

---

[1]۔ کشف الغمہ، ج ۲، ص ۱۰۴۔

[2]۔ سورۂ مریم آیت ۲-۶۔

تھا کہ میری میراث چچازاد بھائیوں کو مل گئی تو اس مال کو برائیوں اور گناہ پر خرچ کریں گے اسی لئے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی تھی کہ خدایا مجھے اپنے وارث چچازاد بھائیوں سے خوف ہے اور میری بیوی بانجھ ہے، خداوندا مجھے ایک فرزند عطا فرما جو میرا وارث بنے، خداوند عالم نے آنجناب کی دعا قبول فرمائی اور خدا نے جناب یحییٰ کو انہیں عطا کیا۔ اس آیت سے اچھی طرح واضح ہو جاتا ہے کہ پیغمبرؐ بھی دوسرے لوگوں کی طرف میراث چھوڑتے ہیں ورنہ حضرت زکریا کی دعا اور خواہش بے معنی ہوتی۔

یہاں یہ کہا گیا ہے کہ شاید جناب زکریا کی وراثت علم و دانش ہو نہ مال و ثروت، اور انہوں نے اللہ تعالیٰ سے خواہش کی ہو کہ انہیں فرزند عنایت فرمائے کہ جو ان کے علوم کا وارث ہو اور دین کی ترویج کی کوشش کرے، لیکن تھوڑا سا غور کرنے سے معلوم ہو جائے گا کہ یہ احتمال درست نہیں ہے اس لئے کہ وراثت کا لفظ مال کی وراثت میں ظہور رکھتا ہے نہ علم کی وراثت میں اور جب تک اس کے خلاف کوئی قرینہ موجود نہ ہو اسے وراثت مال پر ہی محمول کیا جائے گا۔ دوسرے اگر تو وراثت سے مراد مال کی وراثت ہو تو جناب زکریا کا خوف بامحل ہے اور اگر مراد وراثت سے علمی وراثت ہو تو پھر اس آیت کے معنی کسی طرح درست نہیں قرار پاتے کیوں کہ اگر مراد علمی وراثت سے علمی کتابیں ہیں تو یہ درحقیقت مالی وراثت ہو جائے گی اس لئے کہ کتابوں کا شمار اموال میں ہوتا ہے نہ علم میں اور اگر یہ کہا جائے کہ حضرت زکریا کو اس کا خوف تھا کہ علوم اور معارف اور قوانین شریعت ان کے چچازاد بھائیوں کے ہاتھ میں چلے گئے تو وہ اس سے غلط فائدہ اٹھائیں گے تو بھی جناب زکریا کا یہ خوف درست نہ تھا کیوں کہ جناب زکریا کا وظیفہ یہ تھا کہ

قوانین اور احکام شریعت کو عام لوگوں کے سپرد کریں اور ان کے چچازاد بھائی بھی عموم ملت میں شامل ہوں گے اور پھر اگر جناب زکریا کے فرزند بھی ہو جاتا تب بھی آپ کے چچازاد بھائی قوانین کے عالم ہونے کی وجہ سے غلط فائدہ اٹھا سکتے تھے اور اگر جناب زکریا کو اس کا خوف تھا کہ وہ مخصوص علوم جو انبیاء کے ہوتے ہیں وہ ان کے چچازاد بھائیوں کے ہاتھوں میں نہ چلے جائیں اور وہ اس سے غلط فائدہ نہ اٹھالیں تو بھی آنجناب کا یہ خوف بلا وجہ تھا کیوں کہ وہ مخصوص علوم آپ ہی کے اختیار میں تھے اور بات آپ کی قدرت میں تھی کہ ان علوم کی اپنے چچازاد بھائیوں کو اطلاع ہی نہ کریں تاکہ وہ اسرار آپ ہی کے پاس محفوظ رہیں اور آپ جانتے تھے کہ خداوند عالم نبوت کے علوم کا مالک بدکار لوگوں کو نہیں بناتا۔ بہر حال وراثت سے علمی وراثت مراد ہو تو جناب زکریا کا خوف اور ڈر معقول نہ ہوتا اور بلا وجہ ہوتا۔

ممکن ہے یہاں کوئی یہ کہے کہ جناب زکریا کو خوف اور ڈر اس وجہ سے تھا کہ آپ کے چچازاد بھائی برے آدمی اور خدا کے دین اور دیانت کے دشمن تھے آپ کے بعد اس کے دین کو بدلنے کے درپے ہوتے اور آپ کی زحمات کو ختم کر کے رکھ دیتے لہذا جناب زکریا نے خدا سے دعا کی کہ مجھے ایک ایسا فرزند عنایت فرما کہ جو مقام نبوت تک پہنچے اور خدا کے دین کے لئے کوشش کرے اور اسے باقی رکھے پس اس آیت میں وراثت سے مراد علم اور حکمت کی وراثت ہوگی نہ مال اور ثروت کی۔

لیکن یہ کہنا بھی درست نہیں ہے، کیونکہ جناب زکریا جانتے تھے کہ خدا کبھی بھی زمین کو پیغمبر یا امام کے وجود سے خالی نہیں رکھتا، لہذا یہ کہنا درست نہ ہوگا کہ جناب زکریا کو اس جہت سے خوف اور ڈر تھا کہ شاید خداوند عالم

دین اور شریعت کو بغیر کسی حامی کے چھوڑ دے اور اگر جناب زکریا ایسا فرزند چاہتے تھے کہ جو پیغمبر اور دین کا حامی ہو تو آپ کو اس طرح نہ کہنا چاہیے کہ خدایا مجھے ایسا فرزند عنایت فرما جو میری وراثت کا مالک ہو اور اسے صالح قرار دے۔ بلکہ ان کو اس صورت میں اس طرح دعا کرنی چاہیئے تھی کہ خدایا مجھے خوف ہے کہ میرے بعد دین کی اساس کو ختم کر دیا جائے گا میں تجھ سے تمنا کرتا ہوں کہ میرے بعد دین کی حمایت کے لئے ایک پیغمبر بھیج اور میں دوست رکھتا ہوں کہ وہ پیغمبر میری اولاد سے ہو اور مجھے ایک فرزند عنایت فرما جو پیغمبر ہو اور پھر اگر میراث سے مراد علم کی میراث ہو تو پھر دعا میں اس جملے کی کیا ضرورت تھی خدا اسے محبوب اور پسندیدہ قرار دے کیونکہ جناب زکریا جانتے تھے کہ خداوند عالم غیر صالح اور غیر اہل افراد کو پیغمبری کے لئے منتخب نہیں کرے گا تو پھر اس جملے "خدایا میرے فرزند کو پسندیدہ اور صالح قرار دے"۔ کی ضرورت ہی نہ تھی۔

اس پوری گفتگو سے یہ مطلب واضح ہو گیا ہے کہ جناب یحیٰی کی میراث جناب زکریا سے مال کی میراث تھی نہ کہ علم کی اور یہی آیت اس مطلب پر کہ پیغمبر بھی دوسرے لوگوں کی طرح میراث لیتے ہیں اور میراث چھوڑتے ہیں بہت اچھی طرح دلالت کرتی ہے لہذا جو حدیث ابو بکر نے اپنے استدلال کے لئے بیان کی وہ قرآن کے مخالف ہوگی اور حدیث شناسی کے علم میں یہ واضح ہو چکا ہے کہ جو حدیث قرآن مجید کے مخالف ہو وہ قابل قبول نہیں ہوا کرتی اور اسے دیوار پر دے مارنا چاہیئے اسی لئے تو جناب زہراؑ نے "جو قوانین اور احکام شریعت اور حدیث شناسی اور تفسیر قرآن کو اپنے والد اور شوہر سے حاصل کر چکی تھیں" اس حدیث کے رد کرنے کے لئے اسی سابقہ آیت کو اس کے مقابلے میں پڑھا اور بتلایا کہ یہ حدیث اس آیت کی مخالف ہے کہ جس پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔

ایک اور آیت کہ جس سے استدلال کیا گیا ہے کہ پیغمبرؐ بھی میراث لیتے اور میراث چھوڑتے ہیں یہ آیت ہے ۔ وورث سلیمان داؤد[1] ۔

اس آیت میں خداوند عالم ۔ سلیمان کے بارے میں فرماتا ہے کہ آپ جناب داؤد کے وارث ہوئے اور کلمہ وارث کا ظہور مال کی وراثت میں ہے جب تک اس کے خلاف کوئی قطعی دلیل موجود نہ ہو تب تک اس سے مراد مال کی وراثت ہی ہوگی ۔ اسی لئے تو حضرت زہراؑ نے ابوبکر کے مقابلے میں اس آیت سے استدلال کیا جب کہ حضرت زہراؑ قرآن کے نازل ہونے والے گھر میں تربیت پا چکی تھیں ۔

ایک اشکال

اگر جناب ابوبکر کی نقل شدہ حدیث صحیح ہوتی تو ضروری تھا کہ رسول خداؐ کے تمام اموال کو لے لیا جاتا لہذا وارثوں کو آپ کے لباس، زرہ، تلوار، سواری کے حیوانات، دودھ دینے والے حیوانات، گھر کے اساس سے بھی محروم کر دیا جاتا اور انہیں بھی بیت المال کا جزو قرار دے دیا جاتا حالانکہ تاریخ شاہد ہے کہ جناب رسول خداؐ کے اس قسم کے اموال ان کے وارثوں کے پاس ہی رہے اور کوئی تاریخ بھی گواہی نہیں دیتی اور کسی مورخ نے نہیں لکھا کہ جناب ابوبکر نے رسول خداؐ کا لباس، تلوار، زرہ، فرش، برتن وغیرہ اموال عمومی میں شامل کر کے ضبط کر لئے ہوں بلکہ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ آپ کے مکان کے کمرے آپ کی بیویوں کے پاس ہی رہے اور اس کے علاوہ جو باقی مذکورہ

---

[1] سورہ نمل آیت ۱۶ ۔

مال تھا آپ کے ورثا میں تقسیم کر دیا گیا ۔ یہ بات بھی ایک دلیل ہے کہ جناب ابوبکر کی حدیث ضعیف تھی اور معلوم ہوتا ہے کہ خود جناب ابوبکر کو بھی اپنی بیان کردہ حدیث کے متعلق اعتبار نہ تھا کیونکہ اگر وہ حدیث ان کے نزدیک درست ہوتی تو پھر رسول خداؐ کے اموال میں فرق نہ کرتے ۔

جبکہ جناب ابوبکر مدعی تھے کہ رسول خداؐ نے فرمایا ہے کہ میں میراث نہیں چھوڑتا میرا مال صدقہ ہوتا ہے اسی لئے تو پیغمبرؐ کی بیٹی اور اسلام کی مثالی خاتون کو رنجیدہ خاطر بھی کر دیا تو پھر کیوں پیغمبرؐ کے حجروں کو آپ کی ازواج سے واپس نہ لیا ؟ اور پھر کیوں دوسرے مذکورہ اموال کا مطالبہ نہ کیا ۔؟ ۔

ایک اور اشکال

اگر یہ بات درست ہوتی کہ پیغمبر میراث نہیں چھوڑتے تو ضروری تھا کہ پیغمبرؐ اس مسئلے کو حضرت زہراؑ اور حضرت علیؑ سے ضرور بیان فرماتے اور فرماتے کہ میرا مال اور جو کچھ میں چھوڑ جاؤں یہ عمومی صدقہ ہوگا اور وراثت کے عنوان سے تمہیں نہیں مل سکتا خبردار میرے بعد میراث کا مطالبہ نہ کرنا اور اختلاف اور نزاع کا سبب نہ بننا ۔ کیا رسول خداؐ کو علم نہ تھا کہ وراثت کے کلی قانون اور عمومی قاعدے کے ماتحت میرے وارث میرے مال کو تقسیم کرنا چاہیں گے اور ان کے درمیان اور خلیفہ وقت کے درمیان نزاع اور جھگڑا رونما ہو جائے گا ؟ یا رسول اللہؐ کو اس بات کا علم نہ تھا لیکن آپ نے احکام کی تبلیغ میں کوتاہی کی ہو گی ؟ ہم تو اس قسم کی بات پیغمبرؐ کے حق میں باور نہیں کر سکتے ۔

بعض نے کہا ہے کہ رسول خداؐ پر اپنے ورثا کو یہ مطلب بیان کرنا ضروری

نہ تھا بلکہ صرف اتنا کافی تھا کہ اس مسئلے کو اپنے خلیفہ جناب ابوبکر جو مسلمانوں کے امام تھے بتلا دیں اور خلیفہ پر ضروری ہے کہ وہ احکام الٰہی کو نافذ کرے چنانچہ پیغمبرؐ نے جناب ابوبکر کو یہ مسئلہ بتلا دیا تھا لیکن یہ فرمائش بھی درست معلوم نہیں ہوتی ــــ اوّل تو یہ کہ جناب ابوبکر پیغمبرؐ کے زمانے میں آپ کے خلیفہ معین نہیں ہوئے تھے کہ کہا جا سکے کہ پیغمبرؐ نے انہیں اس کا حکم اور دستور دے دیا تھا دوسرے میراث کے مسئلہ کا تعلق پہلے اور بالذات آپ کے ورثاء سے تھا انہیں وراثت میں اپنا وظیفہ معلوم ہونا چاہیئے تھا تاکہ حق کے خلاف میراث کا مطالبہ نہ کریں اور امت میں اختلاف اور جدائی کے اسباب فراہم نہ کریں۔

آیا یہ کہا جا سکتا ہے کہ حضرت علیؑ جو مدینۂ علم کا دروازہ اور جناب فاطمہؑ جو نبوت اور ولایت کے گھر کی تربیت یافتہ تھیں ایک اس قسم کے مہم مسئلہ سے کہ جس کا تعلق ان کی ذات سے تھا بے خبر تھیں، لیکن جناب ابوبکر کہ جو بعض اوقات عام اور عادی مسائل کو بھی نہ جانتے تھے اس وراثت کے مسئلے کا حکم جانتے ہوں؟ کیا یہ کہا جا سکتا ہے کہ جناب فاطمہؑ اس مسئلے کا حکم تو جانتی تھیں لیکن اپنی عصمت اور طہارت کے باوجود اپنے والد کے دستور اور حکم کے خلاف جناب ابوبکر سے میراث کا مطالبہ کر رہی تھیں؟ کیا حضرت علیؑ کے بارے میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ آپ مسئلہ تو جانتے تھے لیکن اس مقام زہد اور تقویٰ اور عصمت و طہارت کے باوجود اور اس کے باوجود کہ آپ ہمیشہ قوانین اسلام کے اجراء میں بہت زیادہ علاقمندی ظاہر کرتے تھے پھر بھی اپنی بیوی کو پیغمبرؐ کے بیان کردہ مسئلہ کے خلاف اجازت دے رہے ہیں کہ وہ جائیں اور وراثت کا جناب ابوبکر سے مطالبہ کریں اور پھر مسجد میں وہ مفصل عوام الناس کے سامنے خطاب کریں؟ ہم گمان نہیں کرتے کہ کوئی بھی صاحب انصاف [illegible] کا یقین کرے گا۔

ایک اور اشکال

جناب ابوبکر نے مرتے وقت وصیت کی کہ اسے پیغمبرؐ کے حجرے میں دفن کیا جائے اور اس بارے میں اپنی بیٹی جناب عائشہ سے اجازت لی؟ اگر وہ حدیث جو پیغمبرؐ کی وراثت کی نفی کرتی ہو درست ہو تو پیغمبرؐ کا یہ حجرہ مسلمانوں کا عمومی مال ہوگا تو پھر جناب ابوبکر کو تمام مسلمانوں سے دفن کی اجازت لینا چاہیئے تھی؟۔

تنبیہ

جو اموال پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تصرف اور قبضے میں تھے وہ دو قسم کے تھے۔

پہلی قسم: یہ وہ مال تھا کہ جس کا تعلق ملت اسلامی سے ہوتا ہے اور بیت المال کا عمومی مال شمار ہوتا ہے جس کو یوں تعبیر کیا جاتا ہے کہ یہ حکومت کا مال ہے رسول خداؐ چونکہ مسلمانوں کے حاکم تھے آپ اس قسم کے مال میں تصرف کیا کرتے تھے اور اسے تمام مسلمانوں کے مصالح اور مفاد کے لئے خرچ کیا کرتے تھے ایسا مال نبوت اور امامت اور حکومت اسلامی کا مال ہوتا ہے ایسے مال میں قانون وراثت جاری نہیں ہوتا بلکہ اس منصب دار کی موت کے بعد اس کے جانشین شرعی کی طرف بطور منصب منتقل ہو جاتا ہے۔

حضرت زہراؑ نے اس قسم کے اموال میں وراثت کا مطالبہ نہیں کیا تھا اور اگر کبھی آپ نے اس قسم کے مال میں بطور اشارہ بھی مطالبہ کیا ہو تو وہ اس لئے تھا

کہ آپ جناب ابوبکر کی حکومت کو قانونی اور رسمی حکومت تسلیم نہیں کرتی تھیں بلکہ اپنے شوہر حضرت علیؑ کو قانونی اور شرعی خلیفہ جانتی تھیں تو گویا آپ اس قسم کے مال کا مطالبہ کر کے اپنے شوہر کی خلافت کا دفاع کرتی تھیں اور جناب ابوبکر کی حدیث کو اگر بالفرض تسلیم بھی کر لیں تو وہ بھی اس قسم کے مال کی وراثت کی نفی کر رہی ہے نہ پیغمبرؐ کے ہر قسم کے مال کو شامل ہے۔

دوسری قسم: وہ مال تھا جو آپ کا شخصی اور ذاتی مال تھا کیونکہ پیغمبر اسلامؐ بھی تو انسانوں کے افراد میں سے ایک فرد تھے کہ جنہیں مالکیت کا حق تھا آپ بھی کسب اور تجارت اور دوسرے جائز ذرائع سے مال کماتے تھے ایسا مال آپ کی شخصی ملکیت ہو جاتا تھا ایسے مال پر ملکیت کے تمام قوانین اور احکام یہاں تک کہ وراثت کے قوانین بھی مرتب ہوتے ہیں اور ہونے چاہئیں آپ بلاشک اور تردید اس قسم کے اموال رکھتے تھے اور آپ کو بھی غنیمت میں سے حصہ ملتا تھا اس قسم کے مال میں رسول خداؐ اور دوسرے مسلمان برابر اور مساوی ہیں اس پر اسلام کے تمام احکام یہاں تک کہ وراثت کے احکام بھی دوسرے مسلمانوں کی طرح مرتب ہوتے ہیں۔ جناب زہراؑ نے ایسے اموال کی وراثت کا جناب ابوبکر سے مطالبہ کیا تھا۔

ابن ابی الحدید لکھتے ہیں کہ جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا نے کسی کو جناب ابوبکر کے پاس بھیجا اور پیغام دیا کہ تم رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وارث ہو یا ان کے اہلبیت؟ جناب ابوبکر نے جواب دیا کہ ان کے اہلبیت۔ جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا نے فرمایا پس رسول خداؐ

کا حصہ کہاں گیا [۱]

اس قسم کے مال میں جناب رسول خداؐ کو جناب ابوبکر کے ساتھ کوئی فرق نہ تھا، جناب ابوبکر باوجود یکہ اپنے آپ کو رسول خداؐ کا خلیفہ جانتے تھے وہ بھی اپنے شخصی اموال میں تصرف کیا کرتے تھے اور اسے اپنے بعد اپنے وارثوں کی ملک جانتے تھے پس ابوبکر پر ضروری تھا کہ رسول خداؐ کے شخصی مال کو بھی آپ کے وارثوں کی ملک جانتے؟ اسی لئے تو جناب فاطمہؑ نے فرمایا تھا کہ تیری بیٹیاں تو تم سے وراثت لیں لیکن رسول خداؐ کی بیٹی اپنے باپ سے وراثت نہ لے؟ جناب ابوبکر نے بھی جواب دیا کہ ہاں ایسا ہی ہے یعنی ان کی بیٹی اپنے باپ سے وراثت نہ لے۔ [۲]

ختم شد

الحمد للہ علی اتمامہ وصلی اللہ علی محمد وآلہ

۱۔ شرح ابن ابی الحدید، ج ۱۶ ص ۲۱۹۔

۲۔ شرح ابن ابی الحدید، ج ۱۶ ص ۲۱۹۔

These are some of the important publications of the:

Ansariyan Publications
P.O.B 37185/187 QUM
Islamic RePublic Of Iran

which you should have in your library.

1. THE VOICE OF HUMAN JUSTICE gorge Jordac (English)
2. HUSAIN THE SAVIOUR OF ISLAM S. V. Mir Ahmed Ali (English)
3. KNOW YOUR ISLAM Yousuf N. Lallje (English)
4. PHILOSOPHY OF ISLAM Behechti & Bahonar (English)
5. ALI THE MAGNIFICENT Yousuf N. lalljee (English)
6. A SHI ITE ANTHOLOGY Seyyed Hussain Naser (English)
7. THE PSALMS OF ISLAM (ALSAHIFA ALSAJJADIYYA) S.H.M. Jafri (English, Arabic)
8. KITAB AL-IRSHAD Shaykh al-Mufid (English)
9. OUR PHILOSOPHY Muhammad Baqir As-sadr (English)
10. THE RIGHT PATH (al-Muraja at) Abd al-husain Sharaf al-Din (English)
11. SHI A Sayyed Muhammad Hussain Tabatabai (English)
12. FATEMA THE GRACIOUS Odeh A. Muhawesh (English)
13. PHILOSOPHIE DE L ISLAM Behechti & Bahonar (English)
14. NAHJUL BALAGHA Ali Naqi-un-Naqvi (English)
15. NAHJUL BALAGHA Samih Atif El-Zain (France, Arabic)
16. NEHC'UL-BELAGA Abdulbaki Golpinarli (Turkish, Arabic)
17. HOLY QURAN M.H. Shakir (English, Arabic)
18. LE CORAN Muhammad Hamidullah (Frnce, Arabic)
19. KURAN-I KERIM VE MEALI Abdulbaki golpinarli (Turkish, Arabic)
20. DERKURAN KOMMENTAR UND KONKORDANEZ Rudi Paret (Gremany)
21. DER KORAN Ubersetzung Rudi Paret (Germany)
22. NOBLE QUR'AN M.H. Shakir (English, Arabic)
23. THEN I WAS GUIDED Muhammad al-Tijani al-Samawi (English)
24. YOUTH AND MORALS Odeh A.Muhawesh (English)
25. QUARATE PAROLES DU PROPHETE Kamel-Jerome Courcelle (France, Arabic)
26. LA RESURRECTION Haider Benaissa (France)
27. WESTLICHE ZIVILISATION UND ISLAM Sayed Mujtba Runki Musavi Lari (Germany)
28. THE QUR'AN IN ISLAM Sayyed M.H. Tabatabai (English)
29. THE ORIGION AND EARKY DEVELOOPMENT OF SHI'A ISLAM S.H.M. Jafri (English)
30. THE FAITH OF SHI'A ISLAM Muhammad Rida al-Muzaffar (English)
31. THE ORIGION OF ISLAM AND PRINCIPLES Shaykh Muhammad Hussain Al-Kashif u'l-ghita (English)
32. LA CIVILIZACION OCCIDENTAL VISTA POR OJOS MUSULMANES Sayyed Mujtaba Musavi Lari (France)
33. GOD AND HIS ATTRIBUTES Sayyed Mujtaba Musavi Lari (English)
34. THE SEAL OF THE PROPHETSAND HIS MESSAGE Sayyed Mujtaba Musavi Lari (English)
35. WESTERN CIVILISATION THEOUGH MUSLIM EYES Sayyed Mujtaba Rukni Musavi Lari (English)
36. LE GUIDE ISLAMIQUE DES ENFANTS Abbas Ahmed Al-Bostani (France)
37. PROBLEMS MORAUX ET PSYCHOLOIQUES Nahid Chahbazi (France)
38. THE SUPPLICATION OF KUMAYEL (English, Arabic)
39. ZIYARAT-UL JA'MEA Asgharali M.M. Jaffer (English, Arabic)
40. THE HADITH OF CLOAK (English, Arabic)
41. EPITRE SUR LES DROITS EN ISLAM Kamal Jerome Courcelle (France, Arabic)
42. DOU'AA KOUMEILE (France, Arabic)
43. KNOWING GOD Sayid Mujtaba Rukni Musawi Lari (English)
44. INTRODUCTION TO ISLAM S.M. Musavi lari (English)
45. THE RITUAL & SPIRITUAL PURITY Sayyid Muhammad Rizvi (English)
46. LA DAME LA PLUS PRESTIGEUSE DU MODE: "FATIMEH-ZAHRA" Nasser Makarem Chirazi (France, Arabic)
47. SALMAN EL-FARSI Sayed A.A. Razwy (English)
48. MARRIAGE & MORALS IN ISLAM Sayyid Muhammad Rizvi (English)
49. PRINCIPLES OF MARRIAGE FAMILY ETHICS Prof. Ibrahim Amini (English)